عصائے محمدی



مسلکِ اہل حدیث پر
اعتراضات
حقیقت یا فریب

تالیف

خطیب الہند مولانا محمد صاحب جوناگڑھی رحمہ اللہ

مراجعہ وحواشی

مولانا حافظ عبداللطیف اثری
استاذ حدیث وفقہ جامعہ عالیہ عربیہ مئو

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

سلسلۂ محمدیات:-

عصائے محمدی

مسلکِ اہل حدیث

پر

اعتراضات

فریب یا حقیقت

تالیف

خطیب الہند مولانا محمد صاحب جوناگڑھی رحمہ اللہ

مراجعہ وحواشی

مولانا حافظ عبداللطیف اثری

استاذ تفسیر وحدیث جامعہ عالیہ عربیہ، مئو

مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی

نام کتاب: عصائے محمدی
مصنف: مولانا محمد صاحب جونا گڑھیؒ
مراجعہ وحواشی: مولانا حافظ عبداللطیف اثریؔ
صفحات: 176
سال اشاعت اول: جون 2006ء
تعداد اشاعت: ایک ہزار ایک سو
طابع وناشر: مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن
قیمت: ■/=



باھتمام
شفیق الرحمٰن ،عزیز الرحمٰن

مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی
Maktaba Al- Faheem
1st Floor Raihan Market Dhobia Imli Road
Sadar Chowk Mau Nath Bhanjan(U.P)
Ph 0547- 2222013, Mob 9336010224(R) 252019

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احوال واقعی

اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی امت کو گمراہی وضلالت کی وادیوں میں بھٹکنے سے بچانے کے لئے ایک انمول نسخہ "ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکم بھما کتاب اللہ و سنتی" بتاکر اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے ہیں۔ امت کے بہت سے خوش نصیب لوگ اسی نسخۂ کیمیا پر عمل پیرا اور اسے حرز جان بنائے ہوئے ہیں۔ لیکن امت کا ایک طبقہ جسے قرآن وسنت سے زیادہ اقوال وآراء محبوب ہیں اسے یہ نسخہ کسی بھی طرح اچھا نہیں لگتا۔ اس طبقہ کے لوگ صرف یہی نہیں کہ اس پر کلی طور پر عمل پیرا نہیں ہیں بلکہ اس نسخۂ کیمیا کو حرز جان بنانے والے افراد، علماء، ان کی جماعت اور تعلیمی درسگاہوں کو برا بھلا کہنے میں ذرا بھی نہیں جھجکتے۔ حتی کہ ان کے عقائد واعمال کو شرک وبدعت اور ان کو کافر ومرتد اور گمراہ کہتے ہیں۔ اپنے مجلات وجرائد میں ان کا تمسخر واستہزاء کرتے ہیں، نازیبا القاب سے نوازتے ہیں اپنی درسگاہوں میں سنت کی تاویل وتردید اور حنفیت کی ترویج وتوثیق کرتے ہیں۔ تصنیف وتالیف اور تحقیق کی آڑ میں دجل وفریب کی ناروا کوشش کرتے ہیں۔

تاریخ کے بیان کے مطابق اسی طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں جنھوں نے اس جماعت سے وابستہ افراد کو انگریز حکومت کی نگاہ میں باغی قرار دیا تھا۔ اپنے فتاویٰ اور دستخط شدہ دوسری دستاویزات کی مدد سے انگریز حکمراں کو ان سے اس قدر متنفر کر دیا تھا کہ وہ وہابی اور باغی کو مترادف الفاظ سمجھنے لگے تھے اور ان کے سپاہی جسے وہابی سمجھ جاتے تھے اسے باغی سمجھ کر گولی سے اڑا دیتے تھے۔

اسی طبقہ کے ایک عالم مولانا محمد لدھیانوی نے انگریز حکومت سے باقاعدہ درخواست کی تھی کہ سید صدیق حسن قنوجی کو تختۂ دار پر لٹکا دیا جائے کیونکہ یہ وہابیت پھیلاتے ہیں اور در پردہ مجاہدین کی حمایت ومدد کرتے ہیں۔ تاریخ کے سینہ میں یہ بات بھی محفوظ ہے کہ انھی مولانا لدھیانوی نے انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد نامی ایک کتاب اس وقت لکھی تھی اور اسے صادق پور وپٹنہ میں اس وقت تقسیم کیا تھا جب علماء صادقپور وعاملین بالکتاب والسنۃ کے گھروں کو مسمار اور ان کے املاک کو تلف کیا جا رہا تھا، اور انھیں جیل میں بند اور ان کے لئے پھانسی کا پھندا تیار کیا جا رہا تھا۔

اسی طرح ۱۹۲۸ء میں مولانا وصی احمد سورتی نے اس عامل بالکتاب والسنۃ جماعت سے وابستہ افراد کی عناد ودشمنی میں ایک مفسدانہ کتاب جو دراصل ایک فتویٰ تھا جامع الشواہد فی اخراج الوہابین عن المساجد کے نام سے شائع کی تھی اس فتویٰ میں جماعت اہلحدیث کے علماء کو گمراہ اور مباح الدم قرار دیا گیا تھا اور لکھا تھا کہ اہلحدیث کو مساجد سے نکالنا درست ہے اور اس پر تمام دیوبندی علماء کی تصدیقی دستخط ومہریں تھیں۔

اور یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ شیخ العرب والعجم مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلویؒ جن کی شرافت، تقویٰ دقت نظری اور علمی وحدیثی خدمات مسلّم ہے جب ۱۳۰۰ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں انھیں گرفتار کرانے کی سر توڑ کوشش انھی لوگوں کی طرف سے ہوئی اور اس سے بھی عجیب بات یہ ہوئی کہ بیت اللہ میں ترکی مندوب کے سامنے جب سید نذیر حسینؒ کو پیش کیا گیا تو جامع الشواہد کو سید صاحب کی تصنیف ظاہر کیا گیا تاکہ اس کے مندرجات کو اہل حدیث کے

عقائد سمجھا جائے۔ جب سید نذیر حسینؒ صاحب نے ترکی مندوب کو یقین دلایا کہ یہ نہ ہماری تصنیف ہے اور نہ ہی اس کے مشتملات ہمارے عقائد ہیں، تب ترکی مندوب نے معافی چاہی اور آپ کو باعزت رہا کیا اور دعا کی درخواست کی۔

اور صرف اس پر بس نہیں کیا بلکہ اس جماعت کی عداوت میں تاریخ نویسی کی آڑ میں تاریخ سازی بھی علماء دیوبند کا ایک زریں کارنامہ ہے اور اس میدان میں ان حضرات نے مستشرقین کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اہلحدیث علماء کی جانب غلط باتیں منسوب کی ہیں اور جن باتوں کا ان کی کتابوں میں اتہ پتہ بھی نہیں ہے۔ اپنے بھولے بھالے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے مع قید صفحہ وکتاب اسے اپنی تحریروں وتقریروں میں دہراتے رہتے ہیں۔

زیر نظر کتاب ایک ایسی مفسدانہ کتاب کا جواب ہے جو بار بار نئے اور شاندار نام سے ۱۳۲۷ھ سے اب تک شائع ہورہی ہے اور جس میں کبھی چالیس اور کبھی پچاس مسائل پر اعتراضات ہوتے ہیں۔ کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ اہلحدیث علماء کی جانب جو باتیں منسوب کی گئی ہیں وہ ان کی کتابوں میں موجود نہیں ہیں ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جن مسائل کو ان کی جانب منسوب کیا جارہا ہے وہ خود انھیں کی کتابوں (فقہ حنفی کی کتابوں) میں موجود ہیں اور ان کا کام الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مصداق ہے۔

مذکورہ دیوبندی کتاب کا جواب کئی علماء اہلحدیث نے دیا ہے اور ہر ایک کا ھو المسك ما كررته يتضوع اپنا الگ الگ انداز وفائدہ ہے۔ لیکن جو سلجھا اور دلوں کو اپیل کرنے والا انداز مولانا محمد جونا گڈھیؒ نے اختیار کیا ہے سب پر فائق ہے آپ نے نہ صرف یہ کہ الزامات کا جواب دے کر غبار صاف کیا ہے بلکہ آرائے رجال پر مشتمل مسلک کی خانہ تلاشی بھی لی ہے۔

مولانا محمد صاحب جونا گڈھی رحمہ اللہ کی اس کتاب سے اس وقت فتنہ کا انسداد ہوگیا تھا مگر بدقسمتی سے دجل وفریب کے کچھ پرانے شکاری نئے جال کے ساتھ ایک بار پھر میدان میں اتر آئے ہیں اور انھیں مسائل کو جس کا جواب کئی جانب سے انھیں مل چکا ہے نیا نام دے کر نئی تحقیق کے ساتھ آگئے ہیں اور ایک بار پھر وہی منظر سامنے آگیا ہے ایسے وقت میں ضرورت محسوس ہوئی کہ کتاب کی دوبارہ اشاعت ہوتا کہ متلاشیان حق کے لئے کوئی زحمت نہ ہو۔ بنابریں کتاب شائع ہورہی ہے۔ کتاب کو مزید مفید بنانے کے لئے درج ذیل امور کا التزام کیا گیا ہے۔

۱- کتاب کا مراجعہ اور کتابت کی غلطیوں کی تصحیح۔ ۲- جن نصوص کا حوالہ نہیں تھا ان کا حوالہ۔
۳- جن کا حوالہ موجود تھا ان کا نئی طبع شدہ کتابوں سے حواشی میں حوالہ ۴- ثبوت کے لئے محولہ کتابوں کے صفحات کا فوٹو۔
۵- موضوع سے متعلق مزید مفید باتیں۔ ۶- آیات قرآنی پر اعراب۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر اپنے شفیق وعزیز شاگردان گرامی کا ذکر تشکر آمیز طریقہ سے نہ کروں کیونکہ ان دو عزیزان گرامی کے بار بار اصرار کی بدولت ہی کتاب حواشی وتعلیقات کے ساتھ قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں مزید اخلاص عطا فرمائے اور کاروبار میں ترقی دے۔ اور انھیں "التاجر الصدوق" کا حقیقی مصداق بنائے، رب العزت سے یہ بھی دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو احقاق حق اور ابطال باطل کا ذریعہ بنائے۔ و ما توفيقى الا بالله عليه توكلت و اليه انيب۔

عبداللطیف اثری

استاذ حدیث و فقہ جامعہ عالیہ وعربیہ، مئو



الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین

نچا مارا ہے یکسر کیا عرب اور کیا عجم سب کو
خدا غارت کرے اس اختلافِ دین ومذہب کو

حضرات! آج وہ زمانہ ہے کہ ہر طرف سے ترقی کی مبارک صدائیں ہمارے کانوں میں گونج رہی ہیں، اوراس ترقی کا پہلا زینہ اتفاق بتلایا جارہا ہے، فی الحقیقۃ بات بھی یہی ہے مگر پھر بھی ہمارے بعض منچلے تیز طبع احباب اپنی اسی پرانی کاسہ لیسی پر قائم رہ کر اس کھلتے ہوئے شگوفے کو مرجھانے میں اپنی ایڑی چوٹی تک کا زور لگارہے ہیں، حتی کہ ایک فرقہ کو بدنام کرنے لئے ان کے ذمہ بیہودہ الزامات تھوپ کر پبلک کو ان سے بدظن کیا جاتا ہے، کیا یہ لوگ اس فرمان خداوندی عزاسمہ سے بالکل غافل ہیں، "وَلَايَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰىٓ اَلَّا تَعْدِلُوْا"(۱) یعنی کسی قوم کی عداوت تم کو خلافِ عدل کرنے پر آمادہ نہ کرے واللہ ہمارا ہر وقت یہی خیال رہتا ہے کہ حتی الامکان وہ باتیں کہی جائیں جو عامۃ المسلمین کو نفع بخش ہوں مگر کیا کریں جب خواہ مخواہ کوئی سنگِ راہ یا خارِ پا ہو تو لامحالہ اس کا ازالہ کرنا پڑتا ہے، آج ہمارے سامنے اس وقت ایک رسالہ بنام "وہابیہ نجدیہ غیر مقلدین کا مذہب" رکھا ہوا ہے۔ جس کا نام ہی مصنف

(۱) المائدۃ ۵/۸

کے اندرونی بغض کا پورا فوٹو ہے۔

نمی دانم حدیث نامہ چوں است
ہمی بینم کہ عنوانش بخوں ست

اس میں کچھ تو مذہب اہل حدیث پر اتہام لگائے گئے ہیں، بعض عبارتیں محض دھوکہ دہی کے لئے غلط نقل کی ہیں، بعض باتیں بے سروپا غلط حوالے سے لکھ دی ہیں، بعض سیدھی اور صاف باتوں کو الٹ سلٹ کر کے سایہ کا جن اور لکیر کا سانپ بنالیا ہے، اس کے مصنف جودت رامپوری صاحب کو یا تو مذہب اہل حدیث کی حقیقت سمجھنے میں خود مغالطہ ہوا ہے یا تجاہل عارفانہ ہے۔ اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو شق عموم ظاہر ہے اور وہ تعصب اور محض تعصب، اہل حدیث کا مذہب اس فرقہ کے نام ہی سے ظاہر ہے اور اس کے اصول وفروع پر یہ نام ہی حاوی ہے، اہل حدیث یعنی قرآن وحدیث والے، یعنی امام الائمہ حبیبِ خدا حضرت محمد مصطفی ﷺ سے جو کچھ بہ سند صحیح ثابت ہو جائے یہی ان کا مذہب ہے اور بس قابل عمل وعقائد ان کے یہاں صرف قرآن وحدیث ہی ہے۔

نہاد اہل حدیث است اتباع سنن
صبائے رائے نیابد گذردریں گلشن
کجاست صاحب تقلید گو بیاد ببیں
بہارایں چمن وخارزار رائے زمن

آخری وصیت نبوی ﷺ "تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِي" (موطا امام مالک)[1] یعنی میں تم میں دو چیزیں ایسی چھوڑ چلا ہوں کہ جب تک انہیں مضبوط تھامے رہوگے ہر گز گمراہ نہ ہوگے، ایک قرآن کریم دوسری حدیث، حدیث پر عمل کرنے والے فرقے کا آج اگر کوئی متلاشی ہو تو اس کی آنکھوں کو ٹھنڈی کرنے والا اس کے دامنِ مقصود کو گلِ مراد سے پر کرنے والا یہی فرقہ ملے گا، اپنے دماغوں کو تعصب سے خالی

---

(۱) موطا امام مالک صـ ۳۶۳ (مکتبہ تھانوی دیوبند) .النهي عن القول في القدر

کر کے اپنی آنکھوں پر سے باطل کی پٹی ہٹا کر دیکھو تو سہی کہ حدیث "مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ" (۱) یعنی فرقۂ ناجیہ وہ ہے جو اس چیز پر قائم ہو جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں، پر عامل کون ہے؟

دنیا کے کل فرقوں نے اپنی اپنی نسبت اپنے بزرگوں، اماموں، مجتہدوں کی طرف کرلی، مگر اہل حدیث ہیں اور فقط وہی ہیں کہ انھوں نے سوا محمد رسول اللہ ﷺ کے دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرنا بھی اپنے لئے عار سمجھا، ہم تو ہر وقت یہی کہتے رہتے ہیں ؎

ما بلبلیم نالاں گلزارِ ما محمد

ما عاشقیم بیدل دلدارِ ما محمد

یعنی ہم تو محمد ﷺ کے گلزار کی نالاں بلبلیں ہیں اور آپ کے دلدادہ عشاق ہیں۔

دوستو! آپ کی طرف منسوب ہونے والا، آپ کی باتوں کو دل وجان سے قبول کرنے والا، آپ کے فرمان پر نہ فقط مال، بلکہ عزت وجان وزن وفرزند تک کو قربان کردینے والا دشمنی کے قابل ہے؟ مسلمانو! کیا عیسائی اور موسوی کرشنوی اور سناتنی محبت کے لائق اور محمدی عداوت کے قابل؟

فَكَيْفَ يَصِحُّ فِيْ الْاَذْهَانَ شَيْءٌ

اِذَا احْتَاجَ النَّهَارُ اِلَى الدَّلِيْلِ

یعنی اس بھس بھرے دماغ میں کون سی بات ٹھیک طور پر آئے گی جو روشن دن کے وجود پر بھی دلیل کا طالب ہے، اب میں چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب نے جو کچھ فرقۂ اہل حدیث پر زبان درازیاں کی ہیں ان کو حوالہ بخدا کر کے ان کے تمام الزامات کا مختصراً جواب دوں،

(۱) پوری حدیث اس طرح ہے عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلى الله عليه وسلم قال المتمسك بسنتی عند فساد امتی له اجر مائة شهيد و قال ان بنی اسرائيل افترقوا على اثنتين و سبعين ملة و ان امتی تفترق علىٰ ثلث و سبعين كلها فی النار الا واحدة قالوا و من هم يا رسول الله قال الذی انا عليه اليوم واصحابی۔ (شفا قاضی عياض ج۲ صـ ۱۰ مطبوعه فاروقی كتب خانه ملتان / مجمع الزوائد ج۱ صـ: ۱۸۹

جوانھوں نے اہل حدیث کے ذمہ وارد کئے ہیں، وہ سیاہ رنگ کے بدنما داغ جوانھوں نے اہل حدیث کے دامن پر لگانے کی کوشش کی ہے اگر انہیں کے دامن پر نظر آجائیں تو غالباً میں معذور سمجھا جاؤں گا، کیونکہ کرد کہ نیافت''

ناظرین سے میری ایک اور عرض یہ ہے کہ مجھے اس بارے میں معذور سمجھیں قال اللہ تبارک وتعالیٰ "وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَاعَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ "[1] یعنی اگر مظلوم شخص ظالم سے اپنا بدلہ لے تو وہ قابلِ ملامت نہیں، میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ اہل حدیث کا مذہب قرآن کریم واحادیث صحاح ہیں، ان کو نواب صاحب وغیرہ کی کتابوں سے الزام دینا ایسا ہے جیسا کہ حنفیہ کو شافعیہ کی کتب سے یا اس کے برعکس بلکہ اس سے بھی بداور بدتر۔ آپ دور کیوں جائیں یہیں دیکھ لیجئے، آج کل احناف کی دو پارٹیاں ہیں، ایک دیوبندی جن کے ہاں قبر پر سجدہ کرنا، اولیاء اللہ سے کل مرادیں طلب کرنا، رسول اللہ ﷺ کو بالکلیۃ عالم الغیب سمجھنا وغیرہ وغیرہ شرک وکفر سمجھا جاتا ہے اور دوسری پارٹی بریلوی جن کے ہاں یہ امور مندرجہ بالا اصل الاسلام اور عین دین وایمان ہیں، کتب فقہ احناف میں اگر منصفانہ نظر ڈال لی جائے تو اول الذکر گروہ مصیب معلوم ہوتا ہے، اب اگر کوئی شخص دیوبندیوں کو الزام دے اور کہے کہ تمہارے مذہب میں قبر پرستی اور پیر پرستی ہے، چنانچہ فلاں حنفی نے اپنی فلاں کتاب میں لکھا ہے اور اولیاء اللہ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں، ان کی قبور پر سجدے کرنے چاہئیں، وہ کائنات کے مالک ہیں وغیرہ وغیرتو دنیا کے عقلاء اس الزام کو اس کی سفاہت پر مبنی سمجھیں گے، غرضیکہ شخصی خیال مذہب نہیں سمجھا جاتا، کئی افراد کے اجتماع سے کل ہوتا ہے نہ کہ ہر ہر فرد بجائے خود کل ہے، آپ نے نواب صاحب وغیرہم کی جن کتابوں سے ہمیں الزام دیا ہے ان کل کتابوں میں سے میرے کتب خانہ میں ایک بھی کتاب نہیں مجھے تو اس کتاب کا جواب دینے کے لئے یہ سب کتابیں عاریۃً لینی پڑیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ کتابیں ہمارے مذہب کی اصل کتابیں نہیں، میں اس بات کے بیان کر دینے سے مولوی صاحب کے پورے رسالے کا جواب

(۱) الشوریٰ ۴۲/۴۱

گویا اجمالاً دے چکا ہوں، اب ذرا تفصیلاً مگر مختصراً ملاحظہ ہو "ھاو انا اشرع بعون الملك الوھاب ۔اللھم الھمنی رشدی واعذنی من شرنفسی ۔

مذہب اسلام جو دنیا بھر کی خوبیوں کا مجموعہ ہے جس نے اپنی فطری اور قدرتی خوبیوں کے ذریعہ دنیا بھر کو بہت تھوڑی سی مدت میں اپنا حلقہ بگوش بنالیا۔ چاردانگ عالم میں اپنی ہردلعزیزی اور حقانیت کا سکہ جمادیا، دنیا کے جملہ ادیان نے اس ایک دین پر دفعۃً دھاوا بول دیا لیکن اس کی صداقت کی طاقت نے سب کے پاؤں اکھاڑ دیئے، اس کی دلفریبیوں نے لوگوں کو وارفتہ کردیا، جس کی ایک بار بھی بھولے سے ہی اس پر نظر پڑ گئی وہ عمر بھر اس کا کلمہ پڑھتا ہوا ہی نظر آیا۔ ایک زمانہ تھا جس وقت اس کے ماننے والوں کی نسبت مخالفین کا اتفاق تھا کہ "غـر ھـولاء دیـنھم" یعنی یہ لوگ تو اس دین کے متوالے بن گئے، لیکن جوں جوں زمانہ گذرتا گیا یہ صاف کپڑا میلا ہوتا گیا، وہ پاک نشہ اترتا گیا، گو آج بھی اسلام اپنی ان ہی خوبیوں کے ساتھ ہے، لیکن ہم ہرگز یہ دعویٰ نہیں کرسکتے کہ مسلمان بھی اسی پرانے روینے پر ہیں، بلکہ ہمیں اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں کہ ؎

ایں قدح بشکست وآں ساقی نماند

اسلام کی تعلیم تو یہ تھی کہ خدا کی مانو اس کے رسول کی مانو، لیکن ہم نے اس من وسلوی پر صبر نہ کرکے بنی اسرائیل کی طرح ایک تیسری چیز یعنی قیاسِ امام بھی نکال لی، اور پھر اس پر اس سختی سے جم گئے کہ شدہ شدہ وہی اصل مانی جانے لگی اور اصل کو فرع کا، بلکہ اس سے بھی نیچے کا درجہ دے دیا گیا، آج عام مسلمانوں کی یہ حالت نظر آتی ہے کہ اگر انہیں کسی مسئلہ کی ضرورت ہوئی وہ دریافت کرنے نکلے کسی عالم نے بتلایا کہ اس کی نسبت قرآن وحدیث کا یہ حکم ہے تو ان کی تشفی نہیں ہوتی وہ فوراً پلٹ کر کہتے ہیں کہ مولوی صاحب یہ بتلاؤ کہ حنفی مذہب میں اس کی بابت کیا فیصلہ ہے؟ آج خواص مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ جو لوگ مسند درس پر بیٹھے نظر آتے ہیں مدرس، مفتی اور عالم مشہور ہیں، مصنف اور مولوی ہیں وہ اگر فتویٰ لکھیں گے تو

تیرے میرے قول سے، مسئلہ بتلائیں گے تو زید بکر کا نام لے کر، تعلیم دیں گے تو اِدھر اُدھر کے قیاسات کی، پیروی کریں گے تو امتیوں کی، نام لیوا ہیں تو نیچے ہی نیچے کے، مجھے معاف رکھا جائے اگر میں کھلے الفاظ میں کہدوں کہ ''سچ تو یہ ہے کہ ہمارے اسلاف کا اسلام اور تھا اور ہمارا اور ہے، اور اگر وہ کامل مسلمان تھے تو ضرور ہمارے اسلام میں نقصان ہے اور بھائی اگر ہم باوجود ان ڈھنگوں کے کامل مسلمان ہیں تو وہ اس اسلام سے یقیناً بہت دور بلکہ بالکل محروم تھے۔ ہمارے زمانے میں صرف قرآن وحدیث کا نام رہ گیا ہے۔ عمل کیلئے اور چیز ہے اور تبرک کے لئے اور چیز، ''ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور'' مسئلہ دیکھنا ہو تو ''ہدایہ'' ''شرح وقایہ'' کی ورق گردانی کی جائے، اگر تبرک حاصل کرنا ہو تو بخاری ومسلم کی زیارت بھی کرلی جائے، فتویٰ لکھنا ہو تو کنز، قدوری کی ضرورت پڑے، ختم پڑھنا ہو تو خیر قرآن خوانی بھی ہوجائے، ﴿نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ﴾[1] کے پورے مصداق ہم بن گئے، رسول اللہ ﷺ کی حدیث رد ہوجائے تو دل نہ دکھے لیکن فقہ کی کسی جزئی کو کوئی ٹال دے تو قیامت ہوجائے، اگر اتباع سنت کو ترک کیا جائے تو کوئی حرج نہیں، لیکن ترکِ تقلید ترک اسلام سمجھا جائے، اگر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نسبت ہٹ جائے تو پروا نہیں، لیکن اماموں کی طرف سے نسبت ہٹانا کفر سمجھا جائے محمدی نہ کہلواؤ، لیکن اگر حنفی شافعی نہ کہلوائے تو یوں سمجھو کہ گویا کفر کی بھڑوں کے چھتے کو چھیڑ دیا اسلام کا تقاضا تو یہ تھا کہ خدا کی دی ہوئی دولت، ورثۂ رسول، فرمان پیغمبر، حدیث نبوی کو مضبوطی سے تھام لیا جائے، لیکن ہم نے اپنے لئے جدا جدا مذہب قائم کرلئے، حنفیت اور شافعیت وغیرہ کی شاخوں نے شاہراہ محمدی سے ہمیں دور دھکیل دیا، ہم نے سختی سے اماموں کی نہیں بلکہ ایک امام کے اقوال کی تقلید شروع کردی، اپنی نسبت بھی ان کی طرف کرلی، ان کے کل فرامین کو آنکھیں بند کرکے مان لینا اپنا وظیفہ کرلیا، اس زہریلی ہوا نے کچھ اس طرح رگ وپے میں سرایت کی اور رونگٹے میں سمیّت کا اثر پہونچایا کہ آج قرآن وحدیث پر عمل

(۱) البقرۃ ۲/۱۰۱

کرنے والے، محمد ﷺ کے نام لیوا بے دین اور لا مذہب سمجھے جانے لگے، اتنے ہی پر بس نہ کیا بلکہ اس فرقہ کے ذمہ بہتان باندھنے، جھوٹ بولنے، تہمتیں رکھنے میں بھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، کہیں سے کوئی کتاب چھپتی ہے، کہیں سے اشتہار شائع ہو رہے ہیں، کہیں اخبارات کے کالم سیاہ ہو رہے ہیں کہ یہ ایسے اور ایسے، کبھی تو نواب صاحبؒ کی کتابوں سے ہمیں الزام دیا جاتا ہے، کبھی مولانا اسماعیل شہیدؒ کی کتابوں سے، کبھی حضرت میاں صاحبؒ اور امام شوکانیؒ اور عبدالوہاب نجدیؒ کی کتابوں سے اور ساتھ ہی ساتھ ہمیں غیر مقلد بھی کہا جاتا ہے، کاش انہیں اتنا تو سوچنے کا موقع ملتا کہ جب ہم انہیں غیر مقلد کہتے ہیں تو ادھر ادھر کی کتابوں سے انہیں الزام تو نہ دیں؟ یاد رکھو ہم اہل حدیث محمدیوں کا مذہب صرف قرآن وحدیث ہے، جو الزام آیت قرآنی پر ہو، جو الزام صحیح حدیث نبوی پر ہو، وہ الزام اس فرقہ پر ہے، جو الزام ان کے سوا کسی اور کے قول پر ہو وہ الزام جماعت اہل حدیث پر نہیں، اس وقت جس رسالے کا جواب میں لکھنے بیٹھا ہوں اس رسالہ میں جتنے اعتراضات ہیں وہ سب ایک راندھیری کی کتاب سے لئے گئے ہیں جس کا جواب ۱۳۴۳ھ میں میں لکھ چکا ہوں جو بصورت کتاب اس وقت چھپ گیا تھا، لیکن اس بندۂ خدا نے انہیں اعتراضات کو لے کر اپنے نام سے مصنفین کی صف میں آبیٹھنے کے لئے دہرایا ہے[1]، میری وہ کتاب جس کا نام "اقامة البراهين في الذب عن المحمديين" ہے اور جو فتح محمدی کے نام سے مشہور تھی، وہ مدتیں ہوئی ختم ہو چکی ہے، اس لئے میں نے مناسب جانا کہ اس رسالے کے جواب میں اسی کتاب کو مع اضافہ پھر سے دہرا دیا جائے، پنجاب کے بعض بھائیوں نے یہ کتاب دفتر میں بھیجی اور لکھا کہ اس سے یہاں اہل حدیث کے خلاف نفرت پھیلائی جا رہی ہے اس لئے اس کا جواب لکھنا نہایت ضروری ہے اور آجکل ''اخبار الفقیہ'' میں بھی یہی کتاب دوسرا جنم لے کر آ رہی ہے اور وہ بتدریج اسے چھاپ رہا ہے اس لئے بھی اس کا جواب ضروری ہوا، پس نمبر وار جواب موجود ہے ملاحظہ ہو:

---

(۱) آج بھی کچھ لوگ اسی مقصد کے پیش نظر انہیں اعتراضات کو بڑے ہی طنطنے کے ساتھ لکھ رہے ہیں اور اس پر زور خطابت صرف کر رہے ہیں اور بعض جرائد تو بس اسی پر قائم ہیں۔ اس لئے اس کتاب کی اشاعت ہو رہی ہے۔

نمبرا: میں لکھا ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک رنڈی کا مال توبہ کے بعد پاک ہوجاتا ہے، حوالہ دیا ہے مولوی عبداللہ صاحب غازی پوری کے فتوے کا۔

اول جواب تو اس کا وہی ہے جو گذر چکا ہے کہ "شخصی بات مذہب نہیں" دوسرے مولوی عبداللہ صاحب نے یہ فتوی دیا، کئی اہل حدیث نے اس کی تردید کی (۱)، طرفین سے بڑے بڑے رسائل لکھے گئے، مدت تک عالمانہ مذاق سے مسئلہ منجھتا رہا، کیا وہ تردید کی کتابیں جو اہل

(۱) مقلدین کی علمی دیانت دیکھئے کہ مولوی عبداللہ غازی پوریؒ کے ایک فتویٰ کی آڑ میں جو ان کی ذاتی وشخصی رائے ہے اور اہلحدیث علماء میں سے کوئی بھی اس کا موید نہیں ہے بلکہ اس کی تردید اور اس فتویٰ کے خلاف ان کے فتاوے موجود ہیں۔ پھر بھی وہ صرف مولوی عبداللہ غازی پوریؒ کے فتویٰ کی بنا پر پوری جماعت اہلحدیث کو اپنی تقریروں اور تحریروں میں مطعون کرتے ہیں اور ان فتاویٰ کو دیدہ ودانستہ چھپاتے ہیں جو بعض اہلحدیث کی جانب سے جاری ہوئے اور فتاویٰ کی کتابوں میں موجود ہیں۔

مولانا سید نذیر حسینؒ کا فتویٰ فتاوی نذیریہ میں اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا فتویٰ فتاوی ثنائیہ میں موجود ہے۔

مولانا سید نذیر حسینؒ سے سوال کیا گیا

زید نے ایک عورت کو بلا نکاح ایک مدت تک اپنے پاس رکھا اور کسی قدر روپیہ بھی اسے دیتا رہا اب بعد چند برسوں کے زید اور عورت مذکورہ کو ہدایت توبہ ہوئی اور دونوں نے باہم عقد موافق شریعت کے کرلیا۔ اب جو مال کہ زید نے اس عورت کو حالت غیر نکاح میں دیا اب وہ مال اس عورت کے لئے حلال ہے یا نہیں اور اگر حلال نہیں تو اس کو کس جگہ خرچ کرنا چاہئے۔

اس سوال کا جواب مولانا سید نذیر حسین نے جو دیا وہ اس طرح ہے:

وہ روپیہ اس عورت کو حلال نہیں اس واسطے کہ یہ روپیہ اس عورت کو بمقابلہ زنا ملا ہے اور ایسا مال خبیث ہوتا ہے، وہ روپیہ عورت زید کو واپس کردے۔ (فتاویٰ نذیریہ، ج ۲، ص ۱۸۲، ۱۸۳، مطبوعہ ادارہ نور الایمان، دہلی) (ثبوت کے لئے ملاحظہ فرمائیں ضمیمہ ص ۹۰، ۹۱)

اسی طرح کا ایک فتویٰ اسی فتاویٰ نذیریہ میں دوسری جگہ یوں مرقوم ہے۔ واضح ہو کہ سبیل مال حرام کا یہ ہے شرعاً۔ کہ جس کسی کا مال بوجہ رشوت یا ربا یا حرام کاری اور زنا اور غنا سے جمع کیا ہو تو فرض وواجب ہے اس پر کہ ان مالوں کو بمالکان مال رد کرے اگر صاحبان مال موجود اور معلوم ہوں، ورنہ ان مالوں کو صدقہ کردے۔...... چنانچہ مال زانیہ ورقاصہ ورشوت خوار وسود خوار وغیرہ کا ہو پس ایسے لوگوں کے ہاتھ کچھ چیز بیچنا یا مزدوری کرنی اور وہ زانیہ وغیرہ ثمن اور اجرت ومزدوری مال حرام سے دیں تو بائع اور نوکر کو اس مال حرام کے عوض مبیعہ اور مزدوری کے لینا حرام ہے۔

فتاویٰ نذیریہ ج ۲ ص ۲۳۳ (ثبوت کے لئے ملاحظہ فرمائیں ضمیمہ ص ۹۲)

::::

حدیث ہی نے لکھی ہیں آپ کے ہاتھ نہیں پڑیں؟ اگر نہیں پڑیں تو آپ نے بے تحقیق کیسے زبان کھولی ؟وقد قال اللہ تبارک وتعالیٰ ﴿وَلَاتَقْفُ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا﴾ (۱) یعنی جس بات کا تمہیں علم نہ ہو اس میں لب نہ ہلاؤ، کانوں اور آنکھوں اور دل سے بھی قیامت کے دن حساب لیا جائے گا۔ اور اگر باوجود معلوم ہونے کے پھر کتمان کیا گیا ہے تو یہ وعید ہے "ومن اظلم ممن کتم شہادۃ عندہ من اللہ" (۲) یعنی جو شخص خدائی شہادت کو چھپائے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں، ہمیں افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے یہ کیوں ظاہر نہیں کیا کہ پھر اس مال کو کیا کیا جائے؟ اور لطف یہ ہے کہ مولوی صاحب نے اپنے مذہب کی کتابوں میں اس مسئلہ کو نہ ٹٹولا اور یونہی لکھ مارا، حنفی مذہب کی معتبر کتاب ذخیرۃ العقبیٰ اور چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں ہے "ان ماخذتہ الزانیۃ ان کان بعقد الاجارۃ فحلال عند الامام الاعظم" (۳) یعنی زانیہ عورت رنڈی زنا کی اجرت مقرر کر کے لے وہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک حلال ہے۔ اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے "واستاجر امرأۃ لیزنی بہا فزنیٰ بہا لایحد فی قول ابی حنیفۃ" (۴) یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی عورت کو زنا کی اجرت دے کر اس سے زنا کرے تو اس پر حد نہیں، اور ہم اہل حدیث زانیہ کی کمائی اور اس کے پیشہ کو حرام سمجھتے ہیں "قال رسول اللہ ﷺ مهر البغی حرام" (۵) یعنی زانیہ کی اجرت حرام ہے، افسوس نہ مولوی صاحب منھ کھولتے نہ کھلواتے فلیت النمل لم تطر کاش کہ چیونٹی کے پر نہ نکلتے۔

:::: فتاویٰ ثنائیہ میں یہ سوال وجواب موجود ہے۔
سوال: رنڈی کا مال توبہ کرنے کے بعد حلال ہے یا نہیں؟
جواب: خاکسار کی ناقص تحقیق میں رنڈی کا مال جو زنا سے پیدا کیا ہے بعد توبہ کے پاک نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج۲ص۴۶۸ کتاب البیوع (دیکھئے ضمیمہ ص۹۴)

(۱) بنی اسرائیل ۱۷/۳۶ (۲) البقرۃ ۲/۱۴۰
(۳) ذخیرۃ العقبیٰ ط۲۹۹ چلپی حاشیہ شرح وقایہ
(۴) فتاوی قاضی خاں ج۴ص۸۲۱
(۵) مسلم ج۲ صـ ۱۹ باب تحریم ثمن الکلب وحلوان الکاهن ومهر البغی حدیث کے الفاظ یہ ہیں "ثمن الکلب خبیث ومهر البغی خبیث وکسب الحجام خبیث" بخاری ج ۱ صـ ۳۰۴ کتاب الاجارۃ باب ماجاء فی کسب البغی والاماء. نسائی ج۲ صـ ۲۰۰ باب بیع الکلب /ترمذی ج ۱ صـ ۲۴۰ باب ماجاء فی ثمن الکلب / ابوداؤد صـ ۴۹۲ باب فی اثمان الکلب

نمبر۲: میں لکھتے ہیں کہ غیر مقلدین کے نزدیک کافر کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے، حوالہ دیا ہے، دلیل الطالب مصنفہ نواب صاحبؒ کا۔

جواباً گذارش ہے کہ یا تو مولوی صاحب دلیل الطالب کی عبارت اور معنیٰ سمجھ نہیں سکے یا عمداً تنکے کا تاڑ بنالیا ہے، دلیل الطالب میں بزبان عربی سوال جواب ہے۔

سوال: یہ ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ اور جو فریق مسلمانوں میں بوجہ اپنی تاویلات کے کافر ہیں ان کے ذبیحے کا حکم اہل کتاب کا سا ہے یا کچھ اور؟ اس کا مدلل و مفصل جواب نواب صاحبؒ نے لکھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ ان کے ذبیحے کی حرمت میں کوئی دلیل وارد نہیں ہوئی ہے(۱) میں جانتا ہوں کہ معترض صاحب کا تعامل تو ضرور نواب صاحبؒ ہی کے فتوی پر ہوگا، کیا جو لوگ تعزیہ پرست پیر پرست ہیں ان کا ذبیحہ وہ نہیں کھاتے؟ کیا جو لوگ اولیاء اللہ اور انبیاء اللہ کو مالک کل مانیں، صفات باری تعالیٰ عزاسمہ مخلوقات میں ثابت کریں ان کے کفر میں کوئی شک ہے؟ پھر آپ ہی فرمایئے ان کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟ باقی رہے سکھ، ہندو، چوہڑے، چمار وغیرہ ان کے ذبیحے کو نواب صاحبؒ حلال نہیں کہتے، دیکھئے اپنی تفسیر فتح البیان میں زیر آیت ﴿وطعام الذين اوتوا الكتاب﴾(۲) تحریر فرماتے ہیں "بخلاف الذين تمسكوا بغير التوراة والانجيل كصحف ابراهيم فلاتحل ذبائحهم"(۳) یعنی یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ ہمارے لئے حلال ہے ان کے سوا اور کفار کا حرام، کاش کہ آپ اہل حدیث کے ذمے یہ تہمت تھوپنے سے پہلے اپنے مذہب کی کتابوں کو ٹٹول لیتے، فتاوی عالمگیری مصری جلد سوم ص:۱۶۰ میں ہے "اذا ذبح کلبه وباع لحمه

(۱) ملاحظہ ہو دلیل الطالب، ص ۴۱۱ سوال کے الفاظ یہ ہیں، ما يقول السادة العلماء فى تحليل ذبائح اهل الكتاب و هل يلحق كفار التاويل بهم ام لا. (ثبوت کے لئے دیکھئے ضمیمہ ص ۱۳۴)

(۲) المائدة ۵/۵

(۳) فتح البيان فى مقاصد القرآن ج۲ ص ۲۱۷، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت۔ (ثبوت کے لئے دیکھئے ضمیمہ ص ۹۸)

جاز"(۱) یعنی جب کوئی اپنا کتا ذبح کر کے اس کا گوشت بیچے تو جائز ہے۔(۲)

نمبر۳: میں لکھتے ہیں کہ غیر مقلدوں کے نزدیک ایک مرد ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں کرسکتا ہے، کوئی اس کی حد نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ ہم پر صریح تہمت ہے خدایا کیسے وہ دل ہیں جو تجھے ایک، اور تیرے نبی کو برحق ماننے والوں کی عداوت سے پُر ہیں اور بیٹھے بٹھائے مسلمانوں کی ترقی کی راہوں میں روڑے اٹکانا چاہتے ہیں، نواب صاحب کی تفسیر فتح البیان اس وقت ہمارے سامنے کھلی رکھی ہے آیت ﴿**فانکحوا ماطاب لکم**﴾ (۳) کے تحت میں لکھتے ہیں **واما استدلال من استدل بالآیة علی جواز نکاح التسع باعتبار الواو الجامعة وکانه قال انکحوا مجموع هٰذا العدد المذکور فهذا جهل بالمعنیٰ العربی** (۴) یعنی جس

(۱) فتاویٰ عالمگیری المعروف به فتاویٰ هندیه. ج۳ صـ ۱۱۵ فی بیع المحرم الصید و فی بیع المحرمات

(۲) فقہ کے کچھ اور مسائل آپ ملاحظہ فرمائیں:

● مسلمان نے مجوسی کی بکری آتشکدہ کے واسطے خریدی ذبح کی یا کافر کی بکری ان کے معبودوں کے واسطے ذبح کی تو کھانا حلال ہے۔(مسلم ذبح شاة المجوسی لبیت نارهم اوالکافر لآلهتهم توکل۔(فتاویٰ عالمگیری ج۵ ص۲۸۶)

آگ سے اگر جانور کا گلا جلا دیا جائے تو حلال ہے۔ وحل الذبح بکل ما افری الا وداج و انهر الدم ای اساله و لو بنار، (درمختار ج۲ ص۲۲۷ کتاب الذبائح)

● رومی یا فارسی زبان میں اللہ کا نام لے کر ذبح کیا تو جائز ہے۔(فتاویٰ عالمگیری ج۵ ص۲۷۵)

● اگر کتے نے بکری سے جفتی کی اور بچہ مشترک پیدا ہو تو گوشت اور گھاس سامنے رکھ کر دیکھنا چاہئے اگر گھاس کھاتا ہے تو حلال اور گوشت کھائے تو حرام، اگر دونوں کھائے تو مارا جائے گا، اگر بھونکے تو کتے کے حکم میں ہے، ورنہ بکری کے، اگر دونوں آوازیں کرتا ہے تو ذبح کیا جائے اگر اوجھڑی نکلے تو کھایا جائے ورنہ نہیں۔(درمختار ج۲ ص۲۳۱ کتاب الذبائح/ فتاویٰ عالمگیری ج۵ ص۲۹۰) درمختار میں یہ مسئلہ منظوم منقول ہے۔

نوٹ: اس کے علاوہ مسائل دیکھنے کے لئے ملاحظہ فرمائیں حقیقۃ الفقہ، تحقیق شدہ ایڈیشن، مطبوعہ مکتبہ الفہیم، مئو

(۳) النساء۴/۳

(۴) فتح البیان فی مقاصد القرآن ج ۱ ص ۹.

شخص نے اس آیت سے نو بیویوں کو جمع کرنے کا استدلال کیا ہے وہ عربیت سے ناواقف ہے۔اس سے پہلے نواب صاحب نے ایک عالمانہ بحث کر کے لکھا ہے "**فالاولیٰ ان یستدل علیٰ تحریم الزیادۃ علی الاربع بالسنۃ**"[1] یعنی احادیث سے چار سے زیادہ بیویوں کے اجتماع کی حرمت ثابت ہے، پھر حضرت غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث لائے ہیں کہ جب وہ مسلمان ہوئے ان کی دس بیویاں تھیں آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے چار کو جو تمہیں پسند ہوں رکھ لو باقی کو طلاق دیدو[2]۔حنفی مذہب کی معتبر کتاب فتح القدیر میں حضرت ابوحنیفہؒ کے دادا استاد ابراہیم نخعی سے البتہ مروی ہے کہ شخص واحد کو آن واحد میں نو بیویوں کا جمع کرنا جائز ہے۔[3]

نمبر۴: میں لکھتے ہیں کہ غیر مقلدین کے نزدیک خشکی کے وہ کل جانور حلال ہیں جن میں خون نہیں (بدرو الاہلۃ)

میں کہتا ہوں بدرو الاہلۃ کی عبارت یہ ہے "وآنچہ از بری خون ندارد پس شناختۂ کہ قرآن دال است بر اصلیت حل وخارج نمی شود ازاں مگر ہماں کہ دلیل صحیح دال باشد بر تحریم آں"[4] یعنی اصل اشیاء میں حلت ہے جس جس جانور کی حرمت احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتی جائے گی وہ حرام اور ان کے ماسوا کل حلال ہیں۔اس کی کئی ایک دلیلیں ہیں ازآں جملہ فرمان

---

(۱) فتح البیان فی مقاصد القرآن ج ۱، ص ۹. (ثبوت کے لئے دیکھیں ضمیمہ ص۹۷)
(۲) غیلان ثقفی کی حدیث کے لئے ملاحظہ فرمائیں ترمذی ج ۱ صـ ۲۱۴ کتاب النکاح باب ماجاء فی الرجل یسلم وعندہ عشر نسوۃ / ابن ماجۃ ج ۱ صـ ۶۲۸
نوٹ: غیلان ثقفی کے علاوہ نوفل بن معاویہ الدیلی کی حدیث جس کو امام شافعی نے مسند میں نقل کیا ہے اور قیس بن حارث اسدی کی حدیث جسے ابن ماجہ نے نقل کیا ہے اسے بھی نواب صاحب نے اپنی تفسیر میں درج کیا ہے۔
(۳) فتح القدیر ج ۳ صـ۱۴۴
(۴) (بدور الاہلۃ، ص۳۴۸) (ترجمہ) جن بری حیوانات میں خون نہیں ہوتا ان کی بابت تم جان چکے کہ قرآن مجید اصولی طور پر ان کے حلال ہونے پر دلالت کرتا ہے اس اصول سے وہی خشکی والے بے خون حیوانات مستثنیٰ ہیں جن کی حرمت پر دلیل صحیح موجود ہو۔(ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو ضمیمہ ص ۱۰۸)

خداوندی ﴿قُلْ لَآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾(۱) اور كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا (۲) اور قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ﴾ (۳) وغیرہ اور فرمان رسالت مآب ﷺ وماسكت عنه فهو عفو (۴) وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کی حرمت قرآن وحدیث سے ثابت ہو جائے وہ حرام ہیں باقی سب حلال ہیں، (۵) خیر اسے تو اپنی جگہ پر رہنے دیجئے، حنفی مذہب کی کتاب فتاویٰ قاضی خاں میں ہے " لا بأس باكل دود الزنبور قبل ان ينفخ فيه الروح " (۶) یعنی جس بھڑ میں روح نہ پھکی ہو اس کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

نمبر ۵ : غیر مقلدین کے نزدیک سورنا پاک اور نجس نہیں، دلیل الطالب، ص: ۲۴۰

میں کہتا ہوں بیچارے ان پڑھ مسلمان تو جھوٹ بول کر توبہ بھی کر لیتے ہوں گے مگر ان مولویوں کو شاید توبہ بھی نصیب نہ ہوتی ہوگی، نہ جانے اہل حدیثوں سے کیوں ادھار کھائے بیٹھے ہیں ؟ دلیل الطالب کے اس صفحہ میں تو اس مسئلہ کا نام ونشان بھی نہیں وہاں حائضہ و مستحاضہ عورتوں کا بیان ہے (۷)۔

چہ دلاور ست مولوی کہ در بغل کتاب دارد

---

(۱) الانعام ۶/ ۱۴۵ (۲) البقرة ۲/ ۱۶۸ (۳) الاعراف ۷/ ۳۲
(۴) ابوداؤد صـ ۵۳۹ كتاب الاطعمة باب مالم يذكر تحريمه.
(۵) مصنف بدور الاهلة اپنی کتاب عرف الجادی میں لکھتے ہیں وظاہر تحریم اکل نمل است اجماعاً چیونٹی کے کھانے کا حرام ہونا دلیل ظاہر ہے، اجماعی طور پر ثابت ہے، عرف الجادی ص ۲۴۳ (ثبت کے لئے دیکھئے ضمیمہ ص ۱۰۴)
معلوم یہ ہوا کہ جماعت اہلحدیث کی جانب منسوب یہ بات من گھڑت اور جھوٹ ہے، فلعنة الله على الكاذبين.
(۶) فتاوی قاضی خان ج ۳ ص ۱۵۷/ ردالمحتار المعروف بہ فتاویٰ شامی ج ۹ ص ۴۴۲۔ (ثبوت کے لئے دیکھیں ضمیمہ ص ۱۶۶)
(۷) (ثبوت کے لئے دیکھئے ضمیمہ ص ۱۲۹)

بلکہ نواب صاحب نے تو دلیل الطالب کے ص: ۲۲۴ اور ص: ۲۲۵ میں سور کی نجاست پر تصریح کی ہے، لکھتے ہیں "حکم رجسیت خاص بخنزیر کرد" یعنی اللہ تعالیٰ نے سور کی نجاست پر خاصۃً حکم لگایا ہے۔(۱)

مولوی صاحب کا اہل حدیث سے بگڑنا تو حیرت انگیز امر نہیں، جب تک اہل حدیث کو برا بھلا نہ کہیں سفید سفید گول پیوں کا دیدار بھی نصیب نہ ہو، مگر غور طلب امر یہ ہے کہ نواب صاحب مرحوم نے ان کا کیا بگاڑا؟ ایک فوت شدہ خادم اسلام کے ذمے تہمتیں لگانا اپنے آپ کو اہلِ دنیا کا مجرم اور خدا کا گنہ گار بنانا ہے، درمختار جو حنفی مذہب کی بڑی معتبر کتاب ہے اس کو ملاحظہ فرمائیے، لکھا ہے "والخنزير ليس بنجس العين عند ابی حنيفة" (درمختار جلد پنجم ص: ۳۳۰)(۲) یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک سور ناپاک اور نجس العین نہیں، اور حلبی کبیر مع منیہ میں ہے " اما اذا دبغ جلد الخنزير فقد طهر ويجوز بيعهٗ والانتفاع به والصلوٰة فيه وعليه"(۳) یعنی سور کے چمڑے کو جب دباغت دی جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے اس کو بیچنا اور نفع اٹھانا اور اس کو پہن کر اور اس کی جانماز بنا کر نماز پڑھنا بھی جائز ہے، ردالمحتار والے نے بھی اسی صفحے میں نقل کیا ہے "فيحل بكل معلم ولو خنزيرا"(۴) یعنی ہر سدھے ہوئے جانور کے ساتھ شکار کھیلنا جائز ہے اگر چہ خنزیر یعنی سور ہو، اسی کتاب کے اسی صفحے میں ہے "والخنزير عند الامام ليس بنجس العين"(۵) یعنی سور امام صاحب کے نزدیک نجس العین نہیں، تجرید وغیرہ

---

(۱) (ثبوت کے لئے دیکھئے ضمیمہ ص ۱۲۴، ۱۲۵)

(۲) درمختار ج ۲ صـ ۲۶۲ کتاب الصيد (ثبوت کے لئے دیکھئے ضمیمہ ص ۱۵۰)

(۳) حاشية الطحاوی صـ ۹۰، منية المصلی صـ ۶۴، ۹۰، طحطاوی ج ۱ صـ ۹۷

درمختار ج ۲ صـ ۳۳۶ میں ہے "اكل جدی غذی بلبن خنزير" یعنی بکری کا بچہ جو سورنی کے دودھ سے پالا گیا ہو اس کا کھانا حلال ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "الخنزير اذا وقع فی المملحة فصار ملحا يطهر عندهما" یعنی سور نمک میں پڑ گیا اور نمک بن گیا تو امام ابوحنیفہ و محمد کے نزدیک پاک ہو گیا۔ فتاویٰ عالمگیری، ج ۱، ص ۲۸،

(۴، ۵) ردالمحتار ج ۱۰ صـ ۴۹ کتاب الصيد. (ثبوت کے لئے دیکھیں ضمیمہ ص ۱۶۸)

میں بھی یہی لکھا ہے،(۱) اچھا! اب اس کی تائید میں فقہ کے اقوال سنئے! ہدایہ یوسفی جلد۲ ص:۳۱۸ میں ہے "فان تزوج الذ می "(۲) یعنی کسی ذمی مرد نے ذمیہ عورت سے نکاح کیا اور شراب یا سور مہر میں مقرر کیا پھر دونوں یا دونوں میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو بھی مہر کا مقرر کردہ سور یا شراب اسے دیدے، پس سور اور شراب کا مہر اور اس مہر سے نکاح جائز، لیکن اگر قرآن پڑھا دینے یا سکھا دینے پر نکاح ہوا تو یہ مہر مہر نہیں چنانچہ درمختار جلد۲ ص:۳۶۲ میں ہے "وفی تعلیم القرآن "(۳) ہدایہ کتاب البیوع ص: ۳۹ جلد۳ فاروقی میں ہے "یجوز الانتفاع به للخرز لضرورة "(۴) یعنی سور کے بالوں سے گانٹھنا ضرورۃً جائز ہے، عینی میں ہے "جاز بیعه "(۵) یعنی سور کے بالوں کا بیچنا بھی جائز ہے، ہدایہ میں ہے اگر تھوڑے سے پانی میں بھی سور کے بال گر جائیں تو امام محمد کے نزدیک وہ پانی فاسد نہیں ہوگا اس لئے کہ سور کے بالوں سے نفع اٹھانے کا اطلاق دلیل ہے، اس بات کی کہ سور کے بال پاک ہیں، عبارت ملاحظہ ہو:

"وعند محمد لایفسد ہ لان اطلاق الانتفاع به دلیل طهارته "(۶)

درمختار کی شرح ردالمختار کے ص:۱۵۱ جلد اول مصری میں ہے "انه عند محمد طاهر "(۷) یعنی سور کے بال امام صاحب کے شاگرد محمد کے نزدیک پاک ہیں، اور اسی صفحہ میں ہے کہ اگر ایک درہم سے کم سور کے بال ساتھ لے کر نماز پڑھے تو نماز بھی ہو جائے گی،

---

(۱) تجرید بحواله درمختار ج۲ صـ ۲۶۲ کتاب الصید

(۲) "فان تزوج الذمی ذمیة علیٰ خمر او خنزیر ثم اسلما او اسلم احد هما فلها الخمر والخنزیر" هدایه ج۲ صـ ۳۳۸ / درمختار ج۱ صـ ۲۰۴ / شرح وقایه ج۲ صـ ۴۷ / البحر الرائق ج۳ صـ ۳۲۶

(۳) درمختار ج۱ صـ ۱۹۸

(۴) هدایه ج۳ صـ ۵۵ باب البیع الفاسد

(۵) عینی بحواله هدایه ج۳ صـ ۳۹

(۶) هدایه ج۳ صـ ۵۵ باب البیع الفاسد.

(۷) ردالمحتار ج۱ صـ ۳۶۰ (ثبوت کے لئے دیکھیں ضمیمہ ص ۱۵۳)

اوراگرتھوڑے سے پانی میں سور کے بال گر پڑیں تو وہ پانی بھی ناپاک نہ ہوگا۔(۱)

فتح القدیر جلد۶ ص:۶۴ میں ہے کہ گانٹھنے والے کے پاس اگر سور کے بال ہوں اور وہ انہیں لئے ہوئے نماز پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی،(۲)

عالمگیری جلد۳ مصری ص:۱۶۱ میں ہے "یجوز الانتفاع به للخرازین "(۳) یعنی سور کے بالوں سے فائدہ اٹھانا گانٹھنے والوں کو جائز ہے، ردالمختار جلد اول ص:۱۵۰ میں ہے "فی روایة عن ابی یوسف ذکرها فی المنیة " (۴) یعنی امام صاحب کے شاگرد ابو یوسف سے مروی ہے کہ ان کے نزدیک سور کی کھال بھی دباغت دے لینے سے پاک ہو جاتی ہے، فتاویٰ عالمگیری مصری جلد اول ص:۴۲ میں ہے "الخنزیر اذاوقع فی المملحة فصار ملحاً یطهرعند هما " (۵) یعنی سور نمک میں پڑ گیا اور نمک ہو گیا تو امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگرد محمد کے نزدیک پاک ہو گیا، یعنی ہر چہ در کان نمک رفت نمک شد، مبسوط میں ہے "واما جلدالخنزیر فقد روی عن ابی یوسف رحمه الله انه یطهر بالدباغ " (۶) یعنی ابو یوسف کے نزدیک سور کا چمڑا دباغت دینے سے پاک ہو جاتا ہے۔(فتح) اور نجس العین کے معنیٰ خود ردالمختار جلد اول ص:۱۵۰ میں لکھے ہیں کہ " ان ذاته بجمیع اجزآئه نجسة حیا ومیتا" (۷) یعنی نجس العین اسے کہتے ہیں جس کی ذات تمام اس کے اجزاء سمیت زندگی میں اور مرنے کے بعد ناپاک ہو، پس جب اس کے

---

(۱) ردالمحتار ج ۱ صـ ۳۶۰، الفاظ یہ ہیں" فلو صلی ومعه منه اکثر من قدرالدرهم لاتجوز ولووقع فی ماء قلیل نجسه وعند محمد لاینجسه .(ثبوت کے لئے دیکھئے ضمیمہ ص۱۵۳)

(۲) فتح القدیر ج۶ صـ ۶۲

(۳) فتاوی عالمگیری ج۳ صـ ۱۱۵ / فتاوی قاضی خان میں ہے خنزیر کے بال کی بیع اور کلب معلم کی بیع ہمارے نزدیک جائز ہے فتاوی قاضی خان ج۲ ص۳۳۵

(۴) ردالمحتار ج ۱ ص: ۳۵۷

(۵) فتاوی عالمگیری ج ۱ ص: ۲۸ / یہی بات فتاوی قاضی خاں میں بھی ہے اور اس میں اتنا اضافہ ہے کہ امام محمد کے نزدیک اس کا کھانا حلال ہے۔ ملاحظہ ہو فتاوی قاضی خان ج۱ ص:۷

(۶) حاشیة الطحاوی صـ ۹۰ / ردالمحتار ج ۱ صـ ۳۵۷/فتح القدیر، ج ۱، ص ۸۲.

(۷) ردالمحتار ج ۱ صـ ۳۵۷ (دیکھیں ضمیمہ ص۱۵۲)

بعض اجزاء مثلاً بال ہی پاک سمجھے گئے تو وہ نجس العین نہ رہا بلکہ طحطاوی مصری جلد اول ص: ۹۷ میں ہے: " ان جلد الخنزير يطهر بالد باغ ويجوز بيعه والانتفاع به والصلوٰة فيه وعليه "(۱) یعنی امام ابو یوسف سے جو امام ابوحنیفہ کے اعلیٰ درجہ کے شاگرد رشید ہیں ایک روایت میں ہے کہ سور کی کھال بھی دباغت دینے سے پاک ہوجاتی ہے، اسے بیچنا اس سے نفع حاصل کرنا اسے پہن کر نماز پڑھنا، اس کی جانماز بنا کر اس پر نماز پڑھنا بھی جائز ہے، اور درمختار مصری جلد چہارم ص: ۴۴۵ میں ہے "وصح توكيل مسلم ذمياً ببيع خمراو خنزير وشراء هما" (۲) یعنی مسلمان کسی سور کی یا شراب کی خرید و فروخت کے وقت کسی ذمی شخص کو اپنا وکیل بنالے تو یہ صحیح ہے۔

ناظرین کرام! چونکہ مسئلہ معرض بحث میں ہے اس لئے میں ایک مسئلہ اسی کے متعلق آپ کو حنفی مذہب کا اور بھی سنادوں۔

درمختار مصری جلد پنجم ص: ۲۴۰ میں لکھا ہے " حل اكل جدى غذى بلبن خنزير " (۳) یعنی بکری کا بچہ جو سورنی کے دودھ سے پالا گیا ہو اس کا کھانا حلال ہے، حنفی مذہب فقہ کی مشہور و معروف کتاب منیۃ المصلی مترجمہ بہ ترجمہ فارسی مطبوعہ فاروقی دہلی ص: ۶۵ سطر ۱۱ میں ہے "وروى عن ابى يوسف انه يطهر ويجوز بيعه " (۴) یعنی سور کی کھال بھی رنگ لینے سے پاک ہوجاتی ہے پھر اس کی تجارت جائز ہے۔ اسی کتاب کے ص: ۹۱ سطر ۷ میں ہے "لوصلىٰ فى جلد خنزير مدبوغ جاز وقد ساء" (۵) یعنی اگر کسی شخص نے سور کی رنگی ہوئی کھال پہن کر نماز پڑھی تو گو برائی کی لیکن اس کی نماز ہوجائے گی، نماز سور کی کھال پہنے ہوئے جائز ہے، پس دراصل اہلحدیث تو سور کو نجس کہتے ہیں ہاں البتہ حنفی مذہب کی کتابوں میں اسکا نجس العین نہ ہونا لکھا ہے، عبارتیں آپ کے سامنے ہیں۔

---

(۱) حاشية الطحاوى صـ ۹۰ / منية المصلى صـ ۶۴
(۲) درمختار ج ۲ صـ ۱۰۳ كتاب الوكالة
(۳) درمختار ج ۲ صـ ۲۳۶ (۴) منية المصلى صـ ۶۴ (۵) منية المصلى صـ ۹۰

نمبر۶: میں لکھتے ہیں، غیر مقلدین کے نزدیک تمام جانوروں اور انسانوں کا خون سوائے حیض ونفاس کے پاک ہے، حوالہ دیا ہے دلیل الطالب ص:۲۳۰ کا۔

سنئے! دلیل الطالب میں سوال ہے کہ انسانوں اور گھوڑوں کے خون اور گوشت کا کیا حکم ہے، (۱) جواب دیا ہے کہ انسانوں اور گھوڑوں کے خون کی ناپا کی پر کوئی دلیل نہیں، اور اسی طرح ہر ایک ماکول اللحم جانور کا خون پاک ہے، مولوی صاحب کا اس صاف مسئلہ کو بگاڑ کر کل جانور یعنی غیر ماکول اللحم کو بھی شامل کر لینا جسارت اور دلیری ہے، دیکھئے بہت بڑی لمبی بحث کے بعد نواب صاحب دلیل الطالب ص:۲۳۱ میں لکھتے ہیں ''ہیچ وجہ برائے حکم نجاست دم آدمی وخیل وابل ونحو آن از ماکولات نیست'' یعنی انسان اور گھوڑے اور اونٹ اور حلال جانوروں کے خون کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں (۲)، میں محض مولوی صاحب کی دلجمعی کے لئے چند دلائل اس کے بیان کر دیتا ہوں، کیونکہ بوجہ مشاغل کثیرہ ضروریہ کے اتنا وقت دستیاب نہیں جو میں تطویل کروں، دیکھئے صحیح بخاری کے پہلے پارہ میں ہے " یذکر عن جابر ان النبی ﷺ کان فی غزوۃ ذات الرقاع فرمی رجل بسهم فنزفه الدم فرکع وسجد ومضی فی صلوته وقال الحسن مازال المسلمون یصلون فی جراحاتهم وقال طاؤس ومحمد بن علی وعطاء واهل الحجاز لیس فی الدم وضوء عصر ابن عمر بثرة فخرج منها دم فلم یتوضا وبزق ابن ابی اوفیٰ دما فمضیٰ فی صلوته وقال ابن عمر والحسن فیمن احتجم لیس علیه الاغسل محاجمه " (۳) اور فتح الباری میں اس کے ماتحت لکھا ہے "ان عمر صلیٰ وجرحه یتبع دما" اور لکھا ہے اخرج اسماعیل القاضی من طریق

(۱) ملاحظہ ہو دلیل الطالب علیٰ ارجح المطالب مصنفہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، ص۲۲۷ (ثبوت کے لئے دیکھیں ضمیمہ ص۱۲۶)
(۲) (ثبوت کے لئے دیکھیں ضمیمہ ص۱۲۸)
(۳) بخاری ج۱ صـ۲۹ کتاب الوضوء باب من لم یر الوضوء الامن المخرجین القبل والدبر

ابی الزناد عن الفقهاء السبعة من اهل المدينة وهو قول مالك والشافعي "
(۱) یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ ذات الرقاع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں میں سے ایک صحابی عباد بن بشر الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک کافر نے نماز پڑھتے ہوئے تین تیر مارے جس سے اس قدر خون نکلا کہ وہ ناطاقت ہوگئے، مگر اپنی نماز میں لگے رہے یہاں تک کہ اسے پوری کی اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان ہمیشہ زخم کھاتے رہے اور زخموں کی حالت میں نماز پڑھتے رہے اور حضرت طاؤس اور محمد بن علی اور اہل حجاز کا یہی مذہب ہے کہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے پھوڑے کو دبوچ کر اس میں سے خون نکال دیا اور بلا وضو کئے نماز پڑھی، اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منھ سے خون نکلا اور انھوں نے تھوک دیا اور نماز پڑھتے رہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں جو پچھنے لگوائے اس پر وضو نہیں۔ اور خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کے جسم میں سے خون نکلتا رہا اور آپ نماز پڑھتے رہے، مدینہ کے ساتوں فقہاء اور امام مالکؒ اور امام شافعی رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ حضرت معاذؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، سالم بن عبداللہ، طاؤس، حسن، قاسم، عطا، مکحول، سعید بن مسیب، ربیعہ مالک، ابوثور، یحییٰ بن سعید انصاری، جابر بن عبداللہ، ابو ہریرہ، عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان سب کا بھی یہی مذہب ہے، ان کے علاوہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے (عون المعبود) (۲) اسی طرح جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کا خون پاک ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے دھوئے گوشت کو پکایا کرتی تھیں جو خون آلودہ ہوتا تھا، (۳) جن جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے کیا ان کے گوشت میں پھر خون کی آمیزش نہیں رہتی، اگر آپ کی تشفی اب بھی نہ ہوئی ہو تو لیجئے ہم آپ کے آدمیوں کو شہادت میں پیش کریں، حنفی مذہب کی معتبر کتاب حلبی کبیر میں ہے "والدم النجس هو الدم المسفوح اور فماليس

---

(۲) فتح الباری ج ا صـ ۳۷۳
(۲) عون المعبود ج ا صـ ۲۳۱ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند/مکتبۃ الفہیم مئو
(۳) تفسیر فتح القدیر ج ا صـ ۱۶۹

بمسفوح لایکون حراما فلایکون نجساً "(۱) یعنی جانوروں کو ذبح کرنے کے وقت جو خون گردن کی رگوں میں سے نکلتا ہے وہ حرام ہے اور وہ نجس ہے اور اس کے سوا کوئی خون نجس نہیں، لیجئے جو نواب صاحب نے لکھا تھا وہی مذہب تمہارے اماموں کا ہے، اب آپ کو اختیار ہے شوق سے گالیاں دیجئے، مگر انصاف یہ ہے کہ نمبروار کام ہو پہلے اپنے اماموں کو لیجئے، پھر اگر کچھ ہمت باقی ہو تو نواب صاحب کو اور اگر پھر بھی سانس پھول نہ جائے تو اہل حدیث کے گناہ دھونا، حنفی مذہب کی معتبر کتاب شامی اور فتاوی قاضی خاں وعالمگیری وغیرہ میں ہے "لورعف فکتب الفاتحة بالدم علی جبهته وانفه جاز"(۲) یعنی اگر نکسیر پھوٹی ہو اور سورہ فاتحہ کو اپنی پیشانی اور ناک پر خون سے لکھے تو جائز ہے، لیجئے صاحب نہ صرف خون کا پاک ہونا بلکہ اس سے قرآن کا لکھنا اور وہ بھی انسان کی پیشانی پر آپ کے ہاں جائز ہے، بلکہ آپ کے مذہب کی بہت ہی معتبر اور مستند کتاب ردالمحتار جلد اول ص:۱۵۴ میں اس مسئلے کے لکھنے کے بعد یہ بھی لکھا ہوا ہے "وبالبول ایضاً"(۳) یعنی طلب شفا کے لئے سورہ فاتحہ (الحمد شریف) پوری اگر کوئی شخص پیشاب سے بھی اپنی پیشانی اور ناک پر لکھ لے تو جائز ہے، بلکہ آپ کے مذہب کی معتبر کتاب مراقی الفلاح مصری جلد اول ص:۹۰ میں ہے "وعفی رشاش بول"(۴) یعنی پیشاب کے بہت ہی باریک چھینٹے کپڑے یا بدن پر خواہ کتنے ہی پڑے ہوں یہاں تک کہ کپڑا یا بدن بھر گیا ہو پھر بھی وہ سب معاف ہیں، ہدایہ یوسفی جلد اول ۷۱ باب الانجاس میں ہے "قدر الدرهم ومادونه من النجس المغلظ كالدم والبول والخمر وخرء الدجاج وبول الحمار جازت الصلوٰة

---

(۱) ذخیرۃ العقبیٰ ص ۳۶ و ص ۵۳ میں ہے فإن النجس هو الدم المسفوح اور فغير المسفوح لا يكون محرماً فلا يكون نجساً۔

(۲) ردالمحتار ج ۱ صـ ۳۶۵ / ردالمحتار کے موجودہ نسخہ میں "لورعف" کے بجائے "لوعرف" ہے / فتاویٰ قاضی خان ج ۴ صـ ۴۰۸

(۳) ردالمحتار ج ۱ صـ ۳۶۵ (دیکھیں ضمیمہ ص ۱۵۵)

(۴) مراقی الفلاح ج ۱ صـ ۸۴

معہ" (۱) یعنی سخت اور غلیظ نجاست جیسے کہ ناپاک خون اور پیشاب اور شراب اور مرغ کی بیٹ اور گدھے کا پیشاب وغیرہ اگر بدن یا کپڑے پر بقدر ایک درہم کے لگا ہوا ہو تو بھی نماز ہو جائے گی (بقدر درہم سے مراد ہتھیلی کی چوڑائی کے برابر ہونا یا وزن میں ایک مثقال ہونا ہے جیسے کہ ہدایہ کے اس کے بعد کے صفحے میں تفصیل موجود ہے (۲) آپ کے مذہب کی اسی مثلِ قرآن کتاب ہدایہ کے اسی باب میں ص:۷۳ میں ہے "جازت الصلوٰة معه حتى يبلغ ربع الثوب يروىٰ ذٰلك عن ابى حنيفة" (۳) یعنی اگر نجاست خفیف ہو اور اس سے کپڑا نجس ہو گیا ہو تو چوتھائی حصے تک پہنچنے کے پہلے پہلے اسی کو پہنے ہوئے نماز پڑھ لینا جائز ہے، امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہی روایت کیا گیا ہے، اسی کتاب کے اسی باب میں ص:۷۳ میں ہے "ان اصابه خرء مالايوكل لحمه من الطيور اكثر من قدر الدرهم اجزأت الصلوٰة فيه" (۴) یعنی اگر حرام پرندوں کی بیٹ کپڑے پر ہتھیلی کی چوڑائی اور ایک مثقال کے وزن سے بھی زیادہ ہو تو بھی نماز ہو جائے گی۔

نمبر۷: میں لکھا ہے کہ غیر مقلدین کے ہاں مال تجارت میں زکوٰۃ نہیں۔

میں متعجب ہوں کہ مولوی صاحب کو اپنی عمر میں کبھی کتابیں دیکھنے کا اتفاق پڑا ہے یا نہیں؟

---

(۱) هدایه ج ۱ صـ ۷۴ / باب الانجاس و تطهیرها. شرح وقایه ج ۱ صـ ۱۲۴ / بدائع الصنائع ج ۱ صـ ۲۳۳ / البحرالرائق ج ۱ صـ ۳۹۵ / فتاوی عالمگیری ج ۱ صـ ۴۵

(۲) هدایه ج ۱ صـ ۷۵/ البحرالرائق ج ۱ صـ ۳۹۶

(۳) هدایه ج ۱ صـ ۷۵ / شرح وقایه ج ۱ صـ ۱۲۴ / درمختار ج ۱ صـ ۵۵ البحرالرائق ج ۱ صـ ۴۰۷ / فتاوی عالمگیری ج ۱ صـ ۴۶

(۴) هدایه ج ۱ صـ ۷۷، باب الانجاس و تطهیرها/ شرح وقایه ج ۱ صـ ۱۲۴ / البحرالرائق ج ۱ صـ ۴۰۴ / بدائع الصنائع ج ۱ صـ ۱۹۸ / فتاوی قاضی خان ج ۱ صـ ۱۰

ہمارے ہاں تو مالِ تجارت میں زکوٰۃ ہے "ولو قال قائل بخلافه"[1] محدثین نے اس پر تبویب کی ہے ابوداؤد میں صریح حدیث ہے "كان رسول الله ﷺ يأمرنا ان نخرج الصدقة من الذى نعده للبيع "[2] یعنی ہمیں رسول اللہ ﷺ مال تجارت میں سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم فرمایا کرتے، زکوٰۃ کو ٹال دینے والے فرقے کی اگر آپ کو تلاش ہو تو آیئے میں پتہ بتلاؤں، حنفی مذہب کی معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے " رجل له مأتا درهم واراد ان لا تلزمه الزكوٰة فالحيلة له ان يتصدق بدرهم قبل تمام الحول بيوم حتى يكون النصاب ناقصا فى اٰخر الحول اويهب ذلك الدرهم لابنه الصغير قبل تمام الحول بيوم اويهب الدراهم كلها لابنه الصغير اويصرف الدراهم على اولاده فلايجب الزكوٰة "[3] یعنی جو شخص مالک نصاب ہو اور وہ کسی حیلہ سے زکوٰۃ نہ دینا چاہے تو حنفی مذہب میں اس کے چار حیلے ہیں ان میں سے کسی کو کرے زکوٰۃ اس پر نہیں آئے گی، زکوٰۃ نہ دینی پڑے اس نیت سے سال بھر ختم ہونے سے پہلے دوسو درہم میں سے ایک کو خیرات کردے (تاکہ پانچ کے عوض ایک سے ہی چھٹکارا ہوجائے) یا اپنے کم سن بچے کو دیدے (تاکہ خرچ نہ کرڈالے) یا کل درہم اپنے چھوٹے بیٹے کے نام ہبہ کرڈالے (تاکہ ملکیت باقی رہے) یا اپنی اولاد پر خرچ کرڈالے (مثلاً بیاہ ، شادی کردے تاکہ بہ یک کرشمہ دوکار ہوجائے) اور حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد قاضی ابویوسف ایسا ہی کیا کرتے تھے،

---

(۱) یہاں بھی قیاسی حضرات نے الٹی گنگا بہائی ہے، نواب صدیق حسن کی رائے کو جو بدورالاہلہ ص ۱۰۱ و ۱۰۲ میں مرقوم ہے اور جس کی انھوں نے اپنے اعتبار سے وجہ بھی بتائی ہے پوری جماعت اہلحدیث کی رائے بنادیا ہے، لیکن جماعت اہلحدیث کے جن علماء نے صراحۃً لکھا ہے کہ مال تجارت میں زکوٰۃ ہے اس سے اندھے بن گئے ہیں۔ اگر واقعۃً معلوم نہیں ہے کہ اہلحدیث علماء کا مال تجارت کی زکوٰۃ کے بارے میں کیا نظریہ ہے، تو دیکھئے فتاویٰ نذیریہ ج ۲، ص ۹۳ تا ۹۶ جہاں صراحۃً لکھا ہے کہ مال تجارت میں زکوٰۃ فرض ہے اور اس کے لئے قرآن کی آیت انفقوا من طيبات ما كسبتم و مما اخرجنا لكم من الارض کو دلیل بتایا ہے۔ (ثبوت کے لئے دیکھیں ضمیمہ ص ۸۶ تا ۸۹) اسی طرح دیکھئے مرعاۃ ج ۶ ص ۱۷۵۔

(۲) ابوداؤد ص ۲۱۸ باب العروض اذا كانت للتجارة هل فيها زكوٰة

(۳) فتاوى عالمگیری ج ۶ ص ۳۹۱ كتاب الحيل

دیکھئے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسف اپنا مال آخر سال میں بیوی کے نام ہبہ کر دیتے تھے اور بیوی کا اپنے نام تاکہ مال پر نہ سال پورا ہو، نہ دونوں میں سے ایک کو بھی زکوٰۃ دینی پڑے، امام ابوحنیفہ صاحبؒ سے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا یہ ان کی فقاہت ہے(۱)

نمبر ۸: کوئی کچھ ہی کہے میں تو مولوی مہدی حسن صاحب مصنف رسالہ "قطع الوتین" اور مولوی جودت رام پوری مصنف رسالہ "غیر مقلدین کا مذہب" کو داد دوں گا۔

آپ خیال کیجئے کوئی شخص دن کو رات اور میٹھے کو کڑوا بتائے تو اس کو کامل العقل انسان کہنا چاہئے یا نہیں؟ مسئلہ یہ ہے کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ میں حدیث ہے "الذهب بالذهب والفضة بالفضة والشعير بالشعير والبر بالبر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء يداً بيدٍ" (۲) یعنی سونے کو سونے کے بدلے اور چاندی کو چاندی کے بدلے اور جو کو جو کے بدلے اور گیہوں کو گیہوں کے بدلے اور کھجور کو کھجور کے بدلے اور نمک کو نمک کے بدلے برابر برابر اور ہاتھوں ہاتھ (نقد) لین دین کرنا چاہئے، اس مسئلہ کو نواب صاحب وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ان چھ چیزوں کی تبدیلی کے وقت جب دونوں طرف ایک چیز ہو تو کمی زیادتی اور ادھار جائز نہیں بلکہ سود ہے ہاں جب چیزیں مختلف ہوں یعنی ایک طرف ایک ہو اور دوسری طرف دوسری تو کمی زیادتی جائز ہے مگر ادھار پھر بھی جائز نہیں(۳)، مولوی صاحب نے اس کی کایا پلٹ کر بکری کو کتے کی شکل میں

---

(۱) إحياء علوم الدين للغزالي ج۱ ص ۱۷ (ط۔ عالم الكتب) الفاظ یہ ہیں حكي أنّ أبا يوسف القاضي كان يهب ماله لزوجته آخر الحول و يستوهب مالها اسقاطاً للزكوٰة فحكى ذلك لأبي حنيفة رحمه الله فقال ذلك من فقهه۔

(۲) بخاري ج ۱ صـ ۲۹۰ كتاب البيوع باب بيع الذهب بالذهب / صحيح مسلم ج ۲ صـ ۲۵ كتاب المساقاة والمزارعة باب الربا.

(۳) بدور الاهلة من ربط المسائل بالأدلة ص۱۰۲

پیش کیا ہے اور ایسے الفاظ میں بیان کیا ہے جس سے عوام الناس سمجھیں کہ اہل حدیث کے ہاں سود جائز ہے۔

ناظرین نے مولوی صاحب کی دیانت داری اور راست گوئی معلوم کرلی ہوگی، یہ نمونہ ہے اس اندرونی بغض کا جو ابلا پڑتا ہے، ''ہر چہ درد یگ بود بر چمچہ آید'' "قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفي صدورهم اكبر" (۱) کچھ تو ان کی دشمنیاں زبان سے ظاہر ہو چکی ہیں اور جو عداوتیں ان کی ضمیر میں پوشیدہ ہیں وہ زبردست ہیں "اللّٰهم انا نجعلك فى نحورهم ونعوذبك من شرورهم حسبنا الله ونعم الوكيل" ہم تو سود کو حلال کہنے والے پر لعنت کرتے ہیں آپ بھی آمین کہیں، پھر اپنے حنفی مذہب کی بہت بڑی معتبر کتاب ہدایہ شریف کو دیکھئے اس میں ہے "لاربوٰ بين المسلم والحربى فى دار الحرب" (۲) یعنی دارالحرب میں مسلمان حربی کافر سے سود لے سکتا ہے، ہدایہ جلد سوم فاروقی ص: ۷۰ باب الربٰو میں ہے "لاربوٰ بين المولٰى وعبده" (۳) یعنی غلام اور آقا میں سودی لین دین میں کوئی حرج نہیں، اسی صفحہ میں اس سود کی حلت کی وجہ یہ لکھی ہے کہ "لان مالهم مباح فى دارهم فباى طريق اخذه المسلم اخذ مالاًمباحاً" (۴) یعنی کفار کا مال ان کی سلطنت دارالحرب میں مسلمانوں کے لئے مباح ہے، جس طرح سے چاہے لے لے وہ مال مباح اور حلال طیب ہی رہے گا، آپ اس بات پر بھی بخوبی غور کرلیجئے کہ آپ نے جو تمسخراً لکھا ہے کہ غیر مقلد ہوجائے تو پھر تو دنیا ہی میں جنت ہے، اب فرمائیے کہ غیر مقلد ہوجانے سے دنیا کی جنت ملے گی یا مقلد اور وہ بھی حنفی ہونے سے؟

---

(۱) آل عمران ۳/ ۱۱۸

(۲) هدایه ج۳ صـ ۸٦ باب الربوٰ / د رمختار ج ۲ صـ ۴۳ / البحر الرائق ج٦ ۳۲٦ / قدوری صـ ۸۳

(۳) ایضاً

(۴) هدایه ج۳ صـ ۸٦ باب الربوٰ

نمبر ۹: میں اعتراض ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک جنبی اور ناپاک آدمی کو جائز ہے کہ وہ قرآن مجید کو بغیر غسل کئے ہوئے چھوئے، ہاتھ لگائے، اٹھائے رکھے، حوالہ دیا ہے دلیل الطالب، بنیان المرصوص اور عرف الجادی کا"

میں کہتا ہوں دلیل الطالب میں طرفین کے دلائل ... ح وقدح نقل کئے ہیں، (۱) عرف الجادی کی نسبت بہتان ہے عبارت عرف الجادی ص: ۱۵ کی یہ ہے "جنب وحائض را در آمدن بمسجد وخواندن قرآن حرام ست نہ حلال، اگر چہ محدث را مس مصحف جائز باشد (۲)، یعنی حائضہ عورت اور جنبی شخص کو مسجد میں آنا اور قرآن کریم کا پڑھنا حرام ہے ہاں محدث (یعنی بے وضو شخص) کو قرآن کا چھونا جائز ہے اور بنیان المرصوص کے ص: ۱۰ میں ہے" قرآن را مس نکند مگر طاہر" یعنی قرآن مجید کو ناپاکی کی حالت میں ہاتھ نہ لگائے، مولوی صاحب کی دلیری پر میں متعجب ہوں، بات یہ ہے کہ شاید ان لوگوں نے اپنے دل میں سمجھ لیا ہے کہ محمدیوں کی بہت تھوڑی سی جماعت ہے اور ہم بہت بڑی جماعت ہیں، ہم ان پر غالب رہیں گے، اور وہ ہمیشہ مغلوب رہیں گے، ہم جو کچھ چاہیں کہتے چلے جائیں ان میں سے کسی کی مجال نہیں کہ ہمارے مقابلہ میں لب کھولے یا زبان ہلائے، مگر انہیں معلوم نہیں "كم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله" (۳) یعنی بسا اوقات تھوڑے تھوڑے لوگوں نے بڑی بڑی جماعتوں کے منہ پھیر دیئے ہیں۔ کیا انھوں نے حدیث کا یہ جملہ نہیں سنا "ناس قليل بين ناس كثير وفى رواية لايضرهم من خالفهم " (۴) یعنی حق

(۱) ملاحظہ ہو، ص ۲۵۲-۲۵۴ (ثبوت کے لئے دیکھیں ضمیمہ ص ۱۳۰-۱۳۲)

(۲) (ثبوت کے لئے دیکھیں ضمیمہ ص ۱۱۵)

(۳) البقرة ۲/ ۲۴۹

(۴) بخاری ج ۱ صـ ۱۶ باب من يرد الله به خيرا يفقهه فى الدين / مسلم ج ۲ صـ ۱۴۲ کتاب الامارة / ابو داؤد صـ ۵۸۴ کتاب الفتن / ابن ماجة ج ۲ صـ ۱۳۰۴ باب مايكون من الفتن .

والوں کی گنتی بہت کم ہوگی، اوران کے مقابل بہت لوگ ہوں گے مگر وہ ان کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچاسکیں گے، دیکھئے کمی زیادتی کی نسبت برابر کے لوگوں میں دیکھی جاتی ہے جہاں برابری نہ ہو وہاں اقل واکثر کی نسبت محض بیکار ہے، خیال تو کیجئے کہاں حنفی اور کہاں محمدی دوسرے لفظوں میں کہاں حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور کہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ،

آپ اپنے مقلّد پر خوشی منایئے ہم اپنے متبع پر نازاں ہیں
کسی کا ہورہے کوئی نبی کے ہورہے ہیں ہم

بیشک یہ مسئلہ حنفی مذہب کی معتبر کتاب ذخیرۃ العقبیٰ حاشیہ شرح وقایہ میں ہے لکھتے ہیں "لوتمضمض الجنب أوغسل يديه روى عن ابى حنيفة انه لابأس ان يقرأ القرآن اويمسه"[1] یعنی آدمی ہمبستری سے فارغ ہوتے ہی اگر کلی کر کے صرف ہاتھ دھوکر قرآن شریف پڑھے اوراس کو چھوئے تو کوئی جرم نہیں، یہی مذہب ہے ابوحنیفہ کا، لیجئے حضرت فقط چھونا نہیں بلکہ پڑھنا بھی جائز۔

نمبر۱۰: میں لکھا ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک چاندی سونے کے زیوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے (بدور الاہلۃ)

جواب: ہم اہل حدیث قائل ہیں کہ زیور میں زکوٰۃ ہے کتب صحاح ستہ دیکھنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے "ولوقال قائل بخلافه" اور ہمارے پاس یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ

---

(۱) ذخیرۃ العقبیٰ حاشیہ شرح وقایہ چلپی ص ۱۰۴ / فتاوی عالمگیری میں ہے "ان غسل الجنب فمه ليقرا لم يحل له ذلك هكذا فى محيط السرخسى وهو الصحيح هكذا فى السراج الوهاج" اس عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض ائمۂ احناف کے نزدیک صرف ہاتھ دھوکر اور کلی کر کے جنبی کے لئے قرآن پڑھنا جائز ہے، اگرچہ صحیح قول اس کے خلاف ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ عالمگیری ج۱ ص ۳۸ فی احکام الحیض والنفاس والاستحاضۃ)

نوٹ:- حنفی مذہب میں قرآن مجید کو خون سے آدمی کی پیشانی پر لکھنا جائز قرار دیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ عالمگیری ج۵ ص ۳۵۶/ غایۃ الاوطار ج۱ ص ۱۰۷) اور یہ بھی مسئلہ موجود ہے کہ زندہ یا مردہ جانور و کم عمر لڑکی سے وطی کرنے والے کا نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ اس پر غسل واجب ہوتا ہے۔ (درمختار ج۱ ص ۳۱/ غایۃ الاوطار ج۱ ص ۸۳)

ﷺ کے پاس دو عورتیں آئیں اور ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے آپ نے فرمایا تم ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ انھوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا تمہیں ان کے بدلے آگ کے کنگن پہنائے جائیں گے، (۱) یہ حدیث گو سنداً ضعیف ہے، مگر کثرت طرق سے ضعف منجبر ہو گیا اور درجہ حسن تک پہنچ کر قابل عمل ہو گئی ہے (۲) اسی طرح فرمانِ خداوندی " الذین یکنزون الذهب والفضة ولاینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم " (۳) بھی باعتبار عمومیت کے زیوروں کو شامل ہے، کیونکہ سونا چاندی وہ بھی ہیں، یہ تو ہوا ہمارے ہاں کا مسئلہ، اب آپ سنئے، آپ کے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک زکوٰۃ فرض نہ ہو اس لئے سال تمام ہونے سے پہلے اس شخص کو جس کے جانوروں میں زکوٰۃ کل واجب ہو جاتی ہو جائز ہے کہ آج کسی اور معتبر آدمی کے نام جس سے یہ خوف نہ ہو کہ اپنا کر لے گا ہبہ کر دینا پھر کچھ دنوں بعد واپس لے لینا تا کہ زکوٰۃ سے بچ جائے جائز ہے، ملاحظہ ہو عالمگیری کی کتاب الحیل۔ (۴)

---

(۱) ترمذی ج ۱ ص ۱۳۸ کتاب الزکوٰۃ باب ماجاء فی زکوٰۃ الحلی.

(۲) اس حدیث کی سند میں دو راوی مثنی بن الصباح اور ابن لھیعہ ضعیف ہیں، لیکن ابوداؤد نے اس روایت کو صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے، منذری لکھتے ہیں اسناده لامقال فیه فان اباداؤد رواه عن ابی کامل الجحدری وحمید بن مسعدة وهما من الثقات احتج بهما مسلم وخالد بن الحارث امام فقیه احتج به البخاری ومسلم وکذلک حصین بن ذکوان المعلم احتج به فی الصحیح ووثقه ابن المدینی وابن معین وابوحاتم وعمروبن شعیب فهو ممن قد علم وهذا اسناد یقوم به الحجة ان شاء الله تعالیٰ (تحفة الاحوذی ج ۳ ص ۲۳۰)

(۳) التوبة ۹/۳۴ (۴) فتاویٰ عالمگیری کتاب الحیل ج ۶، ص ۳۹۱.

نوٹ: - سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ کا مسئلہ مختلف فیہ ہے امام ترمذی کے بیان کے مطابق حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عمر، جابر بن عبداللہ اور انس بن مالک زیورات میں زکوٰۃ کے قائل نہیں تھے اور یہی مسلک امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق بن راھویہ کا بھی ہے صاحب سبل السلام لکھتے ہیں زیورات کی زکوٰۃ کے سلسلے میں چار اقوال ہیں۔

۱- زکوٰۃ واجب ہے۔ ہادویہ و سلف کی ایک جماعت اسی کی قائل ہے اور امام شافعی کا قول اسی کی تائید میں ہے۔

۲- زکوٰۃ نہیں ہے۔ امام مالک، امام احمد کا یہی مسلک ہے اور امام شافعی کا ایک قول یہ بھی ہے۔ :::: ::::

نمبر ۱۱: میں لکھا ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک شراب نجس نہیں پاک ہے۔

محض غلط، ہم تو شراب کو ناپاک اور نجس کہتے ہیں، یہ دھوکہ شاید آپ کو آپ کی کتابوں سے ہوا ہوگا کیونکہ حنفی مذہب کی معتبر کتاب فتاوی قاضی خاں میں ہے:

''اگر ہاتھ پر کوئی ناپاکی مثلاً شراب منی وغیرہ لگ گئی ہو تو وہ تین بار چاٹ لینے سے پاک ہوجاتا ہے'' (۱)

نمبر ۱۲: شاخ ہے نمبر ۸ کی اس کا جواب نمبر ۸ میں ملاحظہ ہو۔

نمبر ۱۳: میں ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک منی پاک ہے''

سنئے! ہم کہتے ہیں کہ جب منی غلیظ ہو اور کپڑے پر خشک ہوجائے تو صرف کھرچ ڈالنے سے کپڑا پاک ہوجائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے "عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها

:::: :::: ۳-زیورات کی زکوٰۃ اسے عاریۃً دینا ہے۔

۴-صرف ایک بار زکوٰۃ واجب ہے۔

نواب صدیق حسن خاں نے بدور الاھلہ ص ۱۰۱ میں اپنے موقف پر جو استدلال کیا ہے وہ ان کی اجتہادی غلطی ہے ورنہ اہلحدیث علماء زیورات میں زکوٰۃ کے قائل ہیں۔ (دیکھئے مرعاۃ ج ۱ ص ۱۶۶/ تحفۃ الاحوذی ج ۳ ص ۲۲۶)

(۱) فتاویٰ قاضی خان ج ۱ صـ ۱۱، فتاویٰ عالمگیری میں ہے اذا اصابت النجاسة بعض اعضائه ولحسها بلسانه حتى ذهب اثره يطهر، فتاویٰ عالمگیری ج ۱، صـ ۴۵.

ہدایہ جسے علماء احناف کالقرآن کہتے ہیں اس میں ہے يتخذ من الحنطة والشعير والعسل والذرة حلالٌ عند أبي حنيفة ولا يحد شاربهٗ و إن سكر منه ولا يقع طلاق السكران منه۔ (ہدایہ ج ۴ ص ۴۹۶ کتاب الاشربۃ) ترجمہ: گیہوں، جو، شہد اور جوار سے تیار کی گئی شراب ابوحنیفہ کے نزدیک حلال ہے۔ ان شرابوں کو پینے والوں پر حد جاری نہیں کی جائے گی اگرچہ اس کے پینے سے وہ نشہ میں بدمست ہوجائے اور ایسے بدمست کی دی ہوئی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔

احناف کے یہاں شراب پاک ہے یا نجس اسے مفصل جاننے کے لئے دیکھئے حقیقۃ الفقہ محقق ایڈیشن ص ۱۷۱ باب شراب کے متعلق وکتاب البیوع ص ۳۲۳ مسئلہ نمبر ۵۲۷ تا ۵۳۵، وکتاب الاشربۃ ص ۳۳۵۔

قالت کنت افرکه من ثوب رسول الله ﷺ وهو يصلى " (۱) یعنی میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے پر سے منی کو کھرچ ڈالا کرتی تھی اور آپ اسی میں پھر نماز پڑھتے۔ اگر جناب کے نزدیک یہی منی کے پاک ہونے کا مسئلہ ہے تو سنئے آپ کے مذہب کی مانی ہوئی کتابوں میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح موجود ہے، عالمگیری مصری جلد اول ص: ۴۴ میں ہے "وان جف على الثوب اجزأ فيه الفرك " (۲) یعنی اگر منی کپڑے پر سوکھ گئی ہو تو صرف کھرچ دینا کافی ہے، (۳) اس مسئلہ کی دلیل اور خود آپ کی کتاب سے یہی مسئلہ تو آپ نے دیکھ لیا ہے، اب ذرا اپنی کتابوں کے اس مسئلہ کی دلیل دیکھ بھال کر ہمیں دکھادیں، فتاویٰ خانیہ ص: ۲۲ جزء اول میں ہے "لحسها بلسانه " (۴) یعنی بدن کے کسی حصے پر نجاست لگ گئی تو زبان سے چاٹ لینے سے وہ پاک ہوجائے گا، عالمگیری کے ص: ۴۶ میں بھی یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے، (۵) مراقی الفلاح مصری جلد اول ص: ۹۳ میں ہے "يطهر الثدى اذا رضعه الولد " (۶) یعنی عورت کی چھاتی اگر نجس ہوگئی ہو تو جب بچہ اس سے دودھ پیئے پاک ہوجائے گی۔

---

(۱) مسلم ج ۱، ص ۱۴۰، کتاب الطهارة باب حكم المنى

نوٹ: بعض علمائے اہلحدیث طہارت منی کے قائل ہیں اور صرف یہی لوگ طہارت کے قائل نہیں ہیں بلکہ بہت سارے اہل علم منی کو پاک کہتے ہیں، امام نووی لکھتے ہیں و ذهب كثير إلى ان المنيّ طاهرٌ روى ذلك عن على ابن ابى طالب و سعد بن ابى وقاص و ابن عمر وعائشة و داؤد و احمد فى اصح الرّوايتين و هو مذهب الشافعى و اصحاب الحديث. (ترجمہ) بہت سارے اہل علم منی کو پاک کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب، سعد بن ابی وقاص، ابن عمر، عائشہ سے ایسے ہی مروی ہے داؤد ظاہری کا بھی یہی مسلک ہے، امام احمد کی صحیح ترین روایت یہی ہے، امام شافعی واصحاب الحدیث کی بھی یہی رائے ہے۔

(۲) فتاویٰ عالمگیری ج ۱، ص ۴۴.

(۳) فتاویٰ عالمگیری ہی کا یہ مسئلہ بھی سامنے رہے، بچھونے پر خشک منی لگی ہو اس پر سویا اور پسینہ سے بچھونا تر ہوگیا اگر بدن پر اثر ظاہر نہ ہو تو بدن پاک ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۴۷

(۴) فتاویٰ قاضی خاں ج ۱، ص ۱۱

(۵) فتاویٰ عالمگیری ج اول، ص ۴۵

(۶) حاشية الطحاوى على مراقى الفلاح، ص ۸۷

نمبر۱۴: میں ہے غیر مقلدین کے نزدیک مردوں کو چاندی کا زیور پہننا جائز ہے دیکھو دلیل الطالب اور بدور الاھلہ۔

پھر اپنے رسالے میں اپنی تہذیب کا نمونہ دکھاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ''جوانوں کو بھی مبارک ہو کہ چاندی کا زیور تو غیر مقلدین کی بدولت پہننے میں آیا پھر تو مرد وعورت میں فرق ہی نہیں، اس دروغ گوئی پر تعجب ہے دلیل الطالب ص:۴۳۶ میں لکھا ہے "فلا یشتبه احدهما بالآخر فی ذلك النوع الخاص به "[1] اور بدور الاھلہ ص۳۵۶ میں ہے'' درآں نوع خاص یکے ما نا بدیگرے نگردد''[2] یعنی مردوں عورتوں کے لئے الگ الگ طرح کی زینت ہے جس میں ایک کو دوسرے سے مشابہت نہیں، تو اس طرح کی تحلی چاندی سے مرد کے لئے جائز ہے، اب بتلائیے مرد وعورت میں فرق رہا یا نہیں؟ فی الحقیقت چاندی سے مردوں کو مطلقاً ممانعت نہیں، جیسی سونے سے مردوں کو تو مطلقاً ممانعت کردی گئی ہے،

دیکھئے حدیث میں ہے " قال رسول الله ﷺ علیکم بالفضة فالعبوا بها کیف شئتم " (ابوداؤد)[3] یعنی چاندی کو اپنے استعمال میں لاؤ، ترمذی، نسائی وغیرہ میں حدیث ہے کہ آپ اپنے داہنے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔[4] سیف محمدی کے قبضے میں بھی چاندی تھی، صحیح بخاری کے سولہویں پارے میں ہے "کان سیف الزبیر بفضة وکان سیف عروة محلی بفضة "[5] یعنی حضرت زبیر اور حضرت عروہ رضی اللہ عنہما کی تلواروں کی موٹھ پر چاندی لگی ہوئی تھی، اسے آپ نے زیور کہا اور یہ زیور آپ کو بہت برا لگا

---

(۱) ثبوت کے لئے دیکھیں ضمیمہ ص۱۳۵
(۲) ثبوت کے لئے دیکھیں ضمیمہ ص۱۱۲
(۳) ابوداؤد صـ ۵۸۰ کتاب الخاتم باب ماجاء فی الذهب للنساء .
(۴) مسلم ج۲ صـ ۱۹۷ کتاب اللباس والزینة باب تحریم خاتم الذهب علی الرجل / بخاری ج۲ صـ ۸۷۲ باب خاتم الفضة / ترمذی ج۱ صـ ۳۰۴ باب ماجاء فی لبس الخاتم فی الیمین / نسائی ج۲ صـ ۲۴۷ باب موضع الخاتم من الید
(۵) بخاری ج۲ صـ ۵۶۶ کتاب المغازی

اوراس پرخوب پھبتیاں اڑائیں جوحدیث سے ثابت ہے، اب فرمایئے،آپ کے مذہب کے اس مسئلہ پرتو آپ ضرور عامل ہوں گے؟ اوراس کا مذاق تو بھولے سے بھی نہ اڑاتے ہوں گے؟ جوآپ کے مذہب کی معتبر کتاب عالمگیری مصری جلداول ص: ٦٥ میں ہے
"لوصلی وفی عنقه قلادة فيها سن كلب اوذئب تجوز صلوته "(١)
یعنی اگرکسی نے نماز پڑھی اس حال میں کہ اس کے گلے میں وہ ہار تھا جس میں کتے کے یا بھیڑیئے کے دانت تھےتواس کی نماز جائز ہے، کہئے مولانا مہدی حسن صاحب راندھیری اور مولانا جودت صاحب رام پوری اہل حدیث کے زیوراچھے یاحنفیوں کے؟مضحکہ خیز چاندی کا زیور ہے یا کتے کے دانت کا؟

نمبر١٥: میں ہے کہ غیر مقلدین کےنزدیک جوجانور بندوق کے شکار سے مرجائے اس کوکھانا جائز ہے حلال ہے۔

جواب: یہ مسئلہ ہمارے ہاں نہیں ہے، ہمارے ہاں تو فرمان رسول اللہ ﷺ موجود ہے "مااصاب بحدہٖ فکل ومااصاب بعرضه فهووقيذ" (٢) یعنی دھاردار اور نوک دار چیز سے اگر شکار ہوتو حلال ہے اوراگرکوئی ٹھوس چیز اپنی طاقت کی وجہ سے کسی جانورکو مارڈالےتووہ موقوذہ میں داخل ہےاورحرام ہے، جب تک اس کا ذبح نہ پایاجائے اوراگرذبح کرنا پالیاتو پھرحلال ہے،جن بعض لوگوں نے اسے حلال کہا ہےوہ اس بناپرحلال کہتے ہیں کہ خرق ہوجاتا ہے،سواس بناپرحلال کہنےوالےلوگ آپ کے ہاں بھی موجود ہیں، اور پھرگولی سےبھی نہیں،دیکھئے!الجوهرة النيرة شرح قدوری میں ہے"اور ہدایہ میں بھی موجود ہے

---

(١) فتاوی عالمگیری ج ١ صـ ٣٩
(٢) بخاری ج٢ صـ ٨٢٣ كتاب الذبائح والصيد / ابو داؤد صـ ٣٩٤ كتاب الضحايا باب فی الصيد / ترمذی ج ١ صـ ٢٧٢ ابواب الصيد باب ماجاء فی صيد المعراض / نسائی ج٢ صـ ١٧٥ كتاب الصيد والذبائح باب مااصاب بحدمن صيد المعراض .

کہ "ثم البندقة اذاکان لھا حدة یجرح یاکل "[۱] یعنی بندقہ جب دھاردار ہو اور وہ زخمی کردیتا ہو تو کھالیا جائے، اور بندقہ کہتے ہیں مٹی کے غلہ کو، حالانکہ صحیح بخاری میں ہے کہ بندقہ کا شکار بغیر زندہ پائے حرام ہے۔[۲]

نمبر۱۶: میں ہے غیر مقلدین کے نزدیک جو شخص جان بوجھ کر نماز فرض چھوڑ دے اور وقت جانے کے بعد قضا کرے تو یہ قضا مقبول نہ ہوگی۔"

یہاں بھی مولوی صاحب دلیل الطالب کی عبارت سمجھ نہیں سکے، ایک تو یہ ہے صرف قضا کرنا اور ایک قضا ایسی جو کفارہ ہو جس سے اس گناہ کا بدلہ ہو جائے، نواب صاحب وغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر فرض نماز بلا وجہ چھوڑ دے تو صرف قضا کر لینے سے بری الذمہ نہیں ہوگا،[۳] اس کی نظیر آپ فرض روزے کو لے لیجئے حدیث میں ہے "من افطر یوما من رمضان من غیر عذر ولا مرض لم یقضه صیام الدھر کله وان صامه" (البخاری)[۴] یعنی جس شخص نے عمداً بلا وجہ روزہ توڑ دیا وہ اگر تمام عمر روزہ رکھا کرے پھر بھی اس کا بدلہ نہیں ہونے کا، فرض نماز کو بھی اسی طرح سمجھئے، ایک صورت اس کی اور ہے وہ یہ ہے کہ مثلاً آج اگر کوئی شخص بے نمازی تائب ہو کر نماز شروع کرے تو کیا آپ اس کو پہلے کی سب نمازوں کے قضا کرنے کا فتوٰی دیں گے؟ اور افسوس تو یہ ہے کہ ان حضرات

---

(۱) ھدایہ ج۴ صـ ۵۱۲ کتاب الصید
(۲) بخاری ج۲ صـ ۸۲۳ کتاب الذبائح والصید
(۳) یہ مسئلہ دلیل الطالب علی أرجح المطالب ص۳۵۰ میں ہے (ثبوت کے لئے دیکھئے ضمیمہ ص۱۳۳)
(۴) بخاری ج۱ صـ ۲۵۹ باب اذاجامع فی رمضان /ابوداؤد صـ ۳۲۶ باب التغلیظ فیمن افطر عمداً / ترمذی ج۱ صـ ۱۵۳ باب ماجاء فی الافطار متعمداً/مسنداحمد ج۲ صـ ۳۸۶، ۴۴۲، ۴۵۸، ۴۴۰/ابن ماجه ج۱ صـ ۵۳۵ باب ماجاء فی کفارة من افطر یوماً من رمضان/دارمی ج۲ صـ ۱۸ باب من افطر یوماً من رمضان متعمداً.

کوتو اپنی بھی خبر نہیں، آپ کے مذہب کی کتاب درمختار میں ہے "التاخیر بلاعذر کبیرۃ لاتزول بالقضاء " (۱) اورالبحرالرائق میں بھی اسی طرح ہے یعنی بلا وجہ تاخیر کرنا نماز میں ایسا کبیرہ گناہ ہے کہ صرف قضا کرنے سے معاف نہیں ہوتا (۲) اب سنئے آپ قضا کورور ہے ہیں اپنے ہاں تو دیکھئے۔

ہدایہ، درمختار، عالمگیری وغیرہ حنفی مذہب کی کتابوں میں ہے " قال ابوحنیفۃ لیس فی الاستسقاء صلوٰۃ مسنونۃ فی الجماعۃ " (۳) یعنی حضرت ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ استسقاء کے لئے نماز باجماعت پڑھنا مسنون نہیں، حالانکہ بخاری مسلم وغیرہ کی حدیثوں سے صلوٰۃ استسقاء باجماعت ثابت ہے (۴)، اپنا گھر شیشے کا بنا کر دوسرے فولادی قلعے پر ڈھیلے پھینکنا نہ صرف اپنے مکان کو ہی مسمار کرنا ہے بلکہ اپنی جان کو بھی ہلاکت میں ڈالنا ہے، چونکہ نماز کے اس مسئلہ پر آپ نے غلط اعتراض کیا ہے لہذا اس کا صحیح جواب دے کر اب میں نیچے حنفی مذہب کی اس نماز کا نقشہ کھینچتا ہوں جو حنفی مذہب فقہ کی کتابوں کی رو سے جائز ثابت ہوتی ہے، یہ ہے وہ نماز جو حنفیوں کے ہاں فقہ کی کتابوں کی رو سے کم از کم جائز اور درست تو ٹھہر ہی جاتی ہے میں نے یہاں پر عمداً حوالے نہیں دیئے (۵) اگر آپ ہر ہر عبارت اور حوالے اور ترجمے کو پوری طرح دیکھنا چاہیں تو میری کتاب سیف محمدی کو ملاحظہ فرمالیں (۶) وہ نقشہ یہ ہے:۔

---

(۱) درمختار ج ۱، صـ ۱۰۰، باب قضاء الفوائت.

(۲) ملاحظہ ہو البحرالرائق ج ۲ صـ ۱۴۰ الفاظ یہ ہیں " واما اثم تاخیرها عن الوقت الذی هو کبیرۃ فباقٍ لایزول بالقضاء والمجرد عن التوبۃ بل لابد منها هذا

(۳) هدایه ج ۱ صـ ۱۷۶ باب الاستسقاء / درمختار ج ۱ صـ ۱۱۸ /عالمگیری ج ۱ صـ ۱۵۳

(۴) بخاری ج ۱ صـ ۱۴۰ باب الاستسقاء فی المصلی / مسلم ج ۱ صـ ۲۹۳ / ابوداؤد ج ۱ صـ ۱۶۴ / ترمذی ج ۱ صـ ۱۲۴ / نسائی ج ۱ صـ ۱۷۰ /ابن ماجه ج ۱ صـ ۴۰۳ /الفتح الربانی ج ۶ صـ ۲۳۳ / مصنف ابن ابی شیبه ج ۲ صـ ۴۷۳ /السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۳ صـ ۳۵۰ / دارقطنی ج ۲ صـ ۶۶ / مؤطاامام مالک صـ ۱۷۲ / مستدرک حاکم ج ۱ صـ ۳۲۶ / نیل الاوطار ج ۳ صـ ۲۳۰ / صحیح ابن خزیمه ج ۲ صـ ۲۳۱ / مسند حمیدی ج ۱ صـ ۲۰۱ / مجمع الزوائد ج ۲ صـ ۲۱۲ / موطا امام محمد صـ ۱۶۱

(۵) اب ان کے حوالے حاشیہ میں موجود ہیں

(۶) یہ کتاب جدید حوالوں کے ساتھ اہلحدیث اکیڈمی سے شائع ہوچکی ہے اور اہلحدیث اکیڈمی مئو سے مل سکتی ہے۔

حنفی مذہب فقہ کی جائز نماز کا نقشہ

۱- جانور سے مردے سے چھوٹی لڑکی وغیرہ سے وطی کر کے بغیر انزال کے بے غسلا آجائے نماز پڑھ لے۔(۱)

۲- کپڑے پر بدن پر عورت کی فرج کی رطوبت لگی ہو تو کوئی حرج نہیں۔(۲)

۳- بچے کے ولادت کے وقت کی چکنائی لگی ہو تو حرج نہیں۔(۳)

۴- جانور کے بچے کی یہ رطوبت ہو تو حرج نہیں۔(۴)

۵- کتے کی کھال، سور کی کھال اور جس درندے کی چاہے رنگی ہوئی کھال پہن لے اوڑھ لے۔(۵)

۶- رنگی ہوئی نہ ہو تو بھی حرج نہیں۔(۶)

۷- ذبح کیا ہوا سور اور ذبح کئے ہوئے کتے کی کھال کی جانماز پر نماز پڑھ لے۔(۷)

---

(۱) د رمختار ج ا صـ ۳۱-۳۲

فقہ حنفی کی معتبر کتاب مراقی الفلاح میں ہے کہ اسی طرح اگر عورت بھی کسی جانور سے صحبت کرائے یا مردے سے تو اس پر بھی اس صورت میں نہ غسل واجب ہے نہ وضو نہ اپنی شرمگاہ کا دھونا (ملاحظہ ہو حاشیة الطحاوی علی مراقی الفلاح صـ ۵۳)

(۲) د رمختار ج ا صـ ۳۲ اور اسی درمختار صـ ۵۴ باب الانجاس میں ہے " اما عنده فهی طاهرة كسائر رطوبات البدن ، یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت کی شرمگاہ کی رطوبت بدن کے دیگر رطوبات کی طرح پاک ہے اور حاشیۃ الطحاوی میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس رطوبت کے لگنے کے بعد ذکر کا دھونا بھی ضروری نہیں، ملاحظہ ہو حاشية الطحاوی صـ ۴۴

(۳) ردالمحتار ج ا ص: ۵۶۴ / فتح القدير جو ہدایہ کی شرح ہے اس میں ہے کہ اگر یہ چکنائی شوربے میں پڑ جائے تو وہ نجس نہیں، دیکھئے فتح القدير شرح هدايه ج ا ص: ۱۸۶

(۴) ایضاً

(۵) درمختار ج ا ص: ۳۸ / حاشية الطحاوی ص: ۹۰ / منية المصلی صـ: ۶۴

(۶) د رمختار ج ۲ ص: ۲۳۰

(۷) د رمختار ج ا صـ ۳۸ / مراقی الفلاح ج ا صـ ۹۰ / فتاوی قاضی خان ج ا صـ ۱۰
حاشية الطحاوی علی مراقی الفلاح صـ ۹۰

۸- ان کی کھال کا لباس پہن کر نماز پڑھ لے۔(۱)
۹- کتے کا، سور کا اور جس ذبح کئے درندے کا چاہے گوشت اپنی جیبوں میں رکھ لے۔(۲)
۱۰- کتے سور اور جس درندے کی ہڈیوں کا چاہے ہار پہن کر نماز پڑھ لے۔(۳)
۱۱- کتے کی اسی کھال کی ڈول میں پانی بھر کر اس پانی سے وضو کر کے نماز پڑھ لے۔(۴)
۱۲- ذبح کئے ہوئے سانپ اور چوہے کا گوشت لے کر بھی نماز پڑھ لے۔(۵)
۱۳- کتے وغیرہ درندوں کی کھالیں، ہڈیاں، ناخن، بال، دانت، آنت، گوشت پوست، چربی، خون ان میں سے جس چیز کو چاہے اپنے ساتھ رکھ کر نماز پڑھ لے۔(۶)
۱۴- کتے کے پلے کو بغل میں دبا کر نماز پڑھ لے۔(۷)
۱۵- بڑے کتے کو سر پر چڑھا کر نماز پڑھ لے۔(۸)
۱۶- جس پانی میں کتا پڑ گیا ہو اگر اس کا منھ اس میں نہ لگا ہو تو اس پانی سے وضو کر لے اور غسل بھی۔(۹)

---

(۱) مراقی الفلاح ج ا صـ ۹۰ / حاشیة الطحطاوی صـ ۹۰ / طحاوی ج ا صـ ۹۷
(۲) فتاوی عالمگیری ج ا صـ ۱۵ / درمختار ج ا صـ ۳۸
ردالمحتار میں ہے اگر ایک درہم سے کم سور کے بال ساتھ لے کر نماز پڑھے تو نماز بھی ہو جائے گی (رد المحتار ج ا صـ ۳۶۰)
(۳) فتاوی عالمگیری ج ا صـ ۳۹ / ردالمحتار ج ا صـ ۳۵۷
(۴) درمختار ج ا صـ ۳۸ (۵) ردالمحتار ج ا صـ ۳۵۸
(۶) فتاوی عالمگیری ج ا صـ ۱۵ / ردالمحتار ج ا صـ ۳۵۷
(۷) درمختار ج ا صـ ۲۹ / ردالمحتار ج ا صـ ۳۶۲
(۸) درمختار ج ا صـ ۲۹/۳۸
(۹) درمختار ج ا صـ ۳۸ / مراقی الفلاح صـ ۲۱/منیة المصلی میں ہے "الکلب اذا اکل بعض عنقود العنب یغسل مااصاب فمه ثلاثاً ویو کل و کذا یغسل بعد مایبس العنقود" یعنی انگور کے ایک خوشے میں سے کچھ کتے نے کھالیا باقی جو بچ رہے اس پر جہاں اس کا منھ لگ گیا ہو تین دفعہ پانی سے دھو ڈالے اور کھالے، اسی طرح خوشہ کے سوکھ جانے کے بعد بھی دھو ڈالے اور کھالے (منیة المصلی صـ ۸۹)

۱۷- نماز پڑھتے ہوئے نجس چڑیا سر پر بیٹھی ہو تو حرج نہیں۔(۱)
۱۸- نجاست آلود کپڑوں والا بچہ گود میں بیٹھا ہو تو حرج نہیں۔(۲)
۱۹- نمازی کے کپڑوں پر کتے کی چھینٹیں ہوں تو حرج نہیں۔(۳)
۲۰- چوتھائی حصے سے کم کپڑا نجاست خفیفہ سے بھرا ہوا ہو تو نماز پڑھ لے۔(۴)
۲۱- چمگادڑ کا پیشاب یا چمگادڑ کی بیٹ کپڑے پر یا بدن پر ہو تو نماز پڑھ لے۔(۵)
۲۲- کتے نے بدن پر یا کپڑے پر منہ مارا ہوا اور تھوک نہ نظر آئے تو نماز پڑھ لے۔(۶)
۲۳- پیشاب کی چھوٹی چھوٹی سوئی کے ناکے کے برابر کی چھینٹوں سے اگر سارا کپڑا بھر جائے یا سارا بدن بھر جائے تو بھی نماز پڑھ لے۔(۷)
۲۴- نماز میں کتے کو پچکارنے، نماز میں گدھے کو ہانک دینے، نماز میں عورت کی شرمگاہ کو دیکھ لینے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔(۸)
۲۵- نماز میں فقہ کی کتابوں کو دیکھ لے اور سمجھ لے۔(۹)
۲۶ کتے کے بالوں کی گھنڈیاں لگا کر نماز پڑھ لے۔(۱۰)
۲۷- سور اور کتے کے بال پڑے ہوئے پانی سے وضو کر لے۔(۱۱)

---

(۱) ردالمحتار شرح درمختار ج ۱ صـ ۳۶۳
(۲) فتاوی ظھیریه بحواله ردالمحتار ج ۱ صـ ۳۶۳
(۳) درمختار ج ۱ صـ ۳۸
(۴) درمختار ج ۱ صـ ۵۵ / هدایه ج ۱ صـ ۷۵
(۵) عالمگیری ج ۱ صـ ۳۴ فصل فیمالایجوز به التوضؤ /منیة المصلیصـ ۵۴ میں ہے خرء الخفاش وبوله لایفسده
(۶) درمختار ج ۱ صـ ۳۸
(۷) حاشیة الطحاوی علی مراقی الفلاح صـ ۸۴
(۸) درمختار ج ۱ صـ ۸۹/حاشیة الطحاوی علی مراقی الفلاح صـ ۱۸۸
(۹) عالمگیری ج ۱ صـ ۶۴
(۱۰) عالمگیری ج ۱ صـ ۲۹
(۱۱) ردالمحتار ج ۱ صـ ۳۶۰ / درمختار ج ۱ صـ ۳۸ / رد المحتار ج ۱ صـ ۳۶۳

۲۸- بھیگی ہوئی کھجوروں کے شیرے سے وضو کر لے۔(۱)
۲۹- اس طرح کہ پہلے پاؤں دھوئے پھر منہ دھوئے پھر کلی کرے پھر مسح کرے یعنی الٹا پلٹا وضو کر لے۔(۲)
۳۰- اللہ اکبر کا ترجمہ کسی اور زبان میں کر دے۔(۳)
۳۱- فقط ایک آیت کا ترجمہ اپنی زبان میں پڑھ دے۔(۴)
۳۲- رکوع سجدے میں اطمینان نہ کرے۔(۵)
۳۳- رکوع کے لئے ذرا جھک جانا کافی ہے۔(۶)
۳۴ قومہ میں اور دونوں سجدوں کے درمیان ٹھہرنا ضروری نہیں۔(۷)
۳۵- سلام کے بدلے گوز مار دے۔(۸)
۳۶- کتے یا بھیڑیئے کے دانتوں والا ہار پہن کر نماز پڑھ لے۔(۹)
۳۷- کافر اگر کتے، ریچھ، بندر وغیرہ پر چھری پھیر دے تو اس کا گوشت پوست لے کر نماز پڑھ لے۔(۱۰)
۳۸- بھیڑیئے کی کھال کی جانماز پر نماز پڑھ لے۔(۱۱)

---

(۱) درمختار ج ۱ صـ ۲۰
(۲) درمختار ج ۱ صـ ۲۲
(۳) درمختار ج ۱ صـ ۷۴
(۴) درمختار ج ۱ صـ ۸۰
(۵) درمختار، ج ۱، صـ ۷۲ / هدایه ج ۱ صـ ۱۰۶
(۶) درمختار ج ۱ صـ ۷۰
(۷) هدایه ج ۱ صـ ۱۰۶ / بدائع الصنائع ج ۱ صـ ۳۹۹ / شرح وقایه ج ۱ صـ ۱۴۳
فتاوی عالمگیری ج ۱ صـ ۷۰
(۸) درمختار ج ۱ صـ ۷۱ / هدایه ج ۱ صـ ۱۳۰ باب الحدث / شرح وقایه ج ۱ صـ ۱۵۹ / البحرالرائق ج ۱ صـ ۶۵۳
(۹) فتاوی عالمگیری ج ۱ صـ ۳۹ /منیة المصلی صـ ۵۱
(۱۰) درمختار ج ۱ صـ ۳۸
(۱۱) فتاوی عالمگیری ج ۱ صـ ۱۵

۳۹- کتے کی رنگی ہوئی کھال کے ڈول میں پانی بھر کر اس پانی سے غسل کر لے، وضو کر لے۔(۱)
۴۰- نماز پڑھ لے۔(۲)
۴۱- بورئیے پر بھیگا ہوا کتا بیٹھ گیا یا لیٹ گیا، اگر اس پر نجاست کا اثر نہ ہو تو اس پر نماز پڑھ لے۔(۳)
۴۲- کسی بڑے حوض میں کتا گر کر مر گیا اوپر سے پانی جما ہوا ہے تو اس سے وضو کر لے۔(۴)
۴۳- امامت نماز کے لئے کچھ شرائط۔ کی یکساں موجودگی کے بعد یہ شرط ہے کہ اس کی جورو سب کی جوروؤں سے زیادہ حسین ہو۔(۵)
۴۴- یہ بھی شرط ہے کہ خود امام شکیل اور خوبرو ہو۔(۶)
۴۵- یہ بھی ایک شرط ہے کہ امام سب سے بڑا مالدار ہو۔(۷)
۴۶- امام سب سے اچھے لباس والا ہو۔(۸)
۴۷- امام کا عضو چھوٹا ہو اور سر بڑا ہو۔(۹)
۴۸- امام غلام نہ ہو۔(۱۰)
۴۹- امام دیہاتی نہ ہو۔(۱۱)

(۱) درمختار ج ۱ صـ ۳۸
(۲) مراقی الفلاح ج ۱ صـ ۹۰
(۳) فتاوی قاضی خان ج ۱ صـ ۱۱ / منیة المصلی صـ ۸۹
(۴) درمختار ج ۱ صـ ۳۶
(۵) درمختار ج ۱ صـ ۸۲ / مراقی الفلاح صـ ۱۶۴
(۶) ایضاً اس شرط کا فلسفہ صاحب ردالمختار نے لکھا ہے کہ چہرے کی خوبصورتی جماعت کی کثرت کا سبب ہے (ملاحظہ ہو ردالمحتار ج ۲ صـ ۲۹۵)
(۷) درمختار ج ۱ صـ ۸۲
(۸) ایضاً
(۹) ایضاً
(۱۰) درمختار ج ۱، ص ۸۳/ هدایه ج ۱، ص ۱۵۲، / البحرالرائق ج ۱، ص ۱۱۰
(۱۱) ایضاً
(☆) امامت کے بارے میں حنفی قلابازی کا حقیقی سین دیکھنے کے لئے ملاحظہ فرمائیں طریق محمدی کا حاشیہ نمبر ۱، ص ۱۷۰۔ مطبوعہ اهل حدیث اکیڈمی مئو .

۵۰- امام اندھا نہ ہو۔(۱)
۵۱- سجدے میں صرف پیشانی کا زمین پر لگ جانا کافی ہے۔(۲)
۵۲- اور صرف ناک کا لگ جانا بھی۔(۳)
۵۳- التحیات میں بیٹھ کر بجائے سلام کے زور سے ہنس دے بات چیت کرلے گوز مار دے۔(۴)
۵۴- عورت کا پیٹ پاؤ سے کم ننگا ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔(۵)
۵۵- عورت کا سر پاؤ سے کم کھلا ہوا ہو اور اس نے نماز پڑھی تو نماز ہو گئی۔(۶)
۵۶- عورت کی پنڈلی اور ران کا بھی یہی حکم ہے کہ پاؤ کھلا ہوا ہو تو نماز ہو جائیگی۔(۷)
۵۷- مرد کے بیضے میں اگر پاؤ سے کم ننگے ہوں تو نماز ہو جائے گی۔(۸)
۵۸- نمازی کے بدن پر یا کپڑے پر پاخانہ پیشاب وغیرہ جیسی غلیظ نجاست ہتھیلی کی چوڑائی کے برابر یا ایک مثقال وزن کے برابر لگی ہو تو بھی نماز ہو جائے گی۔(۹)
۵۹- حرام پرندوں کی بیٹ یا پیشاب اس سے زیادہ لگا ہوا ہو تو بھی نماز ہو جائے گی۔(۱۰)
۶۰- وضو بے نیت کرلے۔(۱۱)

---

(۱) درمختار ج ا صـ ۸۳/ هدایه ج ا صـ ۱۲۲/ شرح وقایه ج ا صـ ۱۵۲/ البحرالرائق ج ا صـ ۱۱۰
(۲) هدایه ج ا صـ ۱۰۸ / شرح وقایه ج ا صـ ۱۴۰ / بدائع الصنائع ج ا صـ ۲۸۲ منیة المصلی صـ ۹۱ / فتاوی عالمگیری ج ا صـ ۸۵
(۳) ایضاً
(۴) هدایه ج ا صـ ۱۳۰ باب الحدث / شرح وقایه ج ا صـ ۱۵۹ / البحرالرائق ج ا صـ ۲۵۳ / درمختار ج ا صـ ۷۱
(۵) هدایه ج ا صـ ۹۴ باب شروط الصلوٰة التی تتقدمها
(۶) هدایه ج ا صـ ۶۶
(۷) درمختار ج ا صـ ۶۶
(۸) هدایه ج ا صـ ۹۴ باب شروط الصلوٰة التی تتقدمها
(۹) هدایه ج ا صـ ۷۴ / شرح وقایه ج ا صـ ۱۲۴ / بدائع الصنائع ج ا صـ ۲۳۳ البحرالرائق ج ا صـ ۳۹۵/ فتاوی عالمگیری ج ا صـ ۴۵
(۱۰) هدایه ج ا صـ ۷۷ / شرح وقایه ج ا صـ ۱۲۴ / البحرالرائق ج ا صـ ۵۰۴ بدائع الصنائع ج ا صـ ۱۹۸ / فتاوی قاضی خان ج ا صـ ۱۰
(۱۱) درمختار ج ا صـ ۲۰ / ردالمحتار ج ا صـ ۲۲۳

۶۱- عورت کی شرمگاہ پاؤ سے کم ننگی ہو تو نماز ہو جائے گی۔(۱)
۶۲- مرد کا آلۂ تناسل چوتھائی سے کم کھلا ہوا ہو تو نماز ہو جائے گی۔(۲)

نماز کے ایسے ہی مسائل اور بھی بہت سارے ہیں

برادران! یہ ہے موجودہ حنفیت کی جائز نماز کا نقشہ۔ خدارا اس غلط راہ کو چھوڑ و اور قرآن حدیث کی صحیح راہ پر لگ جاؤ، یہ نماز نماز نہیں بلکہ خدا کے سامنے مذاق کرنا ہے

نمبر ۱۷: میں ہے غیر مقلدین کے نزدیک تمام جانوروں کا پیشاب پاک ہے،

یہ بھی ہم پر صریح تہمت ہے،(۳) ہم ان جانوروں کے پیشاب کو نجس نہیں کہتے جو ماکول اللحم یعنی حلال ہیں اور دلائل اس کے یہ ہیں "قال رسول اللہ ﷺ لا بأس ببول مایؤکل لحمہ " (۴) یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کے پیشاب میں کچھ حرج نہیں (ابن کثیر) اور صحیح بخاری وغیرہ میں حدیث ہے "قدم ناس من عکل اوعرینۃ فاجتووا المدینۃ فامرھم النبی ﷺ بلقاح وان یشربوا من ابوالھا والبانھا "(۵) یعنی کچھ لوگ عکل یا عرنیہ کے قبیلے سے مدینہ میں آئے یہاں کی

(۱،۲) ھدایہ ج ۱ صـ ۹۴ باب شروط الصلوٰۃ التی تتقد مھا
(۳) (ثبوت کے لئے دیکھیں بدور الاھلۃ من ربط المسائل بالادلۃ ص ۱۴ و ضمیمہ ص ۱۰۰)
(۴) ابن کثیر ج ۱ صـ ۱۲۸ باب الحکم فی بول مایوکل لحمہ .مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ صـ ۵۳ باب تطھیر النجاسات ، ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں "ماا کل لحمہ فلاباس ببولہ .
(۵) بخاری ج ۲ صـ ۸۴۸، وکتاب الطب باب الدواء بابوال الابل وصـ ۸۵۲ باب من خرج من ارض لاتلائمہ صـ ۱۰۰۵ وکتاب المحاربین من اھل الکفر والردۃ / وصـ ۶۰۲ باب قصۃ عکل وعرینۃ / وج ۱ صـ ۳۶-۳۷ باب ابوال الابل والدواب وصـ ۴۲۳ کتاب الجھاد باب اذا حرق المشرک المسلم ھل یحرق

آب وہوا ان کو موافق نہ آئی اس لئے رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے اونٹوں میں بھیج دیا کہ ان کا پیشاب اور دودھ پیتے رہیں، فتح الباری میں ہے "وھذا قول مالك واحمد وطآئفة من السلف ووافقهم من الشافعية وابن خزيمة وابن المنذر وابن حبان والاصطخری والرویانی "(۱) یعنی امام مالک، امام احمد، اور سلف کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے، اور امام ابن خزیمہ ابن المنذر، ابن حبان، اصطخری، رویانی وغیرہ کا قول بھی یہی ہے، ہدایہ حنفی مذہب کی کتاب میں ہے "ان کانت مخففة کبول مایؤکل لحمه جازت الصلوٰة معه حتی یبلغ ربع الثوب"(۲) یعنی اگر حلال جانور کے پیشاب سے کچھ کم چوتھا حصہ کپڑے کا بھر گیا ہو تو اس کپڑے سے نماز جائز ہے، یہ آپ کے مذہب کی مسلم ومقبول کتاب ہے اور دیکھ لیجئے کہ اس میں کیا لکھا ہے؟

ہدایہ البحر الرائق، الجوہرۃ النیرۃ درمختار میں ہے کہ امام محمد کے نزدیک بھی ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب پاک ہے، (۳) لیجئے یہ آپ کی کتابوں میں ہے اور آپ کے امام زفر ومحمد کا بھی یہی مذہب ہے، نخعی اوزاعی اور زفر کا بھی یہی قول ہے۔ (نیل الاوطار) (۴)

نمبر ۱۸: میں ہے غیر مقلدین کے نزدیک دریا کے کل مردہ زندہ سب جانور حلال ہیں مگر طافی۔ بذور الاھلہ، عرف الجادی۔

مولوی صاحب نے یہ ایک بات سچ کہی ہے مگر اپنی عادت سے مجبور ہیں یہاں بھی ان سے بے محابا دو جھوٹ سرزد ہو گئے ہیں، اول تو یہ کہ ہم محمدی طافی کو بھی حلال کہتے ہیں (۵)،

---

(۱) فتح الباری ج ۱ صـ ۴۴۶ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند
(۲) ھدایہ ج ۱ صـ ۷۵ / شرح وقایہ ج ۱ صـ ۱۲۴ / درمختار ج ۱ صـ ۵۵ / البحرالرائق ج ۱ صـ ۲۰۷ / فتاوی عالمگیری ج ۱ صـ ۴۶
(۳) درمختار ج ۱ ۵۵ باب الانجاس / ھدایہ ج ۱ صـ ۷۶ باب الانجاس وتطهیرها الجوهرة النیّرة ص ۵۳
(۴) نیل الاوطار ج ۱، ص ۴۸، باب الرخصة فی بول ما یوکل لحمه
(۵) طافی اس جانور کو کہتے ہیں جو مر کر پانی میں اوپر تیر رہا ہو۔

دوسری جرأت یہ کی ہے کہ بدورالاھلہ کا حوالہ دیا ہے کہ وہ طافی کو حرام لکھتے ہیں حالانکہ انھوں نے اسے حلال لکھا ہے،[1] اب سنئے ہمارے دلائل "قال اللّٰہ تبارك وتعالیٰ احل لکم صیدالبحر وطعامه متاعالکم وللسیارة "[2] یعنی تمہارے لئے دریا کی زندہ مردہ سب چیزیں حلال ہیں، اس آیت کے معنی حجۃ الامۃ مفسر قرآن شاگرد رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی کئے ہیں، ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر،[3] ابوداؤد، ترمذی، وغیرہ میں بہ سند صحیح مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ھوالطھور مآء ہ والحل میتتہ "[4] یعنی سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے، اور دار قطنی میں ہے "ان اللّٰہ تعالیٰ ذبح مافی البحر لبنی آدم "[5] یعنی سمندر میں جتنے جانور ہیں سب حلال ہیں، صحیح بخاری میں ہے کہ خلیفۃ المسلمین امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں طافی حلال ہے،[6] تفسیر ابن کثیر میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت عکرمہ اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور ابراہیم نخعی (امام ابوحنیفہ کے استاد) اور حسن بصری رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے[7]، بلکہ جمہور علماء اسی طرف ہیں، "یآایھا الذین آمنوا لاتحرمواطیبٰت مااحل اللّٰہ لکم ولاتعتدواان اللّٰہ لایحب المعتدین "[8]

---

(۱) بدورالاھلہ ص ۳۳۳ اور عرف الجادی ص ۲۴۷ میں لکھا ہے کہ جن جانوروں پر دریائی جانور ہونے کی تعریف صحیح معنوں میں ثابت ہو جائے اور وہ جانور نہ زہریلا ہو نہ انسان کے لئے مضر ہو وہ طافی ہو یا غیر طافی سب حلال ہے۔ (ثبوت کے لئے دیکھئے ضمیمہ ص ۱۰۶ و ص ۱۲۲)

(۲) المائدۃ ۵/ ۹۶　(۳) تفسیر ابن کثیر اردو ج ۲ صـ ۲۱

(۴) ابوداؤد ج ۱ صـ ۱۱ باب الوضوء بماء البحر / ترمذی ج ۱ صـ ۲۱ کتاب الطھارۃ / مؤطا امام مالک صـ ۷ الطھور للوضوء / الفتح الربانی ج ۱ صـ ۲۰۱ / نسائی ج ۱ صـ ۱۰ / دار قطنی ج ۱ صـ ۳۴ / ابن ماجۃ ج ۱ صـ ۱۳٦ / دارمی ج ۱ صـ ۲۰۱ / ابن خزیمہ ج ۱ صـ [illegible] باب [illegible] فی الغسل والوضوء من ماء البحر .

(۵) دار قطنی [illegible] باب الصید والذبائح

(٦) صحیح بخاری ج ۲ صـ ۸۲۵ کتاب الذبائح والصید والتسمیۃ باب قول اللّٰہ تعالیٰ احل لکم صید البحر　(۷) تفسیر ابن کثیر اردو ج ۲ صـ ۲۱　(۸) المائدۃ ۵/۸۷

مسلمانو! اللہ تعالیٰ کی حلال طیب کردہ چیزوں کو حرام نہ کہو یہ حد سے گذر جانا ہے، اور ایسوں کو اللہ دوست نہیں رکھتا، اب آپ کے مذہب کی سنئے شرح وقایہ میں ہے کہ کوا اور چمگادڑ حلال ہے، (۱) لیجئے حضرت شکار کیجئے اور ہنڈیا چڑھایئے " لاتصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال وھٰذا حرام لتفتروا علی اللّٰہ الکذب " (۲) یعنی اپنی طرف سے حلال وحرام کا فتویٰ نہ دو، اور خدا پر تہمت نہ باندھو!

نمبر ۱۹: میں ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک چاندی سونے کے برتنوں کا استعمال جائز ہے۔

یہ بھی غلط، (۳) ہمارے ہاں چاندی سونے کے برتنوں میں کھانا پینا حرام ہے، " قال

(۱) بحوالہ نورالھدایۃ ترجمہ شرح وقایہ، ج۴، ص ۴۸، مطبع مجیدی کانپور، قدوری، ص ۲۲۶ / فتاوی شامی ج ۹ ص ۴۴۳، ۴۴۴ -- غراب کے بارے میں لکھا ہے کہ کوا کی تین قسمیں ہیں ۱- ایک قسم وہ جو صرف مردار کھاتا ہے یہ حرام ومکروہ ہے اور اسے ابقع کہتے ہیں ۲- ایک قسم وہ ہے جو صرف دانہ کھاتا ہے مردار نہیں کھاتا یہ مکروہ نہیں ہے ۳- ایک قسم وہ جو کبھی دانہ کھاتا ہے اور کبھی مردار کھاتا ہے۔ یہ ابوحنیفہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہے اور خفاش میں اختلاف ہے۔ نورالھدایہ میں ہے اور چمگادڑ میں دو قول ہیں، ایک قول میں حلال دوسرے میں حرام۔ نورالھدایہ، ج۴، ص ۴۸۔

(۲) النحل ۱۶/۱۱۶

(۳) یہ اہلحدیث پر الزام ہے مقلدین نے اس الزام کے لئے بدور الاھلۃ کا حوالہ دیا ہے، حالانکہ اسی بدور الاھلہ میں اس بارے میں یہ صراحت موجود ہے۔

و اما استعمال آنیة الذهب و الفضة، پس تواں دانست کہ اصل حل است۔ چنانکہ آیت کریمہ، ﴿هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا﴾ وقولہ قل من حرم زینة الله التی اخرج لعباده من الطیبات من الرزق افادہ ۔ آں می کند پس منقول نہ شود ازیں اصل مدلول علیہ بعموم کتاب عزیز، مگر ہماں چیز کہ دلیل صحیحش خاص کند و دلیل دریں جا خاص نہ کردہ مگر اکل وشرب در آوندہائے زر و سیم وگلی بذھب را بر رجال، (بدور الاھلۃ، ص ۳۵۳، ۳۵۴) (دیکھئے ضمیمہ ص ۱۱۰، ۱۱۱)

یعنی سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال مذکورہ دونوں قرآنی آیتوں کے مطابق اصلاً حلال ہونا چاہئے کیونکہ دونوں آیات کے عموم سے یہی مستفاد ہوتا ہے اور اس اصل سے وہی چیز مستثنیٰ اور مخصوص مانی جاسکتی ہے جس کا مخصوص ومستثنیٰ ہونا صحیح دلیل سے ثابت ہو اور سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کو دوسری شرعی دلیل ::::::::

رسول اللہ ﷺ الذی یشرب فی أنیة الفضة انما یجرجر فی بطنه نار جهنم "(۱) یعنی ان برتنوں میں کھانا پینا پیٹ میں آگ جہنم بھرنا ہے باقی رہا اور استعمال تو اس کی بابت آپ نے جو کچھ بدور الاہلۃ میں لکھا ہوا دیکھا ہے میں نے وہی آپ کے مذہب کی مختار کتاب درمختار میں دیکھا ہے "یتجمل باوانی ذهب وفضة "(۲) یعنی سونے چاندی کے برتنوں سے زینت کرنا بلا تفاخر جائز و درست ہے۔

نمبر۲۰: میں مولوی صاحب نے اپنے ہاں کے ایک مسئلہ کو غلطی سے یا تعمداً ہماری طرف منسوب کردیا ہے، لکھتے ہیں کہ "غیر مقلدین کے نزدیک اپنی زنا کی لڑکی سے نکاح جائز ہے،

ہم تو اسے بدلیل بناتکم (۳) حرام کہتے ہیں، البتہ حنفی مذہب کی کتاب درمختار کے ترجمہ غایۃ الاوطار میں ہے کہ مطلقہ عورت کی لڑکی سے نکاح جائز ہے، (۴) بلکہ حنفی مذہب میں اگر کسی بیگانی عورت کو دو جھوٹے گواہ قاضی کے سامنے پیش کرکے لے لے تو اس سے وطی کرنے میں نہ تو اس پر حد شرعی دنیا میں ہے نہ آخرت میں اس پر کوئی سرزنش ہے۔

:::::::نے حرام کیا ہے نیز مردوں پر سونے کے زیورکا استعمال بھی، لہٰذا سونے و چاندی کے برتنوں کا کھانے پینے کے لئے استعمال کرنا مطلقاً حرام ہے حتیٰ کہ جن غیر سونے و چاندی کے برتنوں پر سونے و چاندی کا پانی چڑھا ہو ان کا استعمال کرنا بھی حرام وممنوع ہے۔

بدور الاہلۃ کے مصنف سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کو جائز کیوں کہیں گے جبکہ انھوں نے اپنی تصنیف میں ان برتنوں کی تجارت اور خرید و فروخت کو مطلقاً حرام لکھا ہے۔ دیکھئے دلیل الطالب، ص ۵۷۵، ۵۷۶۔

(۱) بخاری ج ۱ صـ ۸۴۲ کتاب الاشربة باب الشرب فی انية الذهب. مسلم ج ۲، صـ ۱۸۸، کتاب اللباس والزینة باب تحریم استعمال اوانی الذهب والفضة فی الشرب وغیره علی الرجال و النساء.

(۲) درمختار ج ۲، ص ۲۳۹، کتاب الحظر والاباحة.

(۳) النساء ۴/۲۳

(۴) درمختار ج ۱ صـ ۱۸۸ کتاب النکاح

ملاحظہ ہو ہدایہ، دُرمختار (۱) اور فقہ کی تمام کتابیں، ہر ایک میں یہی ہے، مولوی صاحب آپ جسے حلوائے بے دود سمجھے ہیں وہ چیونٹیوں بھرا کباب ہے،

نمبر ۲۱: میں لکھا ہے کہ غیر مقلدین کے ہاں مشت زنی کرنی یا کسی اور چیز سے مثل جمادات کے منی کا خارج کرنا اس شخص کو جس کی بیوی وغیرہ نہیں، مباح ہے پھر بعض مرتبہ مستحب ہو جاتا ہے اور کبھی واجب ہو جاتا ہے،

جناب من!

شراب تعصب ملی تم کو ستی
بہت پی گئے لگ گئی فاقہ مستی

ہم تو اسے حرام اور مطلق حرام کہتے ہیں قال اللہ عزوجل "فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ" (۲) یعنی جو شخص اپنی بیاہتا اور لونڈی کے سوا کسی اور طرح شہوت رانی کرے وہ خدائی حدود سے تجاوز کرنے والا ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں"

(۱) درمختار ج ۱ ص ۱۹۰ فصل فی المحرمات / هدایہ ج ۲ فصل فی بیان المحرمات
نوٹ:- اہلحدیث پر مقلدین کے اس الزام کو دوبارہ پڑھئے اور فقہ حنفی کے درج مسائل کو دیکھئے اور خود فیصلہ کر لیجئے کہ حقیقت کیا ہے اور اس فقہ کی حقیقت کیا ہے جس پر یہ دل و جان سے اس طرح فریفتہ ہیں کہ ان کے سامنے کتاب و سنت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔
● زوجہ کو بوقت صحبت ثیبہ پایا، مرد کے دریافت کرنے پر عورت نے کہا کہ تیرے باپ نے ازالۂ بکر کیا ہے تو مرد اگر تصدیق نہ کرے تو نکاح قائم ہے، (درمختار ج ۱، ص ۱۸۸، فصل فی المحرمات)
● عورت سے وطی کی اس کی فرج و مقعد کو پھاڑ کر ایک کر دیا تو اس عورت کی ماں اس مرد پر حرام نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ عالمگیری، ج ۱، ص ۲۷۴)
● مردہ عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے اس کی ماں حرام نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ عالمگیری، ج ۱، ص ۲۷۵)
● سات آٹھ برس کی لڑکی سے جماع کیا تو اس لڑکی کی ماں مرد پر حرام نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ عالمگیری، ج ۱، ص ۲۷۵)
(۲) المومنون ۲۳/ ۷

نَاكِحُ الْيَدِ مَلْعُوْنَ "(۱) یعنی مشت زنی کرنے والا ملعون ہے، بے بیوی والوں کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ" (۲) یعنی اس کے لئے روزہ رکھنا خصی ہونا ہے، ہاں بیشک یہ طریقہ حنفی مذہب میں پایا جاتا ہے، حنفی مذہب کی معتبر کتاب البحر الرائق میں ہے کہ امام صاحب کے نزدیک تسکین شہوت کے لئے مشت زنی کرنا جائز ہے،(۳) بلکہ شامی میں ہے "يَجِبُ لَوْخَافَ الزِّنَا" (۴) یعنی اگر زنا کا خوف ہو تو مشت زنی واجب ہے، بلکہ فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ مشت زنی کرنے سے روزہ بھی نہیں ٹوٹتا،(۵) بلکہ طحطاوی مصری جلد اول ص:۳۸۴ میں ہے "يؤجر اذاخاف الشهوة "(۶) یعنی زنا کے خوف کے وقت مشت زنی کرنے سے ثواب ملے گا۔

سنگ بر بارۂ حصار مزن — کہ بود کز حصار سنگ آید

نمبر ۲۲ میں ہے "غیر مقلدین کے نزدیک بجو (کفتار) کھانا جائز ہے، وہ حلال ہے دیکھو عرف الجادی"

میں کہتا ہوں اس میں اعتراض کی بات کونسی تھی، دیکھئے ابوداؤد، ترمذی نسائی، ابن ماجہ وغیرہ

---

(۱) شرعة الاسلام بحواله درمختار ج ۱ ص ۱۵۰ باب مايفسد الصوم ومالايفسده / حاشيه هدايه ج ۱ ص ۲۱۷ یہ حدیث موضوع ہے ملاحظہ ہو تقريرات الرافعي ج ۳ ص ۱۴۷

(۲) بخاری ج ۲ ص ۷۵۸ کتاب النکاح باب قول النبی ﷺ من استطاع منكم الباءة .... / مسلم ج ۱ ص ۴۴۸ باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه اليه

(۳) البحر الرائق ج ۲ ص ۴۷۵ کتاب الصوم

(۴) ردالمحتار ج ۳ ص ۳۷۱ (ثبوت کے لئے دیکھیں ضمیمہ ص ۱۶۰)

ردالمحتار ہی میں ہے۔ تسکین شہوت کے لئے مشت زنی کرنے میں کوئی برائی نہیں ہے، مزید لکھتے ہیں اپنی بیوی اور اپنی لونڈی کے ہاتھوں یہ کام کرانا جائز ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ صرف یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ جواز اس شخص کے لئے ہے جو مجرد ہو جس کی بیوی لونڈی نہ ہو نہیں گو ہو لیکن پاس نہیں یا مثلاً حیض میں ہو تو بھی یہ کام کر سکتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے سیف محمدی حاشیہ مولانا حافظ ابو سہیل انصاری مطبوعہ اہلحدیث اکیڈمی، مئو ملاحظہ فرمائیں۔

(۵) ملاحظہ ہو فتاوی قاضی خاں ج ۱ ص ۹۸ / هدايه ج ۱ ص ۲۱۷ / شرح وقايه ۲۴۸ / درمختار ج ۱ ص ۱۵۰ / بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۴۴

(۶) درمختار ج ۱ ص ۱۵۰ میں ہے "ولو خاف الزنا يرجى ان لاوبال عليه ، اگر زنا کا خوف ہو تو مشت زنی کرنے میں کوئی وبال ہی نہیں۔ (ثبوت کے لئے دیکھیں ضمیمہ ص ۱۴۱)

کتب حدیث میں ہے "عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الضَّبُعِ فَقَالَ هُوَ صَيْدٌ" (۱) یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کفتار حلال ہے آپ نے فرمایا ہاں وہ شکار ہے (یعنی حلال ہے)۔

امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، عطاءؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اسحاقؒ ابوثورؒ وغیرہ اسے حلال کہتے ہیں، (۲) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "مَازَالَ النَّاسُ يَأْكُلُوْنَهَا وَيَبِيْعُوْنَهَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ مِنْ غَيْرِ نَكِيْرٍ" (۳) یعنی لوگ اسے کھاتے رہے ہیں اور اس کی خرید وفروخت مسلمانوں میں صفا ومروہ کے درمیان مکہ مکرمہ میں بغیر کسی انکار کے ہوتی رہتی ہے، (عون المعبود ملخصاً) جس کی حلت حدیث سے ثابت ہے اسے تو حلال کہتے ہوئے آپ کو درد معلوم ہوتا ہے، اور حنفی مذہب میں تو الو بھی حلال ہے، دیکھئے شامی میں ہے "عندنا يؤكل الخطاف والبوم" (۴) یعنی حنفی مذہب میں چمگادڑ اور الو حلال ہے۔

نمبر ۲۳: میں اعتراض ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک قربانی میں اگر ایک بکری میں ہزار آدمی بھی شریک ہوں تو جائز ہے (عرف الجادی ص: ۲۱۵)

میں کہتا ہوں جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ان سے سیکھ جائے، عرف الجادی ہمارے سامنے

(۱) ترمذی ج ۲ ص ۱ ابواب الاطعمة باب ماجاء فی اکل الضبع / ابوداؤد صـ ۵۳۳ باب فی اکل الضبع / نسائی ج ۲ صـ ۱۷۶ کتاب الصید والذبائح / ابن ماجه ج ۲ صـ ۱۰۷۸ باب الضبع کتاب الصید۔

(۲) ملاحظہ ہو عون المعبود ج ۵ صـ ۱۹۶

(۳) ایضاً

(۴) رد المختار ج ۹، صـ ۴۴۴، کتاب الذبائح (ثبوت کے لئے دیکھیں ضمیمہ ص ۱۶۶)

موجود ہے اس صفحہ میں اس عبارت کا کہیں نام ونشان بھی نہیں بلکہ اس پوری بحث میں کہیں بھی یہ عبارت نہیں ،(۱) مولوی صاحب نہ جانیں کیوں حنفیت کو بٹہ لگاتے ہیں؟ اپنے ہم مذہب مولویوں کا نہ جانیں کس بنا پر اعتبار کھوتے ہیں؟

چو از قومے یکے بیدانشی کرد

نہ کہہ را منزلت ماند نہ مہ را

آپ اپنے گھر کی خبر لیجئے ، دیکھئے حنفی مذہب میں ہے کہ جس کے پاس مال قابلِ زکوٰۃ نہ ہو وہ قربانی ہی نہ کرے۔(۲) (شاید مسئلہ مذکورۂ بالا) دراصل یوں ہوگا کہ ایک گھر کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کافی ہے خواہ وہ تعداد میں کتنے ہی ہوں ، اگر یہی ہو تو یہ کوئی قابل اعتراض امر نہیں، دیکھئے ابن ماجہ میں ہے "کَانَ الرَّجُلُ فِیْ عَھْدِ النبیِ صلی اللہ علیہ وسلم یُضَحِّیْ بالشَّاۃِ عَنْہُ وَعَنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ "(۳) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہر شخص اپنی اور اپنے تمام گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربان کیا کرتا تھا۔

نمبر۲۴: غیر مقلدین کے نزدیک زیارتِ قبر نبوی کے واسطے مدینہ منورہ جانا جائز نہیں۔

میں کہتا ہوں یہ عبارت عرف الجادی جس کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں نہیں ، بلکہ صریح تہمت ہے، مولوی جی کی غرض اس لایعنی اور مبہم عبارت سے یہ ہے کہ وہ لوگوں کو ہماری دشمنی پر

(۱) ثبوت کے لئے دیکھیں ضمیمہ ص۱۲۰۔

(۲) ھدایه ج۴ ص ۴۴۳ ، ۴۴۴ کتاب الاضحیة/نور الهدایه ترجمه شرح وقایه ج۴ ص ۵۰ کتاب الاضحیة .

(۳) ابن ماجه ج۲ ص ۱۰۵۱ کتاب الاضاحی باب من ضحی بشاة عن اهله / ابوداؤد ص ۳۸۸ باب فی الشاة یضحی بها عن جماعة میں ہے "عن جابر بن عبدالله قال شهدت مع رسول الله الاضحی فی المصلی فلما قضی خطبته نزل من منبره واتی بکبش فذبحه رسول الله بیده وقال بسم الله والله اکبر هذا عنی وعمن لم یضح من امتی .

برانگیختہ کریں کہ دیکھو اہل حدیث رسول اللہ ﷺ کے دشمن ہیں یہاں تک کہ آپ کی قبر کی زیارت کرنے کو بھی منع کرتے ہیں، مگر مولوی صاحب کو بحمد اللہ پالا ایسے شخص سے پڑا ہے کہ وہ بخیہ ادھیڑ کرر کھ دے گا

انا صخرة الوادی اذا مازوحمت

واذا نطقت فاننی الجــوزاء

ہم کہتے ہیں خدا لعنت کرے اس مردود پر جو زیارت قبر نبوی کو منع کرتا ہو اور صدہا لعنتیں نازل ہوں اس پر جو مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوانے کے لئے کسی پر تراش تراش کر تہمتیں رکھتا ہو۔ ہم زیارتِ قبر نبوی سے نہیں روکتے، بلکہ ہم تو ادنیٰ مومنوں کی زیارت قبر کو بھی مسنون کہتے ہیں، نزاع تو صرف اس میں ہے کہ باہر کا جو شخص مدینہ منورہ جانا چاہے وہ زیارت قبر نبوی کی نیت سے جائے؟ یا مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی نیت کر کے جائے؟ ہم کہتے ہیں کہ بہ نیت نماز مسجد نبوی سفر کرے دلیل اس کی حدیث صحیح متفق علیہ ہے کہ "لاتشد الرحال الاالی ثلثة مساجد" (۱) یعنی حرم نبوی (مدینہ مکرمہ کی مسجد نبوی) اور حرم خلیلی (مکہ مکرمہ کی مسجد بیت اللہ) اور مسجد سلیمانی (یعنی بیت المقدس کی مسجد) ان تین مسجدوں کے سوا اور جگہ کا سفر کرنا، بہ نیت تقرب الی اللہ وتبرک حرام ہے۔

حدیث مندرجۂ بالا کا صحیح مطلب بتلانے والی ایک روایت بہ سند صحیح موطا امام مالک میں موجود ہے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طور پہاڑ کی زیارت کو گئے تھے وہاں سے واپس آتے ہوئے حضرت بصرہ بن ابوبصرہ غفاری رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی انھوں نے کہا اگر مجھے پہلے سے معلوم ہوتا تو میں آپ کو طور کی زیارت کے لئے نہ جانے دیتا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ سوا بیت اللہ اور مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے کسی اور جگہ

(۱) بخاری ج ۱ ص ۱۵۸ کتاب التهجد باب فضل الصلوٰة فی مسجد مكة والمدينة / مسلم ج ۱ ص ۴۴۷ كتاب الحج باب فضل المساجد الثلاثة / نسائی ج ۱ ص ۸۱ ماتشد الرحال / ترمذی ج ۱ ص ۷۵ باب ماجاء فی ای المساجد افضل / ابن ماجه ج ۱ ص ۴۵۲ باب ماجاء فی الصلوٰة فی مسجد بيت المقدس

(بقصدزیارت وتقرب الی اللّٰہ) سفر کرنا حرام ہے،(۱)اس روایت سے معلوم ہوا کہ مواضع متبرکہ کی طرف خاصۃً وقصداً بہ نیت حصول تبرک وتقرب الی اللہ سفر کرنے سے حدیث میں ممانعت ہے چاہے وہ کوئی مسجد ہو یا غیر مسجد، اب چونکہ ہمیں اس جگہ اختصار اور بہت ہی اختصار مطلوب ہے اس لئے آپ کے مسلّم بزرگوں کے اقوال آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں اور پھر آپ کو بطوع خاطر اجازت دیتے ہیں کہ ان قائلین کو اوران کے بعد ہم کو خوب پانی پی پی کر کوسئے، شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں " والحق عندی ان القبر ومحل عبادۃ ولی من اولیآء اللّٰہ والطور سواء فی النھی "(۲) یعنی میرے نزدیک حق مسئلہ یہ ہے کہ ہر ایک تھان چلہ، خانقاہ اور جائے عبادت کسی ولی اللہ کی اور طور سب کی زیارت کے لئے سفر کر کے قصداً جانا اس حدیث سے ممنوع ثابت ہوتا ہے، اور طوالع الانوار حاشیہ درمختار میں ہے کہ امام الحرمین اپنے شیخ سے نقل کرتے ہیں کہ "سفر برائے زیارت قبور اولیاء وصلحاء وانبیاء دو طرح سے خالی نہ ہوگا یا تو وہاں جا کر زائر خلافِ شرع تعظیمیں کرے گا جو شرک ہیں اس وجہ سے یہ سفر حرام ہے اور اگر نہ کرے تو اس سفر کی کراہیت میں تو کچھ شک نہیں (ملخصا) شاہ عبدالعزیزؒ نے بھی ان تین جگہوں کے سوا سب کو نہی میں داخل کر رکھا ہے، فتح القدیر، فتاوی عالمگیری، درمختار وغیرہ کتب میں بھی یہی لکھا ہے،(۳) ملاعلی قاری حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں "ذھب بعض العلماء الی الاستدلال بہ علی المنع من الرحلۃ لزیارۃ المشاھد وقبور العلماء والصالحین "(۴)

---

(۱) ملاحظہ ہو موطا امام مالک ص ۳۸ باب ماجاء فی الساعۃ فی یوم الجمعۃ۔ الفاظ یہ ہیں "عن ابی ھریرۃ انہ قال خرجت الی الطور......فلقیت بصرۃ بن ابی بصرۃ الغفاری فقال من این اقبلت فقلت من الطور فقال لو ادرکتک قبل ان تخرج الیہ ماخرجت سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول لاتعمل المطی الا الی ثلثۃ مساجد الی المسجد الحرام والی مسجدی ھذا اوالی مسجد ایلیاء اوبیت المقدس .

(۲) حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۹۲

(۳) رد المحتار ج ۲، صـ ۲۳۲ (دیکھیں ضمیمہ ص۱۵۸)

(۴) مرقاۃ المفاتیح لملاعلی قاری حنفی بحوالہ حاشیہ مشکوٰۃ صـ ۶۸ حاشیہ ۱

شاہ ولی اللہ کی عبارت کا اور اس عبارت کا خلاصہ قریب قریب ہے یعنی بزرگوں کے عبادت خانے اور اولیاء اللہ کی قبریں وغیرہ کی طرف اس قسم کا سفر کرنا ممنوع ہے، یہ تو تھی ہماری برأت، اب آپ اپنے ہاں کی سنئے اور بغور سنئے! پھر اپنے صحیح دماغ سے فیصلہ دیجئے کہ دشمنان رسول ہم ہیں؟

حنفی مذہب میں ہے کہ مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً حرم (قابل عزت وحرمت جگہ) نہیں، ملاحظہ ہو ترجمہ مشکوٰۃ عبدالحی غیرہ۔ اور ہم اہل حدیث اسے حرم کہتے ہیں کیونکہ بخاری مسلم وغیرہ میں فرمان رسول ﷺ موجود ہے کہ "المدینۃ حرم"[1] یہ تو ہے حرم نبوی کی عزت، اب ہم بتلائیں کہ پیغمبر خدا ﷺ فداہ ابی وامی کی عزت کا پاس حنفی مذہب فقہ کی کتابوں میں کس قدر ہے، ردالمحتار کنز، شرح وقایہ، درمختار وغیرہ معتبر کتب فقہ واحناف میں ہے کہ اگر ذمی کافر رسول اللہ ﷺ کو گالی دے تو وہ قابل قتل نہیں، نہ اس کا ذمہ ٹوٹتا ہے،(۲) انا للہ وانا الیہ راجعون ۔کوئی صاحب مجھ سے ناراض نہ ہوں اول تو میں نے صحیح حوالہ جات سے اس بات کو ثابت کیا ہے، مولوی صاحب کی طرح غلط حوالوں سے بات کا بتنگڑ بنا کر بلاوجہ سخت سست الفاظ سے کسی کی جگر خراشی نہیں کی، نہ مولوی صاحب کی طرح تمسخر آمیز لہجہ اختیار کیا ہے، دوسرے میں بالفرض نہ بھی لکھوں تو اصل کتابوں میں لکھا ہوا موجود ہے۔ بہ خدائے لایزال میرا مقصود اس سے یہ ہے کہ بندگان خدا فقہ پرستی چھوڑ دیں اور اہل حدیث کے ذمہ بری تہمتیں نہ تراشیں کہ پھر اہل حدیث ایسے ہی مسائل ان کی اصل مذہبی کتابوں سے دکھانے پر مجبور ہو جائیں اور جب یہ ہوا تو ناظرین کو چاہئے کہ جس مذہب میں ایسے مسائل ہوں اس مذہب کو چھوڑ کر اس مذہب کو اختیار کریں جو ان مسائل سے پاک ہو، اہل حدیث کے نزدیک تو جو شخص حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرے وہ شرعاً

---

(۱) بخاری ج ۱ صـ ۲۵۱ باب حرم المدینۃ / مسلم ج ۱ صـ ۴۴۲ باب فضل المدینۃ و...

(۲) درمختار ج ۱ صـ ۳۵۳ فصل فی الجزیۃ / ردالمحتار ج ۶ صـ ۳۴۵ باب العشر والخراج والجزیۃ / شرح وقایہ ج ۲ صـ ۳۲۳ فصل الجزیۃ / ھدایہ ج ۲ صـ ۵۹۸ کتاب السیر باب الجزیۃ / قدوری صـ ۲۷۳

گردن زدنی ہے(۱) مسلم بادشاہ وقت اسی وقت اس پر قتل کا حکم جاری کردے گا۔

نمبر ۲۵: میں لکھا ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک اگر کسی کافر نے کفر کی حالت میں منت مانی تھی تو اسلام لانے کے بعد اس کا پورا کرنا واجب ہے۔

یہ اعتراض مولوی صاحب نے علم حدیث نہ ہونے کی وجہ سے کیا ہے، ایسے ہی اعتراضوں سے معلوم ہوجاتا ہے کہ حنفی اور محمدی میں کتنا اور کیا فرق ہے؟ دیکھئے حضرت عمر بن خطابؓ رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ حضور ﷺ میں نے زمانۂ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا، اگر ارشاد ہو تو نذر پوری کروں؟ آپ نے فرمایا "اَوْفِ بِنَذْرِكَ" تم شوق سے اپنی نذر پوری کرو (بخاری مسلم) (۲) اس صحیح اور صریح حدیث کے مطابق اہل حدیث کا مذہب ہے کہ جو شخص زمانۂ کفر میں کوئی نذر مانے اور وہ خلاف اسلام نہ ہو تو وہ اسے مسلمان ہونے کے بعد وفا کرسکتا ہے، اب مولوی صاحب اگر اس مسئلہ میں جھگڑنا چاہیں اور طعن و تشنیع کرنا چاہیں

---

(۱) ابوداؤد میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودیہ نبی ﷺ کو گالی دیتی تھی اور آپ کی توہین کرتی تھی ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور وہ مرگئی نبی ﷺ نے اس کے خون کو رائیگاں کردیا، ملاحظہ ہو ابوداؤد صـ ۶۰۰ کتاب الحدود باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ.

اسی طرح ابوداؤد ہی میں ہے ان اعمی کانت لہ ام ولد تشتم النبی ﷺ وتقع فیہ فینھاھا فلاتنتھی ویزجرھا فلاتنزجر قال فلما کانت ذات لیلۃ جعلت تقع فی النبی ﷺ وتشتمہ فاخذ المغول فوضعہ فی بطنھا واتکأ علیھا فقتلھا (ابوداؤد ۵۹۹ کتاب الحدود باب فیمن سب النبی ﷺ اور بین السطور میں ہے وفیہ ان الذمی الساب یحل قتلہ یعنی گالی دینے والے ذمی کا قتل جائز ہے۔

(۲) بخاری ج ۲ ص: ۹۹۱ کتاب الایمان والنذور باب اذا نذر اوحلف الایکلم انسانا. وج ا صـ ۲۷۲ باب الاعتکاف لیلاً/ مسلم ج ۲ صـ ۵۰ کتاب النذر باب نذر الکافر ومایفعل فیہ اذا اسلم

توشوق سے کریں مگر یہ خیال رہے "فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" (۱) فرمان رسالت مآب کا خلاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب اورزبردست فتنے سے ڈرتے رہا کریں،

مولوی صاحب یہ تو آپ پر بھاری پڑا، اوردن رات دھبادھب جونذریں اورمنتیں قبروں اورتعزیوں پراترتی ہیں، کبھی آپ کے اورآپ جیسے اوروں کے اوپر بھاری پڑیں؟

عبادت کا یہ طریقہ آپ کو بہت ناپسند ہے اس پرخوب لے دے کی ہے، لیکن غالباً کیا بلکہ یقیناً وہ طریقہ تو آپ کو بہت ہی پسند ہوگا بلکہ اس کے پسند نہ کرنے والوں کوآپ ناپسند کرتے ہیں جو حنفی مذہب کی فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ شراب بنانے والے کے ہاتھ شیرۂ انگور بیچنا اورگرجا گھر عیسائیوں کے عبادت خانے بنانے والے کے ہاتھ اس کے لئے زمین بیچنا اور پارسیوں کے عبادت خانوں آتش کدوں کے بنانے کے لئے زمین بیچنا جائز ہے ،ملاحظہ ہو فتاویٰ خانیہ جلد ثانی ص: ۲۵۵ (۲) کہئے ان کے ہاتھ زمین بیچ کراس میں صلیب پرستی اورآتش پرستی کرانے میں تو عین خدا کی رضامندی حاصل ہوتی ہوگی۔

نمبر ۲۶: میں اعتراض ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک پانی خواہ تھوڑا ہو خواہ بہت، جب تک کہ نجاست کی وجہ سے اس کا رنگ یا مزہ یا بونہ بگڑے تب تک وہ پاک ہے، اورص: ۶ میں اس مسئلہ پرآپ نے دل کھول کر مضحکہ اڑایا ہے۔

بات یہ ہے کہ کاٹھیاواڑ کی طرف کچھ لوگ اس خیال کے ہیں کہ وہ کسی کو دیندار اورعالم اورمولوی نہیں سمجھتے جب تک کہ وہ اہل حدیث پردس بیس پھبتیاں نہ اڑائے ، کچھ برا بھلا نہ کہے سوپچاس تہمتیں نہ رکھے، ان باتوں میں جو شخص جس قدر بڑھا ہوا ہواسی قدر اس کی عزت

(۱) النور ۲۴/ ۶۳

(۲) درمختار ج۲ صـ ۲۴۶ ،۲۴۷ فصل فی البیع /فتاوی عالمگیری ج۳ صـ ۱۱۶ / نورالهدایه ترجمه شرح وقایه ج۳ صـ ۳۹

ووقعت ہوتی ہے، یہ حضرات بھی شاید اس فہرست میں اپنا نام لکھانے کی کوشش میں ہیں۔

پانی کے بارے میں اہل حدیث کا صحیح مسئلہ یہ ہے کہ پانی جب دو قلے ہو اور کسی نجاست کے گرنے کی وجہ سے اس کا رنگ یا بو یا مزہ بگڑ گیا ہو تو وہ ناپاک ہے اور جب تک رنگ یا بو یا مزہ نہ پلٹے تب تک وہ پاک ہے، دلائل ملاحظہ ہوں "اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث" (ابوداؤد)(۱) اور فرمایا "لاینجسه شیء الا ماغلب علی ریحه وطعمه ولونه" (ابن ماجه)(۲) ایک اور حدیث میں آیا "بنجاسة تحدث فیه (بیہقی)(۳) تینوں حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ جب پانی دو قلے ہو جائے اور پھر کسی نجس چیز کے گرنے کی وجہ سے جب تک اس کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے پاک ہے، امام شافعیؒ امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق کا یہی مذہب ہے (ترمذی)(۴) بلکہ تلخیص اور نیل میں اس پر اجماع نقل کیا ہے، (۵) یہ تو تھا ہمارے ہاں کا مسئلہ اور اس کے دلائل، اب آپ کے ہاں کا مسئلہ سنئے اور اس کے دلائل تلاش کیجئے، حنفی مذہب میں ہے کہ گدھیا کا دودھ پاک ہے(۶) دہ دردہ پانی جس میں سے اگر لپ بھریں تو زمین نظر نہ آئے اس میں چاہے کسی قدر نجاست پڑ جائے کوئی حرج نہیں، پاک ہے(۷) عالمگیری میں ہے " اذا صب الخمر فی المرقة ثم الخل اذا صارت المرقة کالخل فی الحموضة طهرت "(۸) یعنی شوربے میں شراب ڈالی

(۱) ابوداؤد ص ۹ کتاب الطهارة باب ماینجس الماء / ترمذی ج ۱ ص ۲۱ کتاب الطهارة / ابن ماجة ج ۱ ص ۱۷۲ باب مقدار الماء الذی لاینجس

(۲) ابن ماجة ج ۱ ۱۷۴ باب الحیاض

(۳) بیهقی ج ۱ ص ۲۵۶

(۴) ترمذی ج ۱ ص ۲۱

(۵) نیل الاوطار ج ۱ ص ۲۹

(۶) لبن الاتان طاهر فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۴۶ / منیة المصلی ص ۵۷ فصل فی الآسار / عین الهدایه ج ۱، ص ۱۱۹

(۷) درمختار ج ۱ ص ۳۶ باب المیاه / هدایه ج ۱ ص ۳۶ / شرح وقایه ج ۱ ص ۸۰ کتاب الطهارة

(۸) فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۷

پھر سرکہ ڈالا اگر وہ مزے میں سرکے کی طرح کھٹا ہو تو پاک صاف طیب طاہر ہے۔

نمبر۲۷: میں الزام دیا ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک نمازی کے کپڑوں کے واسطے طہارت شرط نہیں، حوالہ دیا ہے عرف الجادی ص:۳۲ اور دلیل الطالب ص:۲۶۴ کا۔

مولوی صاحب کی یہ بھی ایک سنسنی خیز جھوٹ ہے، عرف الجادی کے صفحہ مذکور میں تو اس بحث کا نام ونشان بھی نہیں وہاں تو نماز کے بعد کی بعض دعاؤں اور سجدہ سہو وسجدۂ تلاوت کی بحث ہے(۱)، خدا جانے اب تک میں نے مولوی صاحب کے کتنے جھوٹ ثابت کئے اور آگے چل کر کیا کچھ گل کھلائیں گے۔

حیا وشرم　ندامت　اگر　کہیں　بکتی
تو ہم مول لیتے کسی اپنے مہرباں کے لئے

باقی رہی کتاب دلیل الطالب اس میں اس بحث کا خلاصہ ص:۲۶۴ میں اس طرح لکھا ہے
"مارا شکے در وجوب طہارت ثیاب درحال صلوٰۃ واثم مصلی باثواب متنجسہ بنا برادلہ مذکورہ نیست"
یعنی ہمیں نمازی کے کپڑوں کی طہارت کے وجوب میں اور جو شخص نجس کپڑوں میں نماز پڑھے اس کے گنہ گار ہونے میں کوئی شک نہیں۔ آگے رہا نماز کا نہ ہونا تو یہ امر دیگر ہے، میں حیران ہوں کہ جو شخص اپنی آنکھ کا شہتیر نہ دیکھ سکتا ہو وہ دوسروں کی آنکھ کے تنکے کو دیکھنے کی کیوں کوشش کرتا ہے؟ حنفی مذہب میں ہے کہ اگر کپڑے پر پاخانہ یا پیشاب وغیرہ جیسی غلیظ نجاست بقدر ایک درہم کے لگی ہو تو نماز ہو جاتی ہے، ملاحظہ ہو ہدایہ شرح وقایہ وغیرہ، (۲) بلکہ طحطاوی مصری جلد اول ص۸۹ میں بلی کے پیشاب کو بھی جو کپڑوں پر گردے پاک مانا ہے۔(۳)

---

(۱) ملاحظہ ہو ضمیمہ ص۱۱۶
(۲) ھدایہ ج ا صـ ۷۴ / شرح وقایہ ج ا صـ ۱۲۴ / بدائع الصنائع ج ا صـ ۲۳۳ / البحر الرائق ج ا صـ ۳۹۵ / فتاوی عالمگیری ج ا صـ ۴۵
(۳) طحطاوی ص ۲۲۲ / فتاوی قاضی خان ج ا ص ۱۰ / فتاوی عالمگیری ج ا ص ۴۶

نمبر ۲۸: میں اعتراض ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک نمازی کے بدن کے واسطے طہارت شرط نہیں۔

دلیل الطالب میں یہ مسئلہ بھی اسی طرح ہے جس طرح نمبر ۲۷ کا مسئلہ، ہاں البتہ حنفیوں کے نزدیک بلا روک ٹوک اس مسئلے پر عمل ہے، چنانچہ جوہرۃ النیرۃ شرح قدوری میں ہے "اذا لم یستنج بحجر ولا غیره وكانت لا يتجاوز مخرجها جازت صلوته "[1] یعنی اگر کوئی شخص پاخانہ کرنے کے بعد نہ تو پانی سے طہارت کرے نہ ڈھیلا لے اور اسی ناپاکی سمیت نماز پڑھے اور ناپاکی دبر کے حلقے سے زیادہ نہ ہو تو اس کی نماز ہو جائے گی؟

نمبر ۲۹: میں ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک بے وضو آدمی قرآن چھو سکتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس میں اعتراض کی بات کونسی تھی دیکھئے ترمذی، نسائی، ابوداؤد ابن ماجہ میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "اِنَّمَا اُمِرْتُ بِالْوُضُوْءِ اِذَاقُمْتُ اِلَى الصَّلٰوۃ" (۲) یعنی مجھے صرف نماز کے لئے ہی وضو کا حکم وجوباً ہے، کسی اور کام کے لئے نہیں، اور رسول اللہ ﷺ نے شاہ روم ہرقل کو جب فرمان لکھا تو اس میں آیت قرآنی "قُلْ يَـآ اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا" (۳) لکھ بھیجی تھی حالانکہ وہ مشرک اور نجس تھا، باوضو ہونا تو ایک طرف وہ تو غالباً شرعی وضو کو جانتا بھی نہ ہوگا اور نیل الاوطار ص:۲۰۱ ج ۱ میں ہے "واما المحدث حدثاً اصغر فذهب ابن عباس والشعبی والضحاك وزيدبن علی

---

(۱) الجوهرة النيّرة ج ۱ ص ٥٦

(۲) نسائی ج ۱ باب الوضوء لكل صلوٰة

(۳) یہ آیت سورہ آل عمران ۳/ ۶ میں ہے۔ اور ہرقل کو فرمان لکھنے کا ذکر بخاری ج ۱، ص ۵ میں باب کیف کان بدء الوحی اور ص ۴۱۲ باب دعاء النبی ﷺ الی الاسلام والنبوۃ الخ میں ہے

والمؤید باللّٰہ والھادویۃ وقاضی القضاۃ وداؤدالی انہ یجوزلہ مس المصحف "(۱) یعنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ، شعبیؒ، ضحاک، زید بن علیؒ مؤید باللہ ہادویہ قاضی القضاۃ اور داؤد کا مذہب ہے کہ بے وضو قرآن شریف کو چھونا جائز ہے، فتاوی ظفر خانی کو دیکھئے لکھا ہے "والصحیح من مذھب ابی حنیفۃ لایمنع المس " (۲) یعنی امام ابوحنیفہؒ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ بلا وضو قرآن کریم کو چھونا جائز ہے، مولوی صاحب پر قرآن پاک کا بے وضو چھونا شاق گذرتا ہے، حالانکہ حنفی مذہب میں ہے کہ قرآن شریف کو فارسی، اردو، انگریزی، گجراتی، میمنی اور بنگالی وغیرہ ہر ایک عجمی زبان میں نماز کے اندر پڑھنا جائز ہے ملاحظہ ہو فتاویٰ عالمگیری وغیرہ، (۳) بلکہ امام صاحب کے اور اکثر فقہاء حنفیہ کے نزدیک حائضہ عورت کو بھی ایک آیت سے کم قرآن کا پڑھنا جائز ہے، ملاحظہ ہو فتح القدیر وغیرہ۔ (۴)

نمبر ۳۰: میں حوالہ دیا ہے عرف الجادی ص: ۲۴۴ کا اور لکھا ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک خارپشت اور ضب کھانا حلال ہے۔

مولوی صاحب کو نہ جانے جھوٹ بولنے میں کئے رکعت کا ثواب ملتا ہے، اس صفحہ بھر میں ضب کا کہیں نام ونشان بھی نہیں (۵) درحقیقت مسئلہ یہی ہے دیکھئے صحیح بخاری میں ہے کہ ضب

(۱) نیل الاوطار ج ۱، ص ۲۱۶ باب ایجاب الوضوء للصلوٰۃ والطواف و مس المصحف (مطبوعہ دارالکتاب العربی، بیروت)   (۲) فتاوی ظفرخانی ص

(۳) فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۶۹ صفۃ الصلوٰۃ / فتاوی قاضی خان ج ۱ ص ۴۱ ردالمحتار ج ۲ ص ۱۸۳

(۴) منیۃ المصلی میں ہے "ولایجوز للجنب والحائض والنفساء قرأۃ القرآن یعنی آیۃ تامۃ وان قرأ مادون الآیۃ اوقرأ الفاتحۃ علی قصد الدعاء والآیات التی تشبہ الدعاء علیٰ نیۃ الدعاء یجوز وقیل یکرہ وقیل لایکرہ (منیۃ المصلی ص ۱۶) فتاوی شامی میں ہے کہ حائضہ معلمہ عورت ایک ایک کلمہ پڑھ سکتی ہے (ردالمحتار ج ۱ ص ۴۸۷)

(۵) ثبوت کے لئے دیکھیں ضمیمہ ص ۱۲۱۔

(گوہ) رسول اللہ ﷺ کے دستر خوان پر کھائی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "كُلُوْهُ فَإِنَّهُ حَلَالٌ" (۱) یعنی گوہ کو کھاؤ وہ حلال ہے، عون المعبود میں ہے "قال النووی اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَنَّ الضَّبَّ حَلَالٌ لَيْسَ بِمَكْرُوْهٍ" (۲) یعنی مسلمانوں کا گوہ کی حلت پر اجماع ہے اور ابن ملک حنفی اور امام طحاوی حنفی نے بھی اسے حلال کہا ہے (مرقاۃ ومعانی الآثار) (۳) اور خار پشت یعنی ساہی کے بارے میں ابوداؤد میں حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے حلال کہتے تھے پھر ان کے سامنے ایک شخص نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے خبیث کہا ہے (۴) یہ ہے حدیث، اور ائمہ میں سے امام مالک اور ابن ابوثور محدث اسے حلال کہتے ہیں، (۵) بہتوں نے اسے حرام لکھا ہے، عرف الجادی میں تصریح تو نہیں مگر رجحان حرمت کو ہی دیا ہے، جس کے سمجھنے سے مولوی صاحب قاصر ہے، لکھتے ہیں: "شاید ارجح خبث اوست" (۶) نواب صاحب علیہ الرحمۃ نے دلیل الطالب کے ص: ۴۴۴ میں اسے حرام لکھا ہے لکھتے ہیں "قنفذ از خبائث است پس حرام باشد" (۷) اب سنئے حنفی مذہب میں ہے کہ اگر سورنی کے دودھ سے بکری کا بچہ پالا گیا ہو تو وہ حلال ہے (قاضی خان) (۸)

---

(۱) بخاری ج۲ ص ۸۱۲ باب ماکان النبی ﷺ لایاکل حتی یسمی له و ص ۸۳۱ باب الضب

(۲) صحیح مسلم مع النووی ج۲ ص ۱۵۱ /عون المعبود ج۵ جزء۱۰ ص ۱۹۰ مکتبه الفهیم مئو

(۳) معانی الآثار ج۲ ص ۲۹۱ میں علامہ طحاوی لکھتے ہیں "فثبت بتصحیح هٰذه الآثار انه لاباس باکل الضب وهو القول عندنا والله اعلم بالصواب /مرقاة ج۴، ص ۳۳۸

(۴) ابوداؤد ص ۵۳۲ کتاب الاطعمة باب فی اکل حشرات الارض

(۵) عون المعبود ج۵ جزء ۱۰ ص ۱۹۴ مکتبه الفهیم مئو

(۶) ثبوت کے لئے دیکھیں ضمیمہ ص ۱۲۱۔

(۷) دیکھیں ضمیمہ ص ۱۳۶۔

(۸) درمختار ج۲ ص ۲۳۶ / فتاوی قاضی خان ج۴ ص ۸۰ کتاب الحظر والاباحة.

بلکہ عالمگیری مصری جلد سوم ص:۱۶۰ میں ہے "اذا ذبح کلبه و باع لحمه جاز"(۱) یعنی اپنے کتے کو ذبح کر کے اس کا گوشت بیچنا جائز ہے۔

نمبر ۱۳: میں ایک بڑا بھاری یہ اعتراض کیا ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک ٹخنوں کے نیچے پائجامہ پہننے والے کا وضو ٹوٹ جاتا ہے

"میں کہتا ہوں یہ کوئی نئی بات نہیں یہ آج سے چودہ سو سال پہلے کی بات ہے اور بات کس کی؟ مطاع برحق نبی اکرم ﷺ کی، تمہیں اختیار ہے جس طرح چاہو آپ کی بات پر ہنسی اڑاؤ اور مذاق کرو، مگر یہ خیال رہے "فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيماً" (۲) یعنی آپ کی بات کو جی کھول کر اور کشادہ دلی سے نہ ماننے والا مومن نہیں، ابوداؤد میں ہے " عن ابی هريرة رضی الله عنه قال بينما رجل يصلی مسبلاً ازاره قال له رسول الله اذهب فتوضأ فذهب فتوضأ ثم جاء فقال رجل يارسول الله مالك امرته ان يتوضأ قال انه كان يصلی وهو مسبل ازاره وان الله لايقبل صلوة رجل مسبل ازاره "(۳) یعنی رسول کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم نے ایک شخص کو دیکھا کہ ٹخنے سے نیچے تہ بند لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا ہے، آپ نے فرمایا کہ جا اور نیا وضو کر، وہ گیا اور نئے سرے سے وضو کر کے پھر آیا، ایک اور شخص نے آپ سے سوال

---

(۱) فتاوی عالمگیری ج۳ ص ۱۱۵ فی بیع المحرم الصید وفی بیع المحرمات آگے لکھتے ہیں "وكذا اذا ذبح حماره وباع لحمه ويجوز بيع لحوم السباع والحمر المذبوحة فی الرواية الصحيحة . اسی طرح جب کوئی اپنا گدھا ذبح کرے اور اس کے گوشت کو بیچے تو جائز ہے، اور صحیح روایت میں درندے اور ذبح کیے ہوئے گدھے کے گوشت کو بیچنا جائز ہے۔

(۲) النساء ۴/۶۵

(۳) ابوداؤد ۵۶۵ كتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار و باب الاسبال فی الصلوٰة و نسائی كتاب الزينة. / مسند احمد ج۵ ص ۱۲۵

کیا کہ حضرت آپ نے اسے وضو دہرانے کا حکم کیوں دیا؟ فرمایا آپ نے کہ وہ اپنا تہ بند لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا اور ایسے شخص کی اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں کرتا ہے، بلکہ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ تو بات چیت کرے گا نہ اسے گناہوں سے پاک کرے گا نہ اس کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور اس کے لئے دردناک عذاب ہے (صحیح مسلم)(۱) صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرض الموت میں جس وقت کہ ان پر غشی پر غشی آتی تھی اور جو کچھ کھاتے پیتے تھے سب زخم کے راستے نکل جاتا تھا، ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنا کپڑا ٹخنے سے نیچے لٹکائے ہوئے ہے فرمایا اپنا کپڑا اونچا کرو، (۲) دیکھئے کس قدر تاکید کا حکم ہے، مگر آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان نام رکھ کر اللہ کے رسول کی حدیث کو قبول نہیں کرتے بلکہ اسے رد کرتے ہیں اور اس پر بھی بس نہ کر کے اس پر مذاق اور استہزاء کرتے ہیں، یہی نشانی ہے محمدی اور غیر محمدی ہونے کی۔ ولنعم ما قیل ؎

العلم میراث النبی کما — فی النص والعلمآء هم وراثه

ماخلف المختار غیر حدیثه — فینا فذاك متاعه واثاثه

فلنا الحدیث میراث نبویة — ولکل محدث بدعة احدثه

فاذا اردت حقیقة تدری — من وراثه فکرت مامیراثه

یعنی علماء نبی ﷺ کے وارث ہیں اور آپ نے سوائے حدیث کے اپنا ورثہ کچھ نہیں چھوڑا، ہمیں تو میراث نبوی یعنی حدیث کافی وافی ہے، بدعتی جانے اور اس کی بدعت، تو جب آپ کے صحیح وارثوں کو ڈھونڈنا چاہے تو پہلے آپ کی میراث کو معلوم کر لے، یہ تھا نماز کا وہ مسئلہ جو صحیح حدیث سے ثابت ہے، مگر آپ کے مذہب نے نماز کی جو صورت بنا رکھی ہے وہ ہم اسی کتاب کے ص ۳۸ میں لکھ آئے ہیں اسے دوبارہ پڑھئے اور ان کاموں کے جائز ہونے کے دلائل تلاش کیجئے۔

---

(۱) مسلم ج ۱ ص ۷۱ باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار والمن بالعطیة......

(۲) بخاری ج ۱ ص ۵۲۴ کتاب المناقب باب قصة البیعة والاتفاق علیٰ عثمان ومقتل عمر بن الخطاب

نمبر۳۲: غیر مقلدین کے نزدیک اگر بسم اللہ نہ پڑھے تو وضو نہیں ہوتا۔

اقول، اس میں تعجب کی کون سی بات تھی؟ فرمان نبوی سے سرتابی کیسی؟ آپ فرمان رسالت مآب کو نہ مانیں نہ مانیں مگر ہمیں اور دوسروں کو آپ کیوں روکیں؟ ہم تو آپ کی بات پر عمل کرنے میں اپنی جانوں مالوں اور عزتوں تک کو قربان کر دینا اپنا فخر اور عین دین وایمان سمجھتے ہیں۔

فان ابی ووالدتی وعرضی = بعرض محمد منکم وقاء

یعنی میرے ماں باپ اور میری عزت (اور میری کل طاقتیں) محمد ﷺ کی عزت کو تمہارے ہاتھوں سے بچانے کے لئے قربان ہیں، ابوداؤد میں حدیث ہے " لا وضوء لمن لم یذکراسم اللّٰہ علیه " (۱) یعنی جو شخص بسم اللہ کہے بغیر وضو کرے اس کا وضو نہیں ہوتا، شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغۃ میں لکھتے ہیں " وھو نص علی ان التسمیة رکن او شرط " (۲) یعنی یہ حدیث نص صریح ہے اس بات میں کہ بسم اللہ کہنا وضو میں شرط ہے یا رکن ہے، حضرت امام احمد بن حنبلؒ، اور امام ابوداؤدؒ اور امام اسحاقؒ اور اہل ظاہر کا مذہب ہے کہ بسم اللہ کہنا واجب ہے (۳) اور اگر آپ کی مراد دوسرے مسئلے سے ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک بسم اللہ پڑھے بغیر جانور ذبح کیا ہوا حلال ہے تو میں کہتا ہوں یہ آپ کی عرف الجادی پر تہمت ہے، کیونکہ عرف الجادی کے ص:۲۴۷ میں لکھا ہے " ناگزیر است از ذکر نام خدا بر آں " (۴) یعنی ذبیحہ پر بسم اللہ کہنا ضروری ہے اور اگر بالفرض کسی نے لکھا ہو تو ہمیں کیا؟ ہمیں تو اللہ کی کتاب کافی وافی ہے، قال اللہ تبارک وتعالیٰ " وَلَا تَاكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ " (۵) یعنی جس جانور پر خدا کا نام نہ لیا جائے اسے نہ کھاؤ، جناب من! اب میں

(۱) ابوداؤد ص ۱۴ کتاب الطهارة باب فی التسمية علی الوضوء
(۲) حجة الله البالغة ص ۱۷۵
(۳) تحفة الاحوذی ج ۱ ص ۹۵
(۴) ثبوت کے لئے دیکھیں ضمیمہ ص ۱۲۲
(۵) الانعام ۶/۱۲۱

آپ کو ایک پر لطف ذبیحہ بتلاؤں، فتاویٰ قاضی خاں میں ہے "عن محمد اذا صلی علٰی جلد کلب اوذئب قد ذبح جازت صلوته " (۱) یعنی آپ کے امام محمدؒ کے نزدیک کتے اور بھیڑیئے کی کھال پر نماز جائز ہے، جبکہ وہ ذبح کر لئے جائیں تسمیہ پڑھ کر، بلکہ درمختار و فتاویٰ عالم گیری وغیرہ میں ہے کہ اگر چہ کوئی کافر چوہڑا چمار بھی کسی حرام جانور کے گلے پر چھری پھیرے تو ان کی کھال بھی حنفی مذہب میں پاک ہے، (۲) (زیادہ ظاہر قول یہی ہے بلکہ گوشت بھی پاک ہے) (۳)

نمبر ۳۳: کا جواب نمبر ۶ میں ملاحظہ ہو۔

حاصل یہ ہے کہ بہنے والا خون وضو کو توڑتا نہیں،

نمبر ۳۴: میں اعتراض ہے کہ "غیر مقلدین کے نزدیک اگر کسی شخص نے جان بوجھ کر کھا پی لیا تو اس پر روزہ توڑنے کا کفارہ نہیں فقط اس روزے کی قضا کرے"۔

مولوی صاحب کی عداوت قابل داد ہے، اہل حدیث کی دشمنی کی معراج انسان کو دشمنِ حدیث ضرور بنا دیتی ہے۔

جناب من! دیکھئے تو حدیث میں عمداً بیوی سے ملنے والے پر کفارہ ہے، کھانے پینے والے پر کوئی کفارہ سرکار محمدی سے مقرر نہیں ہوا، صحیحین وغیرہ کتب حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ماہ رمضان میں دن کے وقت اپنی بیوی سے جماع کیا تھا آپ نے اسے کفارہ دینے کو فرمایا کہ ایک غلام آزاد کرو اور اگر قدرت نہ ہو تو

---

(۱) فتاوی قاضی خان ج ۱ صـ ۱۰

(۲) درمختار ج ۱ صـ ۳۸ / عالمگیری ج ۱ صـ ۱۵

(۳) فتاوی قاضی خان ج ۱ صـ ۱۰ "مایطهر جلده بالدباغ یطهر لحمه بالذکوٰۃ" جس کا چمڑا دباغت سے پاک ہوتا ہے اس کا گوشت بھی ذبح سے پاک ہوتا ہے / فتاوی عالمگیری ج ۱ صـ ۱۵

دو مہینے کے پے در پے روزے رکھو اور اگر یہ بھی نہ ہوسکتا ہو تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلاؤ اور ایک روزہ قضا کرلو۔(۱) امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبل کا مذہب بھی یہی ہے کہ جماع کرنے والے پر کفارہ ہے کھانے پینے والے پر نہیں (ترمذی) (۲) مولوی صاحب ہمارے منھ نہ چڑھتے تو اچھا تھا، ہم پر جب انھوں نے حملہ کیا ہے تو اب ہماری بھی سنیں، حنفی مذہب میں ہے کہ اگر روزے کی حالت میں سوئی ہوئی عورت سے جماع کیا جائے تو دونوں پر روزے کا کفارہ نہیں، اسی طرح اگر دیوانی عورت سے جماع کرے جب بھی دونوں پر کفارہ نہیں، (فتاویٰ قاضی خاں) بلکہ امام زفر کے نزدیک تو روزہ بھی نہیں ٹوٹتا، عبارت یہ ہے "وکذا النائمة والمجنونة اذاجامعهما زوجهما القضآء دون الكفارة وقال زفر لايفسد صومهما" (۳) اور اس سے ایک صفحہ پہلے لکھا ہے "وان انزل فی هٰذه الوجوه كان عليهم القضآء دون الكفارةِ" (۴) اگر جانور یا مردہ عورت سے جماع کرے یا جائے مخصوص کے سوا کسی اور جگہ یا چوپائے سے جماع کرے یہاں تک کہ انزال بھی ہوتا ہم اس پر روزے کی قضا ہے کفارہ نہیں، شرم! شرم!!(۵)

---

(۱) صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۹ كتاب الصوم باب اذا جامع فی رمضان ولم یكن له شیٔ فتصدق علیه فلیكفر وص ۳۵۴ كتاب الهبة /ج ۲ ص ۹۹۲ كتاب الایمان والنذور ص ۸۰۸ كتاب النفقات وص ۹۱۰ كتاب الادب /مسلم ج ۱ ص ۳۵۴ /ابوداؤد ۳۳۵ / ترمذی ۱۵۴ / مسند احمد ج۲/ ۲۴۱ ، ج۶/ ۲۷۶ ، ابن ماجه ۵۳۴، موطاامام مالک ۹۷ /دارقطنی ج۲ ص ۲۰۸ /دارمی ج۲ ص ۱۹ / السنن الكبریٰ للبیهقی ج۴ ص ۲۲۱ / مصنف عبدالرزاق ج۴ ص ۱۹۴

(۲) ترمذی ج ۱ ص ۱۵۴

(۳) فتاوی قاضی خان ج ۱ ص ۹۹ فصل فیمایفسد الصوم

(۴) درمختار ج ۱ ص ۱۵۰ / فتاوی قاضی خان ج ۱ ص ۹۸

(۵) لگے ہاتھوں کچھ اور مسائل بھی سن لیں۔

☆ انگور کا دانہ اگر چبائے بغیر یوں ہی صحیح وسالم نگل کر کھا گیا تو صحیح یہ ہے کہ نہ روزہ ٹوٹتا ہے نہ کفارہ لازم آتا ہے۔(عین الہدایہ ج ۱ ص ۱۱۲۹۔)

☆ آدمی اگر خون کھاپی لے تو اس کا روزہ اگرچہ ٹوٹ جائے گا مگر کفارہ واجب نہیں ہوگا۔(عین الہدایہ، ج ۱، ص ۱۱۸۔ :::::::: ०

نمبر ۳۵: میں لکھتے ہیں کہ ”غیر مقلدین کے نزدیک مسافر کو مقیم کی اقتدا ہرگز نہ کرنی چاہئے۔“

محض غلط، سفید جھوٹ، صحیح مسلم میں ہے "کان ابن عمران صلی مع الامام صلی اربعاً واذا صلاھا وحدہ صلی رکعتین " (۱) یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب امام کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو چار رکعت پڑھتے تھے اور جب اکیلے ہوتے تھے تو دو رکعت پڑھا کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مرفوعاً اس کی ہم معنیٰ روایت منقول ہے، نماز کی کتر بیونت ہم تو جانتے نہیں، ہاں حنفی مذہب میں ہے کہ اگر کوئی شخص سلام نہ پھیرے اور بجائے سلام کے گوز مار دے تو کافی ہے (ہدایہ) (۲) اسی طرح کا حنفی مذہب کی جائز نماز کا نقشہ اسی کتاب کے ص: ۳۸ میں ملاحظہ ہو۔

نمبر ۳۶: میں لکھا ہے کہ ”غیر مقلدین کے نزدیک پردے کا حکم سوائے ازواج مطہرات کے کسی کو نہیں“

شاباش ہے میرے شیر دم، غنیمت ہے جھوٹ بولنا اور پھر شرمانا مردوں کا کام نہیں، وہاں

:::::: ☆ کسی نے بھولے سے کھانا کھایا یا پانی پیا یا جماع کیا اگر اس کو گمان ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر اس نے کھانا کھا لیا تو کفارہ لازم نہ ہوگا۔ (فتاویٰ عالمگیری، ج۱، ص۲۰۶)

☆ روزہ دار کسی غیر معشوق کی رال پی جائے تو کفارہ نہیں۔ (درمختار، ج۲، ص۳۴۵)

☆ اگر جانور کو شہوت کے ساتھ بوسہ لیا خصوصاً اس کی شرم گاہ کا بوسہ لیا تو جس نے بھی ایسا کیا مرد ہو یا عورت اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا جس کی قضا کرنی ہوگی، مگر کفارہ لازم نہیں آئے گا۔ (عین الہدایہ، ج۱، ص۱۱۶)

☆ مرد و عورت باہم ننگے ہو کر ایک دوسرے سے اپنی شرم گاہیں ملائیں یا دو مرد باہم ایسا کریں یا دو عورتیں ایسا کریں تو انزال ہونے کی صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہوگی مگر کفارہ نہیں واجب ہوگا۔ (ایضاً)

☆ اگر روزہ دار نے عمداً و قصداً مکھی کھالی اور حقہ و تمباکو اور بیڑی و سگریٹ پیا تو اگرچہ روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم آئے گی مگر کفارہ نہیں لازم آئے گا۔ (عین الہدایہ، ج۱، ص۱۱۷، ۱۱۸)

فقہ حنفی کے اس طرح کے مزید مسائل کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ حقیقۃ الفقہ، تحقیق شدہ ایڈیشن۔

(۱) صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۲

(۲) ہدایہ ج ۱، ص ۱۳۰ /شرح وقایہ ج ۱، ص ۱۵۹ / البحر الرائق ج ۱، ص ۲۵۳

کچھ اور مسئلہ ہے یہ کچھ کہہ رہے ہیں ''من می سرایم وطنبورہ من چہ من سراید'' بنیان المرصوص میں تو ہے ''زنان در عہد نبوت متبرقعات ومتقنعات ومتلفتات بیرون خانہا می آمدند'' اور آگے لکھا ہے ''امر بغض بصر بیکدیگر آمدہ است''(۱) یعنی عورتیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں برقعوں اور چادروں میں لپٹی لپٹائی منہ ڈھکے ہوئے گھر سے باہر ضرورتاً نکلا کرتی تھیں اور خدائے تبارک وتعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے سے آنکھیں بند کرنے کو فرمایا ہے، پس اول تو بنیان کے ذمے تہمت، پھر اہل حدیث پر، ہمارا مذہب تو یہ ہے "وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ"(۲) وقال رسول الله ﷺ النظر سهم من سهام ابليس مسمومة (رواہ الحاکم)(۳) یعنی مومن عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں نظر ابلیس کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے، اب سنئے پردہ تو ایک طرف، حنفی مذہب میں ہے کہ محرمات ابدیہ ماں، بہن، بیٹی وغیرہ سے جو شخص جان بوجھ کر نکاح کرلے اور پھر ان سے جماع کرے تو اس پر حد نہیں (ہدایہ وغیرہ)(۴) حالانکہ حدیث میں ایسے شخص کو قتل کرڈالنے کا حکم ہے۔(۵)

---

(۱) البنیان المرصوص ص ۱۶۸۔ (۲) النور ۳۱/۲۴

(۳) طبرانی بحوالہ تفہیم القرآن ج۳ ص ۳۸۰

(۴) هدايه ج۲ ص ۱۶ ۵ / البحر الرائق ج۵ ص ۲۵ / فتح القدير ج۵ ص ۴۰ كتاب الحدود.

(۵) الفاظ یہ ہیں "من وقع علىٰ ذات محرم فاقتلوه، ابن ماجه ج۲ ص ۸۵۶ باب من اتىٰ ذات محرم /ترمذى ج۱ ۲۷۰ ابواب الحدود باب ماجاء فيمن يقول للآخر يامخنث.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے ماموں کو دیکھا کہ وہ آں حضرت ﷺ کا بطور نشان عطا فرمایا ہوا جھنڈا لے کر کہیں جارہے ہیں میں نے پوچھا آپ کہاں جارہے ہیں فرمایا کہ مجھے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے مجھے آپ کا حکم ہے کہ میں اس کا سر کاٹ لاؤں، نسائی دارمی میں سر کاٹنے کے ساتھ ساتھ مال بھی لے آنے کا ذکر ہے، ترمذی ج۱ ص: ۲۷۰ ابواب الحدود/ابوداؤد ص ۶۱۲ باب فى الرجل يزنى ....../نسائى ج۲ ص: ۷۰ باب نكاح مانكح الآباء /ابن ماجه ج۲ ص: ۸۶۹ باب من تزوج امرأة ابيه من بعده/ دارمى ج۲، ص ۲۰۵ باب الرجل يتزوج امرأة ابيه.

نمبر ۳۷: میں لکھا ہے کہ ”غیر مقلدین کے نزدیک تمام سر کے بال منڈوانا خلاف سنت اور خارجیوں کی علامت ہے۔“

میں کہتا ہوں

ان کنت تدری فتلک مصیبة
وان کنت لاتدری فالمصیبة اعظم

بنیان المرصوص کے اس صفحے میں تو صاف لکھا ہے ”درنہی از حلق تمام راس دلیلے نیامدہ“ (۱) یعنی پورے سر کو منڈوانے کی نہی میں کوئی دلیل نہیں آئی ہے، کتنی صاف عبارت ہے کہ اس کو اگر کسی شخص کے دماغ میں گوبر بھرا ہوا ہو تو بھی سمجھ سکتا ہے، مگر نہ جانے مولوی صاحب کو کیا ہو گیا ہے، افسوس تو یہ ہے کہ اور لوگ جو اس رسالے میں ممد و معاون تھے ان میں سے بھی کسی کی دیانت داری نے ان دھوکے بازیوں سے نہ روکا، ”قطع الوتین“ اور رسالہ ”غیر مقلدین کا مذہب“ کو کوئی صاحب کسی شخص خاص کی محنت کا نتیجہ نہ سمجھیں، یہ کاسہ گدائی کا اندوختہ ہے ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ کن کن لوگوں نے مل کر اس کو مزور و مزخرف بنایا ہے اور یہ رسالہ کہاں سے کہاں پہنچایا گیا ہے؟ غرض یہ بھی ہم پر بہتان ہے، محمدیوں کے امام اعظم نے فرمایا ہے "احلقوا کلہ اوا ترکوا کلہ" (ابوداؤد) (۲) یعنی چاہے کل سر منڈواؤ چاہو پورے سر کے بال بڑھاؤ، ہاں رکھوانا منڈوانے سے افضل ہے، محمدی محمد ﷺ کے قول پر ہیں اگر آپ کا فرمان قابل رد ہے تو یہ فرقہ بھی قابل تردید ہے والا فلا

قرآں و حدیث مایۂ خاطر ماست — پیرایۂ جملہ باطن و ظاہر ماست
من خطبۂ سنتش بلب درشتہ ام — نقد تخنم سکۂ پیغمبر ماست

---

(۱) البنیان المرصوص ص ۱۶۹

(۲) ابوداؤد ص ۵۷۷ کتاب الترجل باب فی الصبی له ذؤابة /نسائی ج۲ ص ۲۳۴ باب الرخصة فی حلق الراس

احادیث کی سوء ادبی آپ سے ممکن ہے بلکہ قرآن کی بھی، حنفی مذہب کی اصول کی کتاب جو مدرسوں کی پڑھائی میں داخل ہے یعنی نورالانوار میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے آیت قرآن ہونے سے انکار کردے تو بھی وہ مسلمان ہی ہے" (۱)

نمبر ۳۸: میں ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک کافروں سے حیلہ کرکے ان کے شہروں میں سود لینا جائز ہے۔

"سبحانك هذا بهتان عظيم" مولوی صاحب تو آنکھیں بند کرکے اپنے مذہب کی باتوں کو ہماری طرف منسوب کرنے لگے۔

حضرت ایمان سے کہئے ہدایہ ہمارے ہاں معتبر ہے یا آپ کے ہاں؟ دیکھئے اس میں لکھا ہے کہ دارالحرب میں کافروں سے جی کھول کر سود لے سکتا ہے "لا ربوٰ بين المسلم والحربی فی دارالحرب" (۲) اور آگے لکھا ہے "کان مالهم مباح فی دارهم فبای طريق اخذه المسلم اخذمالا مباحاً" (۳) یعنی ان کے مال دارالحرب میں مسلمانوں پر مباح ہیں جس طرح لے لے وہ مباح ہے، درمختار میں ہے "لا ربوٰ بين سيد وعبده" (۴) یعنی آقا اور اس کے غلام کے درمیان سودی لین دین میں کوئی حرج نہیں، بلکہ درمختار جلد چہارم ص: ۲۰۹ اور ۲۱۰ میں سود کو مثل ماں کے دودھ کے چھ صورتوں میں حلال کیا ہے۔ (۵)

نمبر ۳۹: میں ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک لفظ اللہ کے ساتھ ذکر کرنا بدعت ہے"

یہ بھی بنیان المرصوص کی فارسی عبارت کو نہ سمجھنے کی آفت ہے، بنیان میں لکھا ہے کہ اذکار الٰہی کا طریقہ جو احادیث صحاح میں موجود ہے اسی طرح ذکر اللہ کرنا چاہئے، حدیث میں

(۱) نورالأنوار ص ۱۱

(۲) ہدایہ ج۳ ص ۸۶ / درمختار ج۲ ص ۴۳ / البحرالرائق ج۶ ص ۳۲۶ / قدوری ص ۸۳

(۳،۴) ایضاً (۵) درمختار ج۲ ص ۴۳ (ثبوت کے لئے دیکھیں ضمیمہ ص ۱۴۶)

لا الٰہ الا اللہ پڑھنا آیا ہے، فقط اللہ کے لفظ سے ذکر کرنا احادیث میں منقول نہیں، عبارت یہ ہے "اللہ اللہ گفتن ماثور نیست" (۱) یعنی اللہ اللہ کرنا حدیث میں نہیں آیا، آپ ہی کہہ دیجئے کہ وہ حدیث کہاں ہے؟ ذکر اللہ سے روکنے والے بلکہ غیر اللہ کا ذکر جاری کرانے والے اگر ڈھونڈنا چاہتے ہو تو آیئے میں بتلاؤں،

مذہب حنفیہ میں ہے "من آجر بيتاً يتخذ فيه بيت نار اوكنيسة اويباع فيه الخمر فلا بأس به وهذا عندابی حنيفة" (ہدایہ)(۲) یعنی مکان کو اس لئے کرایہ پر دینا کہ وہاں آتش پرستی یا صلیب پرستی یا شراب فروشی کی جائے جائز ہے امام اعظم کے نزدیک۔

نمبر ۴۰: میں ہے مولوی صاحب نے اپنی پوری طاقت سے وار کیا ہے مگر کاٹھ کی تلوار ہے، بنیان المرصوص میں بحث ہے اور ثابت کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے اور بہت بڑے جلیل القدر صحابی تھے ان پر لعن طعن کرنا شان اسلام سے بعید ہے، جو لڑائیاں ان کی خلیفۂ وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئیں ان میں وہ مصیب نہ تھے مگر اس سے وہ سب وشتم کے قابل ہرگز نہیں، اس سیدھی سی اور چھوٹی سی بات کو لے کر مولوی صاحب نے شیطان کی آنت کی طرح لمبی کر دی ہے اور لکھ مارا ہے کہ:

"غیر مقلدین کے نزدیک بعض صحابہ فاسق تھے"

"فلعنة الله على الكاذبين" آپ کے مذہب میں شرح عقائد نسفی جو کہ عقائد میں بہت معتبر سمجھی جاتی ہے اس کو دیکھئے، بنیان المرصوص سے کہیں زیادہ سخت الفاظ میں لکھا ہے، غاية امرهم البغی والخروج على الامام" (۳) یعنی ان کا انتہاء امر یہ ہے کہ انھوں نے سرکشی کی اور امام

(۱) البنیان المرصوص، ص ۱۷۳

(۲) ھدایہ ج۴ صـ ۴۷۲ / درمختار ج۲ صـ ۲۴۷

(۳) شرح عقائد نسفی صـ ۱۶۲ / توضیح ج۲ صـ ۲۶۰ میں حضرت امیر معاویہ کو بدعتی لکھا ہے، اور اس کی شرح تلویح کے اسی صفحہ پر امیر معاویہ کو باغی اسلام محاربِ اسلام اور قاتل صحابہ لکھا ہے۔ فالعياذ بالله

وقت پر چڑھائی کی، ہم تو باواز بلند علیٰ رؤس الاشہاد کہتے ہیں کہ خدایا! تو اس شقی ازلی پر اپنا غضب نازل فرما جو صحابہ کو برا بھلا کہتا ہو، پروردگار! تو اس بدنصیب کو دنیا اور آخرت میں ذلیل کر اور دوزخ کا کندہ بنا جو تیرے نبی کے جاں نثار ساتھیوں سے دل میں بغض و بیر رکھتا ہو، اب کان لگا کر سنئے!

حنفی مذہب میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے ارد گرد رہنے والے سارے صحابی جن کی تعداد سیکڑوں اور ہزاروں تک ہوگی یہ سب کے سب غیر فقیہ یعنی ناسمجھ تھے (توضیح تلویح، اصول الشاشی، نور الانوار وغیرہ)(۱) بلکہ نور الانوار میں حضرت وابصہ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجہول العدالۃ لکھا ہے(۲) یعنی ان کی عدالت معلوم نہیں، اناللّٰہ وانا الیہ راجعون

فلیبك علی الاسلام من کان باکیاً

جس دل میں اسلام کی محبت ہو وہ جی کھول کر رو لے۔

مولوی صاحب نے اپنے مذہب کے مسائل کو اوروں کے نام رکھ کر بیان کیا ہے مگر ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش   من انداز قدت را می شناسم

بحمد اللہ مولوی صاحب کے کل اعتراضوں کا جواب ہوگیا۔ اب اگر میں مولوی صاحب کی طرح ان مسائل کو جمع کردوں جو کتب فقہ میں سے استخراج ہو سکتے ہیں تو پھر مولوی صاحب کی آنکھیں کھل جائیں اور یقیناً معلوم ہو جائے کہ مضحکۂ صبیان ہم ہیں یا وہ؟ مگر میں ایسا نہیں کرتا کیونکہ ہمیں تو اپنا دامن دھونا تھا سو ہم دھو چکے ؎

پنداشت ستمگر کہ جفا بر من کرد   بر گردن او بماند و از ما بگذشت



(۱) ملاحظہ ہو اصول الشاشی ص: ۷۵ / نور الانوار صـ ۱۸۳ / حسامی ص: ۷۵ / توضیح تلویح، صـ ۳۰۵، ۳۰۶

(۲) ملاحظہ ہو نور الانوار صـ ۱۸۴ / توضیح صـ ۳۰۵ میں حضرت فاطمہ کو بھی مجہول لکھا ہے، اسی طرح حسامی ص: ۷۵ میں وابصہ بن معبد اور حضرت سلمہ بن محبق جیسے بزرگ صحابہ کو مجہول لکھا ہے، مرجانی والے نے معقل بن سنان کو بھی مجہول لکھا ہے۔

خاتمہ

دنیا کی چیزوں پر آپ ایک سرسری نظر ڈالئے تو معلوم ہو جائے گا کہ ہر ایک شے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انتقام لینے کا کم وبیش مادہ رکھا ہے، کسی چیونٹی پر بھی اگر ہمارا پاؤں پڑ جاتا ہے تو وہ پلٹ کر کاٹتی ہے، اسی بنا پر کسی دوسرے شخص کی جگر خراشی کر کے بھول جانے والا ہر گز عقلمند کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی ہمیں بدلہ لینے کی رخصت عطا فرمائی، چنانچہ ارشاد ہے "جَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا"[1] برائی کا بدلہ اس کے مانند برائی کرنا ہے۔

ایک فرقے کی دل آزاری اور وہ بھی بلا وجہ غلط طور پر کرنی پھر ان سے خاموشی کی امید رکھنی ایسی ہے جیسے انگارے کھا کر آسودگی طلب کرنی ہے۔

مصیبتوں کے برداشت کرنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے ہم (اہل حدیث) اپنے بھائیوں کے اس سلوک کو اب تک نہیں بھولے جو کل تک ہمارے ساتھ ہوتا رہا، ہم کو سلام کا جواب لعنت سے دیا جاتا تھا، ہمیں ستانا اور تکالیف پہنچانا عین عبادت گنا جاتا تھا، ہم پر تہمتیں رکھنا اور برا بھلا کہنا نشانِ اسلام تھا، اللہ کے گھروں (مساجد) سے ہمیں روکا جاتا تھا، بلکہ ان بدھنیوں کو توڑ دیا جاتا تھا جن سے ہم وضو کر لیں، ان بوریوں کو جلا دیا جاتا تھا جن پر ہم خدائے تعالیٰ کے سامنے سر ٹیک دیں، اس جگہ کو دھویا جاتا تھا جہاں ہم مالکِ ہر دو جہاں کی عبادت (نماز) ادا کریں، ہماری شکلوں سے نفرت، ہماری مجلسوں سے بعد، ہماری ترقیوں سے وحشت، غرضیکہ ہماری ہر راحت سے یہاں رنج تھا، مگر ہم تھے کہ اس کسمپرسی کی حالت میں اپنے پہلو میں بجائے دل کے گویا ایک خونی بے حس بوٹی رکھے ہوئے فیصلہ تقدیر کے منتظر بیٹھے تھے، ہمارے سہاروں کی بیلیں خشک اور ہماری امیدوں کے پھول پژمردہ ہو چلے تھے، ہاں ہماری روح کو تقویت پہنچانے والا، ہماری عین ناامیدی کی حالت میں باغِ امید کو سرسبز

(۱) الشوریٰ ۴۲/۴۰

اور لہلہاتا ہوا پیش نظر کرنے والا، ہمارے اندھیرے کا اجالا، ایک اور صرف ایک یہی نغمۂ الٰہی تھا کہ "وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ"(۱) یعنی ہم پر مومنوں کی مدد کرنا برحق ہے، الحمدللہ اب ان مصیبتوں کا دور ختم ہوا، اس رات کے بعد دن نکل آیا، اب اہل حدیث کی طرف تیکھی چتونوں سے دیکھنا بھی سخت ہڈی کو دانتوں سے چبانے کے برابر ہے ؎

این قدح بشکست و آں ساقی نماند

اب بہتیروں کو گورنمنٹ کے قانون نے اور بہتیروں کو متواتر جان توڑ حملوں کی پے درپے ناکامیابیوں نے مجبور کردیا، ان کی کمر ہمت ٹوٹ گئی اور انہیں طوعاً وکرہاً اپنا مورچہ چھوڑنا پڑا، بعض وہ بھی ہیں کہ جن پر حق واضح ہوگیا اور ان کی عداوت مبدل بہ محبت ہوگئی، تاہم کچھ لوگ اب بھی ایسے ہیں کہ وہ اسی گاؤ خردہ پرانے دفتر کو کھنگال رہے ہیں اور جاگتے میں خراٹے لے رہے ہیں اور یہ تھوڑی سی خود بخود حاصل شدہ یگانگت کو دور کرنی چاہتے ہیں، مولوی مہدی حسن صاحب اور مولوی جودت صاحب کو ہی دیکھ لیجئے، بیٹھے بٹھائے آ بیل مجھے مار کی مثال کر بیٹھے، جھٹ سے ایک رسالہ آتش کا پرکالہ لکھ مارا، جس میں اس قدر بدزبانی سے کام لیا گیا ہے کہ پناہ بخدا، کہیں ہمیں بدتہذیب اور بداخلاق لکھا ہے، کہیں بدزبان اور بدعادت لکھا ہے، کہیں کچھ اور کہیں کچھ، تین صفحے تو محض ہم پر سوقیانہ پھبتیوں سے بھرے ہوئے ہیں، فالی اللہ المشتکی ؎

ما شاخ درختیم پر از میوۂ توحید ہر رہ گذرے سنگ زند عار نداریم

ایک ایک صفحہ میں نہ جانیں کتنی دفعہ غیر مقلد لکھا ہے، شاید مولوی صاحب کے نزدیک غیر مقلد کسی کو کہنا بھی جزء ایمان ہے، اس کا ٹھیک بدلہ تو یہ تھا کہ انہیں بدعتی کہا جاتا، مگر ہم اس روش پر چلنے والے نہیں، قال اللہ تبارک وتعالیٰ، وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اَذًى كَثِيْرًا(۲) یعنی تمہیں ان کی گالیاں سننی پڑیں گی۔

---

(۱) الروم ۳۰/۴۷

(۲) ال عمران ۳/۱۸۶

اس جگہ پہنچ کر دفعۃً ذہن ایک اور بات کی طرف دوڑ جاتا ہے کہ ہمیں یہ غیر مقلد کیوں کہا جاتا ہے، اگر اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم امام ابوحنیفہؒ کی کل باتیں بلا دلیل تسلیم نہیں کرتے تو میں علیٰ وجہ البصیرت دعوے سے کہتا ہوں کہ امام صاحب کے زمانے سے لے کر آج تک کوئی ایک شخص بھی مقلد نہیں گذرا اور نہ اب ہے اور نہ قیامت تک ہوگا، کیونکہ امر محال پر تعامل بھی محال ہے، آپ حنفی مذہب کی کوئی بھی کتاب اٹھالیجئے اور اس کے اوراق الٹتے جایئے، کیا مجال جو کسی ورق کو اختلاف سے خالی پائیں، امام صاحب کے شاگرد امام صاحب کے خلاف کریں پھر ان کے بعد والے ان کا، وھلم جرا۔ ایسے اختلاف کی بین اور واضح تر مثالیں عاجز کی تصنیف کردہ کتاب طریق محمدی میں ہے، وہاں ملاحظہ کیجئے، یہ کتاب تقریباً ڈیڑھ سو صفحات کی ہے اور اس میں تقلید کی تردید سیکڑوں دلائل سے کی ہے)(۱) بیسیوں مسئلے امام صاحب کے ہیں جن کے برخلاف فتویٰ دیا جاتا ہے، صاحبین نے ان میں اختلاف کیا ہے مثلاً امام صاحب کا فتویٰ ہے کہ اذان، حج، امامت، تعلیم قرآن، تعلیم فقہ وغیرہ پر اجرت لینا جائز نہیں، (۲) صاحب شامی وغیرہ نے اس کے برخلاف فتویٰ دیا اور اسی کو آج کل احناف مانتے ہیں، (۳) مولوی

---

(۱) یہ کتاب جدید طباعت کے ساتھ منظر عام پر آ گئی ہے۔ اہلحدیث اکیڈمی سے طلب فرمائیں۔

(۲) ملاحظہ ہو ھدایہ ج۳ ص: ۳۰۳

(۳) ملاحظہ ہو رد المحتار ج ۹ ص ۷۶ کتاب الاجارۃ۔ نور الھدایہ ترجمہ شرح وقایہ ج ۴ ص ۹ / درمختار ج ۲ ص ۱۷۹ باب الاجارۃ الفاسدۃ. خود ہدایہ ہی میں آگے لکھتے ہیں" الاستیجار علیٰ تعلیم القرآن الیوم لانہ ظھر التوانی فی الامور الدینیۃ ففی الامتناع یضیع حفظ القرآن وعلیہ الفتویٰ. ھدایہ ج۳ ص ۳۰۳ / فتاوی قاضی خان میں ہے" لاباس للمعلم ان یاخذ الاجرۃ علی تعلیم القرآن فی ھذا الزمان فتاوی خان ج ۴ ص ۷۷۸ کتاب الحظر والاباحۃ ، اور اسی فتاویٰ قاضی میں ابو اللیث الحافظ کا یہ قابل ذکر فتوی بھی مرقوم ہے کہتے ہیں کہ میں تین چیزوں کا فتوی دیا کرتا تھا لیکن میں نے تینوں سے رجوع کر لیا ہے۔ ۱- معلم کے لئے تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ ۲- عالم کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ سلطان کے دربار میں جائے۔ ۳- صاحب علم کے لئے مناسب نہیں ہے کہ گاؤں و دیہات میں جا کر اہل قریہ کو وعظ و نصیحت کرے اور وہ لوگ اس کے لئے کچھ ہدیہ تحفہ جمع کریں، لیکن اب میں نے ان تینوں سے رجوع کر لیا ہے اگر بچے کا باپ معلم یا مودب کو کچھ دے تو کچھ حرج نہیں بلکہ مستحب ہے (فتاویٰ قاضی خان ج ۴ ص ۷۷۹ - ۷۷۸ کتاب الحظر والاباحۃ)

مہدی حسن صاحب بھی جو اجرت پڑھائی پر لیتے ہیں یہ امام صاحب کے نزدیک تو حرام ہے اسی طرح عقیقے کو امام صاحب ناجائز بتلاتے ہیں اور پچھلوں کا اس کے خلاف تعامل ہے،(۱) مفقود الخبر کی عورت کے بارے میں غالباً کل حنفی اپنے امام صاحب سے الگ ہیں (۲) وغیرہ وغیرہ بہت سے مسائل ہیں جنہیں میں نے مع حوالہ اپنی کتاب طریق محمدی میں بیان کردیئے ہیں،(۳) غرضیکہ اس معنیٰ کا کوئی مقلد دنیا میں نہیں۔ پھر ہمیں کو اس خطاب کے ساتھ مخصوص کرنے کی کیا وجہ؟ اور اگر اس لئے ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ ہم حدیث پر عمل کرتے ہیں تو خیر کہتے رہیئے۔

ان کان حب ال محمد رفضاً

فلیشهد الثقلان انی رافض

مگر پھر بھی میں یہ ضرور کہوں گا کہ انصاف کا خون نہ کرو، جس کی باتوں کا ماننا تم نے اپنے اوپر فرض کرلیا ہے اس کی طرف ہم تمہیں منسوب کریں اور جس کی باتوں کا تسلیم کرنا ہم نے اپنے اوپر فرض کرلیا ہے تم ہمیں اس کی طرف منسوب کرو، یعنی ہم تمہیں حنفی کہیں اور تم ہمیں محمدی!

برادران! میں آپ کو سیدھی راہ بتلاؤں سنئے! جو مسائل حضرات ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے بتلائے ہیں حصر عقلی کے مطابق یا تو ان مسائل کا بیان قرآن حدیث میں ہوگا یا نہ ہوگا بس تیسری صورت نہیں، اگر ان مسائل کا بیان قرآن حدیث میں ہے تو اب بھی حصر عقلی کے مطابق دو صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو ائمہ کے مسائل اس کے مطابق ہوں گے یا مخالف، پس یہ چار صورتیں ہوئیں،

۱- ائمہ کے بیان کردہ مسائل قرآن حدیث میں ہیں ۲-نہیں ہیں، ۳- ہیں اور ائمہ کے اقوال کے مطابق ہیں، ۴- ہیں اور ائمہ کے اقوال کے خلاف ہیں، اب اگر وہ مسائل قرآن وحدیث

(۱) ملاحظہ ہو فتاویٔ عالمگیری ج۵ ص ۳۶۲
(۲) ملاحظہ ہو ردالمحتار ج۲ ص ۳۶۱- ۳۶۲ (دیکھیں ضمیمہ ص ۱۶۲،۱۶۳)
(۳) طریق محمدی اہل حدیث اکیڈمی مئو سے طلب کریں۔

میں ہیں اور اسی طرح ہیں جس طرح ائمہ سے منقول ہیں ظاہر ہے کہ قرآن و حدیث بس ہے اور وہی اصل ہے اور اس میں یہ چیز موجود ہے ہمیں اقوال ائمہ کی ضرورت مطلقاً اس صورت میں نہیں، دوسری صورت میں یعنی قرآن حدیث میں بھی وہی مسائل ہیں اور ائمہ کے اقوال کے خلاف ہیں، ظاہر ہے اور دنیائے اسلام کے نزدیک مسلّم ہے کہ اس صورت میں ان اقوال کی تابعداری کسی ایک مسلمان کے نزدیک بھی جائز نہیں بلکہ حرام اور محض حرام بلکہ شرک و کفر ہے۔ پس ہونے کی اور نہ ہونے کی صورت میں مخالفت موافقت کی یہ صورتیں آ گئیں اب رہی چوتھی صورت یعنی ائمہ نے کچھ فرمایا ہے اور بالفرض قرآن حدیث میں اس کی بابت کچھ نہیں یعنی اس بارے میں کوئی عام یا خاص حکم نہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اولاً تو یہ صورت فرضی ہے اور اگر ایسا واقعہ بھی ہوتا تو ہم کہتے ہیں کہ اس صورت میں ائمہ کا یہ قول داخل شریعت نہیں بلکہ شرع محمدی سے خارج اور یکسر خارج ہے اس لئے کہ خدا بھولنے والا نہیں۔ فرماتا ہے "وَمَاكَانَ رَبُّكَ نَسِيّاً" (۱) اس کے محترم رسول ﷺ حق کو نہ پہنچانے والے، اسے چھپا لینے والے اس کے بیان سے رک جانے والے نہیں، فرماتا ہے "يَآاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآاُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَابَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ" (۲) مطلب یہ ہے کہ اگر میرا ایک فرمان بھی تو نے نہ پہنچایا تو تو میرا سچا پیغمبر نہیں، پس نہ خدا بھولنے والا، نہ رسول چھپانے والے، اب سنئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" (۳) آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "يا ايها الناس ليس من شيء يقربكم الى الجنة ويباعدكم من النار الاقد اَمَرْتُكُمْ بِهٖ وليس من شيء يقربكم من النار ويباعدكم من الجنة الاقد نهيتكم عنه" (۴) مطلب یہ ہے کہ بھلے برے نیک بد تمام کام میں تمہیں بتلا چکا ہوں کرنے کے تمام کاموں کا حکم اور نہ

(۱) مریم ۱۹/۶۴
(۲) المائدة ۵/۶۷
(۳) المائدة ۵/۳
(۴) مشکوٰة صـ ۴۵۲ باب التوکل والصبر، شعب الایمان للبیهقی۔

کرنے کے کل کاموں سے ممانعت میں تمہیں کر چکا ہوں اور حدیث میں ہے "وما سکت عنه فهو عفو" یعنی جو چیز بیان نہیں کی وہ دین نہیں شرع نہیں تم اس میں معافی میں ہو،(۱) ابن ماجہ میں ہے "وما سواهما فهو فضل" یعنی ان دونوں (قرآن وحدیث) کے سوا جو ہے وہ فضول چیز ہے، پس ائمہ کے وہ اقوال جو قرآن حدیث میں نہیں وہ شریعت میں داخل نہیں، دینی احکام کہے جانے کے قابل نہیں، پس بحالت موجودگی موافقت کی صورت میں بے ضرورت و بے کار، مخالفت کی صورت میں قابلِ ترک و انکار، بصورت عدم موجودگی شرع سے خارج اور فضول طومار، تو اب کیا باقی رہ گیا؟ جس کے لئے تقلید کا پٹہ گلے میں ڈال کر اتباع کی راہ ٹال کر پیغمبر سے نسبت توڑ کر کسی امام سے نسبت جوڑ کر خدا کو بیزار اور پیغمبر کو بر سر پیکار کیا جائے؟

اب میں دو باتیں اور ضروری لکھ کر اپنے اس رسالے کو ختم کرتا ہوں، اول تو یہ کہ اگر کوئی صاحب میری اس کتاب کا جواب لکھیں تو انہیں خدائے واحد کی قسم ہے کہ وہ ہمیں ہماری مسلمہ کتابوں کا حوالہ دیں اور اس امر کا خیال رکھیں کہ ہمارے نزدیک کسی کی محض بات چیت حجت نہیں صرف قرآن کریم اور احادیث صحاح حجت ہیں تو ہمیں ان ہی دو چیزوں سے الزام دیا جائے اور نا ملائم اور جگر خراش الفاظ استعمال نہ کریں تو بہتر ہے۔

دوسری اور آخری عرض میری سر برآوردگان قوم سے یہ ہے کہ دنیا ترقی کے مدارج طے کر رہی ہے اور ہم بوجہ اپنی نا اتفاقیوں کے جتنا آگے بڑھنا چاہتے ہیں اتنا ہی پیچھے ہٹ آتے ہیں، اگر ہم ان خانہ جنگیوں کی بساط کو ذرا سی دیر لپیٹ دیں تو کچھ دنوں میں لوگوں کو اپنا منہ دکھانے کے قابل ضرور ہو جائیں گے، آپ لوگ اس لگی ہوئی آگ میں تیل کا کام نہ دیں بلکہ پانی کا کام کیجئے اور وہ بھی نہایت سرد پانی کا، آؤ! سب مل کر سنت رسول اللہ ﷺ کی زنجیر کو مضبوط تھام لیں "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَاتَفَرَّقُوْا" (۲) کا مجسم عملی نمونہ بن جائیں اور باآواز بلند پکار دیں۔ رضينا بالله رباو بالاسلام دينا و بمحمد نبياً۔

---

(۱) مشکوۃ صـ ۳۶۲ باب مايحل اكله ومايحرم
(۲) ال عمران ۳/۱۰۳

برادران! میں نے اپنا لب ولہجہ بگڑنے نہیں دیا اوران دونوں مصنفوں کی طرح دل توڑ اور سر پھوڑ الفاظ نہیں لکھے، ہاں بعض مسائل جو حنفی مذہب کی فقہ کی کتابوں میں ہیں وہ آپ کے سامنے رکھے ہیں، لیکن یہ بھی دل خراشی اوردل آزاری کے لئے نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ آپ کو مسائلِ حدیث اور مسائل فقہ کا فرق معلوم ہوجائے، دوستو! خدارا غور کرو قبول حق سے عار نہ رکھو، کل خدا کے سامنے کھڑا ہونا ہے قرآن وحدیث کا عمل وہاں موجب نجات ہوگا اورفقہ پرستی وہاں نیچا دکھائے گی۔ دوستو! فقہ تواب نکلی اس کی صحیح تاریخ آپ میرے رسالے سیف محمدی میں ملاحظہ فرمایئے۔(۱) اس سے پہلے مسلمانوں کے ہاتھ میں صرف قرآن وحدیث تھا وہی کیا اب تمہیں کافی نہیں، دوستو! آپ کے دوہاتھ ہیں اورخدا کی طرف سے دو چیزیں تمہیں دی گئی ہیں پس ایک ہاتھ میں کتاب اللہ لواور دوسرے میں حدیث رسول اللہ، اب نہ تیسرا ہاتھ نہ تیسری چیز، اللہ کے نبی نے امت کو یہی وصیت سب سے آخر میں کی کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں جب تک انہیں مضبوطی سے تھامے رہو گے گمراہ نہ ہوگے، ایک کتاب اللہ دوسرے سنت رسول اللہ۔(۲)

مسلمانو! آج اگر ہم مذاہب کی چاردیواری اٹھادیں تو آج سب متفق ومتحد ہوجائیں اور یہ روزمرہ کی چپقلش اٹھ جائے،

مسلمانو! میں ہر ایک بزرگ کا احترام شرعی امر سمجھتا ہوں، میں اماموں اور بزرگوں کے دشمن کو دشمنِ خدا جانتا ہوں، لیکن میرا ایمان ہے کہ ہرطرح کا کمال صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے اور ہرطرح کی عصمت اور غلطی سے بچاؤ صرف انبیاء علیہم السلام کے لئے ہے، اگر غیر نبی بھی نبیوں کی طرح غلطیوں سے معصوم ہوتو ان میں اوران میں فرق ہی کیا رہ گیا؟ اگر امتیوں کی اطاعت بھی ہم پر ضروری ہوتو پھر رسول آخر الزماں کی فضیلت ہی کیا رہ گئی؟ اگر قیاس مجتہد

---

(۱) ملاحظہ ہوسیف محمدی، ص ۷، یہ کتاب اہلحدیث اکیڈمی مئو سے طلب فرمائیں۔

(۲) تركت فيكم امرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله و سنة رسوله، موطا امام مالك النهي عن القول في القدر. صـ ۳۶۳ (مكتبه تهانوى، ديوبند)

قرآن وحدیث کی طرح واجب القبول سمجھا جائے تو پھر دونوں میں کیا تفاوت رہا؟ پس میں آپ کے زندہ ضمیر سے آپ کو خدا کی یاد دلا کر اپیل کرتا ہوں کہ رائے قیاس کی اندھی تقلید سے ہٹ کر قرآن وحدیث کی نورانی شعاعوں کا نور حاصل کیجئے، فقہاء اور اماموں وغیرہ کے وہ مسائل جو موافق ہوں سر آنکھوں پر، نہ اس لئے کہ فقہاء اور ائمہ کے اقوال ہیں بلکہ اس لئے کہ فرمانِ رسول یہی ہے اور جو فرمان رسول کے خلاف ہوں ان پر ہرگز عمل نہ کیجئے بلکہ آنکھ اٹھا کر دیکھئے بھی نہیں، صرف میں ہی یہ نہیں کہتا بلکہ خود حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ایسے ہی بیسیوں اقوال ہیں، ملاحظہ ہو میری کتاب طریق محمدی، (۱) اس میں سیکڑوں مسائل آپ کی مذہبی معتبر کتابوں سے میں نے نقل کئے ہیں اسی طرح کے تقریباً چھ سو مسائل میں نے اپنی کتاب سیف محمدی میں جمع کئے ہیں اور اسی موضوع پر میں نے ہدایت محمدی اور درایت محمدی وغیرہ بھی لکھی ہیں (۲) میرا مقصود ان سے نہ دل آزاری ہے نہ دل شکنی، نہ سب وشتم اور نہ لعن طعن، نہ توہین وتشنیع، بلکہ خدا خوب جانتا ہے اس کی نگاہیں دلوں پر ہیں کہ میرا مقصود اس سے صرف یہ ہے کہ مسلمان سیر کرتے کرتے جس چمنستان محمدی سے نکل آئے ہیں اور خارزار رائے قیاس میں سرگرداں ہیں ان کا ہاتھ تھام کر اس وادی تیہ کے قید خانے سے چھڑا کر پھر ارض مقدس میں پہنچاؤں، یقیناً جو میں سمجھا ہوں وہی ٹھیک ہے اس لہسن پیاز کو اس من وسلویٰ کے بدلے نہ اختیار کرو، کیا کرر ہے ہو مسلمانو کیا کرر ہے ہو؟ کلمہ پڑھو محمد رسول اللہ ﷺ کا اور تابعداری کرو کسی اور کی؟ اور پھر ان کا بھی یعنی امام ابوحنیفہؒ کا بھی صرف نام ہی نام ہے اصل تقلید تو فقہ کی ان کتابوں کی ہے اور میرا تو ایمان ہے کہ ان میں جو مسائل ہیں وہ سارے کے سارے ہرگز ہرگز حضرت امام عالی مقام علیہ رحمۃ اللہ کے نہیں، ورنہ ایسی فاش غلطیاں اور ایسے دور از دین خدا مسائل ان میں نہ ہوتے، پس ان مسائل کی کتابوں بلکہ ان کے مصنفین کو بھی

---

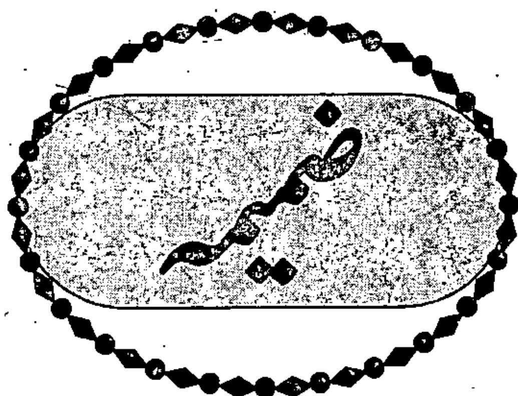
(۱) یہ کتاب بھی الکٹرانک کتابت وروشن طباعت کے ساتھ منظر عام پر آگئی ہے۔ اہلحدیث اکیڈمی مئو سے حاصل کریں۔

(۲) مذکورہ تمام کتابیں آپ اہلحدیث اکیڈمی مئو سے حاصل کر سکتے ہیں۔

چھوڑ دو اور اتباع رسول اور وحی خدا اور راہ ہدیٰ طریقۂ مصطفےٰ کی طرف آؤ، اے اللہ ہم پر رحم فرما، نیک توفیق دے، قرآن وحدیث کو ہماری آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بنادے، اسی پر زندہ رکھ، اسی پر موت دے، اسی پر حشر کر، قیامت کے دن جبکہ ہر گروہ اپنے اپنے پیشوا کی طرف منسوب کرکے پکارا جائے گا تو ہمیں ہمارے حقیقی پیشوا سچے رہنما سید اولاد آدم رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کی طرف منسوب کرکے آواز دے، ہمیں اپنا دیدار، اپنے نبی کی شفاعت نصیب فرما، دوزخ اور اپنے غصے سے بچا اور جنت الفردوس میں اپنے بہترین اور افضل ترین رسول ﷺ کے قدموں میں جگہ دے۔ آمین یارب العالمین۔

الراقم: محمد بن ابراہیم جونا گڑھی

مدرس مدرسہ محمدیہ وایڈیٹر اخبار محمدی دہلی ٦



طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ (الحديث)

شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی ؒ ۱۸۰۵ء — ۱۹۰۲ء

کے مکتوبہ و مصدقہ فتاویٰ کا بے نظیر مجموعہ

فتاویٰ نذیریہ

مبوّب و مترجم

جلد دوم

ناشر

ادارہ نور الایمان ۲۱۲، اجمیری گیٹ دہلی ۶

فرض جاننا محتاج دلیل ہے واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مال تجارت میں زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب ۔ مال تجارت میں زکوٰۃ فرض ہے بدلیل اس آیت کے انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض الآیۃ واضح ہو کہ کسب میں دستکاری اور بیع و شری داخل ہے بدلیل روایت احمد بن حنبل کے رافع بن خدیج سے قال قیل یا رسول اللہ ای الکسب الطیب قال عمل الرجل بیدہ وکل بیع مبرور رواہ احمد کذا فی المشکوٰۃ بنابر اسی کے امام بخاری نے ایک باب منعقد کیا ہے زکوٰۃ کسب اور تجارت میں یعنی ان دونوں صورتوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یعنی جو مال کسب و دستکاری اور بیع و شری سے بقدر نصاب کے حاصل ہو اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی اس لئے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کسب مطلق میں کسب تجارت کو شامل کیا اور آیۃ انفقوا من طیبات ما کسبتم سے فرضیت زکوٰۃ کی اظہر من الشمس ہے۔ اجماعاً تو کسب و تجارت میں بھی زکوٰۃ بلاشبہ واجب ہوگی اسی واسطے اس پر بھی اجماع منعقد ہوا منکر اور مخالف اس کا مذاق قرآن مجید و محاورہ لسان عرب سے محظوظ و ماہر نہ ہوا اللھم اغفر لہ وارحمہ۔ باب صدقۃ الکسب والتجارۃ لقول اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض الی قولہ غنی حمید انتہی ظاہر الآیۃ یدل علی

---

[1] اپنی پاکیزہ کمائی اور زمین کی پیداوار میں سے خرچ کرو [2] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ پاکیزہ کسب کونسا ہے آپ نے فرمایا ہاتھ کی کمائی اور ایمانداری کی تجارت ۔

[3] اپنی پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کرو۔ [4] اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایماندارو اپنی پاکیزہ کمائی اور زمین کی پیداوار میں سے خرچ کرو (غنی حمید تک) ظاہر آیت سے ہر مالی مکتسب میں زکوٰۃ فرض معلوم ہوتی ہے۔ اس میں تجارت کا مال بھی شامل ہے اور سونے چاندی اور مویشی کی زکوٰۃ بھی کیونکہ یہ سب کمائی میں شامل ہیں۔ یہ آیت داؤد کے خلاف اجماع کی سند ہے اور جمہور کی حجت کہ وہ سونے چاندی اور جانوروں کے علاوہ اور کسی چیز میں زکوٰۃ فرض نہیں کہتا اور جمہور کے نزدیک اصلی ... [illegible]

وجوب الزکوٰۃ فی کل مال یکتسبہ الانسان فیدخل فیہ زکوٰۃ التجارۃ وزکوٰۃ الذھب والفضۃ وزکوٰۃ النعم لان ذلک مما یوصف بانہ مکتسب کذا فی التفسیر الکبیر وھذہ الایۃ سند الاجماع وحجۃ الجمھور علی داؤد حیث قال لا یجب الزکوٰۃ الا فی الانعام والنقود وعند الجمھور یجب فی العروض والعقار ایضا اذا کان للتجارۃ وانما شرطوا نیۃ التجارۃ لان النمو شرط لوجوب الزکوٰۃ بالاجماع ولا نمو فی العروض الا بنیۃ التجارۃ وعن ابن عمر لیس فی العروض زکوٰۃ الا ما کان للتجارۃ رواہ الدارقطنی ومما یدل علی وجوب الزکوٰۃ فی العروض ما روی عن حماس قال مررت علی عمر بن الخطاب وعلی عنقی ادمۃ احملہا فقال الا تؤدی زکوتک یا حماس فقال مالی غیر ھذا واھبۃ فی القرظ قال ذلک مال فضعھا فوضعتہا بین یدیہ فحسبہا فقد وجبت الزکوٰۃ فیہا فاخذ منہا الزکوٰۃ رواہ الشافعی واحمد وابن ابی شیبۃ و عبد الرزاق وسعید بن منصور والدارقطنی انتہی ما فی التفسیر المظہری للقاضی ثناء اللہ الپانی پتی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی والد ماجد شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ازالۃ الخفا میں فرماتے ہیں الشافعی عن ابن عمر وابن حماس ان اباہ قال مررت بعمر بن الخطاب وعلی عنقی ادمۃ احملہا فقال عمر الا تؤدی زکوتک یا حماس فقلت یا امیر المومنین مالی غیر ھذہ التی علی ظہری واھبۃ فی القرظ قال ذلک مال فضع فوضعتہا بین یدیہ فحسبہا

میں بھی زکوٰۃ فرض ہے جبکہ وہ تجارت کے لئے رکھا ہوا اور اس میں تجارت کی نیت فرض ہے۔ کیونکہ نمو وجوب زکوٰۃ کے لئے بالاجماع شرط ہے اور مال میں نمو تجارت ہی سے ہوتا ہے ابن عمرؓ کا بھی یہی مذہب ہے اور سامان میں زکوٰۃ واجب ہونے کی دلیل حماس کی حدیث بھی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس سے گذرا میری گردن پر چمڑے کی کھالیں تھیں آپ نے فرمایا اے حماس تو اپنی زکوٰۃ کیوں نہیں ادا کرتا؟ میں نے کہا میرے پاس تو یہی کچھ ہے آپ نے فرمایا یہ مال ہے اسے یہاں رکھ میں نے رکھا تو آپ نے اس کا حساب کیا تو وہ نصاب کو پہنچ گئیں آپ نے ان کی زکوٰۃ لے لی۔

لہ ابن حماس کہتے ہیں کہ میرا باپ حضرت عمر فاروقؓ کے پاس سے گذرا ان کی گردن پر کھالیں تھیں حضرت عمرؓ نے کہا اے حماس اپنے مال کی زکوٰۃ کیوں نہیں ادا کرتا انہوں نے کہا میرے پاس تو [illegible]

فوجد ما قد وجبت فیہا الزکوٰۃ فاخذ منہا الزکوٰۃ انتہی مافی ازالۃ الخفاء۔ یہ روایت حضرت عمرؓ کی اگرچہ لفظاً موقوف ہے مگر باعتبار حکم کے مرفوع ہے کیونکہ جس امر میں رائے کو دخل نہیں اس کو صحابی اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتا جب تک حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہو جیسا کہ اہل حدیث اور فقہ پر مخفی نہیں اور اس آیت کریمہ والذین فی اموالہم حق معلوم للسائل والمحروم سے بھی مال تجارت میں فرضیت زکوٰۃ ثابت ہوتی ہے کیونکہ فی اموالہم میں مال تجارت بلاریب شامل ہے بدلیل اس آیت کے لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الاان تکون تجارۃ ای الاان تکون الاموال اموال تجارۃ صادرۃ عن تراض منکم چنانچہ تفسیر دوں میں مذکور ہے لہٰذا تفسیر عزیزی میں حج اہل آیت کا اس طرح پر ترجمہ کیا ہے والذین فی اموالہم یعنی وکسانیکہ در جمیع انواع مالہائے ایشان از نقد ومحصول زراعت ومال تجارت در بردہ حق معلوم یعنی حصے است مقرر کردہ شدہ ومعین نمودہ کہ آن زکوٰۃ است وصدقہ فطر انتہی مختصراً۔ اور ماہرین شریعت پر واضح ہے کہ صلوٰۃ حق بدن ہے اور زکوٰۃ حق مال ہے اور مال تجارت جنس اموال میں بلاریب شامل ہے اسی واسطے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کیا جیسا کہ صحاح ستہ سے معلوم ہوتا ہے یا مواشی سائمہ یا زراعت یا تجارت سے لہٰذا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔ الاموال النامیۃ ثلثۃ اصناف الماشیۃ

نے فرمایا یہ مال ہے اسے یہاں رکھو چنانچہ ان کا حساب کیا گیا تو نصاب پورا ہو گیا آپ نے اس سے زکوٰۃ لے لی۔ [1] اور وہ لوگ کہ ان کے مال میں سائل اور غیر سائل کے لئے ایک حصہ مقرر ہے

[2] آپس میں اپنے مال باطل طریقہ سے دکھایا کرو ہاں اگر تجارت رضامندی سے ہو تو درست ہے یعنی مال اگر تجارت کی غرض سے رکھا ہو اور تمہاری آپس کی رضامندی سے اس میں سے نفع کما کر آدمی کھائے تو جائز ہے۔

[3] بڑھنے والے مال تین قسم کے ہیں مویشی جو چراگاہ میں چر کر گزر کریں اور ان کی نسل بڑھے۔ کھیتیاں اور تجارت کا سامان چونکہ تجارت کا سامان دور کے شہروں سے لایا جاتا ہے اور کھیتیاں اور پھل وغیرہ پک کر سال کے بعد کمائی ہوتی ہے اور یہی زکوٰۃ کی بڑی قسمیں تھیں لہٰذا ان کے لئے ایک سال کی مدت رکھی گئی اور ان چیزوں کے لئے یہ مدت درست تھی۔

المتناسلة السائمة والزروع والتجارة ولما كان دوران التجارة من البلدان النائية وحصاد الزروع وجني الثمرات في كل سنة وهي اعظم انواع الزكوة قدر الحول لها ولانها تجمع مختلفة الطبائع وهي مظنة النماء وهي صدقة صالحة لمثل هذه التقديرات انتهى كلامه۔ اور سابق معلوم ہو چکا کہ بیع کسب میں داخل ہے بدلیل روایت امام احمد کے رافع بن خدیج سے اور بیع تجارت ہے دوران مال تجارت سے تو نص قرآنی سے زکوٰۃ مال تجارت میں بھی فرض ہوئی کیونکہ صیغہ انفقوا کا آیۃ انفقوا من طیبات ماکسبتم میں واسطے وجوب فرضی کے ہے۔ علی الاطلاق تو فرضیت زکوٰۃ مال تجارت میں قرآن مجید سے ثابت ہوئی باقی رہی حدیث ابو داؤد کی جو دربارہ زکوٰۃ مال تجارت کے وارد ہے اور وہ حدیث یہ ہے عن سمرة بن جندب قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمرنا ان نخرج الصدقة من الذي نعده للبيع رواه ابو داؤد واسناده لين كذا في بلوغ المرام۔ سو یہ حدیث دلیل مستقل فرضیت زکوٰۃ مال تجارت پر نہیں ہے بلکہ وہ دلالت کرتی ہے۔ نص آیت انفقوا من طیبات ماکسبتم اور سند اجماع پر اور یہ حدیث سند اجماع کے واسطے کافی ہے اگرچہ سند اس کی لین وضعیف ہے اور فی نفسہ قوی نہیں کہ موجب استنباط ہو البتہ اجماع سے اس میں قوت آگئی چنانچہ تفصیل اور تشریح اس کی بحث اجماع میں مذکور ہے کما لا یخفی علی الماہر باقوال العلماء من المتقدمین والمتاخرین واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ ۳ ماہ ربیع الثانی ۱۲۹۸ھ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کے پاس مکان رہنے کا نہیں ہے یا کپڑا پہننے کو نہیں ہے یا کبھی کبھی اس کے پاس روزمرہ کا کھانا نہ رہتا ہو یا جس کے پاس یہ سب چیزیں موجود ہوں مگر قرض اس کے ذمہ زیادہ ہے تو ان سب صورتوں میں وہ زکوٰۃ لینے کے قابل ہے یا نہیں؟

۱؎ اپنی پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کرو ۲؎ سمرہ بن جندب نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو مال تجارت میں سے زکوٰۃ دینے کا حکم دیا کرتے تھے ۳؎ اپنی پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کرو

یجب علیہ الاجر وان اعطاہ الاجر وقبضہ لا یحل لہ ویجب علیہ ردہ کذا فی الزیلعی والعینی وغیرھما من کتب الفقہ واجمعوا علی ان اجرۃ الزنا باطلۃ کذا فی العینی شرح صحیح البخاری والقسطلانی وشرح النووی وغیرہ۔

وسبب ردا این است، کہ ہرگاہ گیرندہ مال بوجہ حرام در زنا وغیرہ مالک آن نہ شد، پس آن مال از ملک مالک خارج نہ گشتہ، دریں صورت طریق رسانیدن حقوق عباد ہمیں است کہ آن را بمالکانش برسانند اگر معلوم باشند والا از طرف ایشان صدقہ کنند، و دلیل بریں مدعی این آیت کریمہ را می گردانند ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا الایۃ۔ قال فی البیضاوی خطاب یعم المکلفین والامانات وان نزلت یوم الفتح فی عثمان بن طلحۃ انتھی ما فیہ وھکذا فی الجلالین والنیسابوری وغیرھما، و در بناء مسجد و مرمت آن مال حلال طیب ضرور باید چہ مسجدے کہ از مال حرام تیار بودہ باشد خواندن نماز دراں مکروہ است و نزد امام احمد حرام و در چاہ ہم صرف نہ کنند بلکہ بفقراء و مساکین بدہند باین نیت کہ ثواب این مال بمالک آن مال برسد تا از عذاب اخروی رہا شود۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ | سید محمد نذیر حسین

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت کو بلا نکاح ایک مدت تک اپنے پاس رکھا اور کسی قدر روپیہ بھی اس کو دیتا رہا، اب بعد چند برسوں کے زید اور عورت مذکور کو ہدایت ہوئی اور انہوں نے توبہ کی اور دونوں کے باہم عقد موافق شریعت کے کر لیا ہے، اب جو مال کہ زید نے اس عورت کو حالت غیر نکاح میں دیا تھا اب وہ مال اس عورت کو حلال ہے یا نہیں، اور اگر حلال نہیں، تو اس مال کو کس جگہ خرچ کرنا چاہیئے۔

ہے کہ زنا، یا لہو، یا گانے بجانے کے سبب سے جو مال حاصل ہو، وہ شریعت میں عقد صحیح نہیں ہے جب عقد صحیح نہ ہوا، تو وہ اصل مالک کی ملکیت رہا، ایسی صورت میں حقوق العباد سمجھ کر اس کو واپس کرنا واجب ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے "خدا تمہیں حکم دیتا ہے، کہ امانتیں اصل مالکوں کی طرف واپس کر دو" اگرچہ یہ آیت عثمان بن طلحہ کے حق میں نازل ہوئی لیکن حکم اس کا بہر حال عام ہے، اور اگر صدقہ کرے تو ایسے مال کو مسجد پر نہ لگائے کیونکہ جس مسجد کی تعمیر میں حرام مال خرچ ہوا ہو اس میں نماز پڑھنے کے متعلق اختلاف ہے امام احمد تو مطلقاً حرام کہتے ہیں اور امام اعظم کراہت، اور نہ ہی ایسے مال کو کسی وقف کنوئیں کی تعمیر میں خرچ کیا جائے، بلکہ مسکینوں کو دے دیا جائے۔

الجواب: ۔ وہ روپیہ اس عورت کو حلال نہیں ہے اس واسطے کہ وہ روپیہ اس کو بمقابلہ زنا کے ملا ہے، اور ایسا مال خبیث ہوتا ہے، وہ روپیہ عورت زید کو واپس کر دے، واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین

سوال: ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو بیگہ زمین بکر سے ہبیت مبلغ پچاس روپیہ خرید کی، اور شرط یہ ہوئی کہ بکر جو بائع ہے اگر مشتری کو چار برس کے اندر کل روپیہ ادا کر دے، تو زمین بکر کی بکر کو ملے گی، اور مدت معینہ تک نہیں دیا تو زمین مشتری کی ہو جاوے گی، اور بائع کو اس پر کوئی دعویٰ نہیں رہے گا، اور مدت معینہ تک مشتری اس زمین کی مالگذاری دیتا رہے گا، اور اس کے منافع سے مشتری مدت معینہ تک منتفع ہوتا رہے گا، ایسی خرید و فروخت شرعاً جائز ہے یا نہیں اور یہ سود میں داخل ہے یا نہیں بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب: ۔ یہ بیع شرعاً ناجائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بیع و شرط سے منع فرمایا ہے، طبرانی میں ہے نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع و شرط۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بیع سے کہ جس میں شرط ہو منع فرمایا ہے، چونکہ بائع و مشتری نے اس بیع میں ایسی شرط کی ہے کہ بالکل منافی و مخالف بیع ہے اس لئے یہ بیع فاسد و باطل ہے اور ایسی شرط جو بیع میں کرنی، جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں، اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باطل فرمایا ہے، صحیحین میں حضرت عائشہ سے روایت ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فما بال رجال یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ ما کان من شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل وان کان مائۃ شرط۔ یعنی آپ فرماتے ہیں کہ کیا حال ہے لوگوں کا کہ ایسی شرطیں کرتے ہیں، جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں، جو شرط ایسی ہو کہ اللہ کی کتاب میں نہ ہو تو وہ باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہوں امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں الخامس ان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم کل شرط الخ صریح فی ابطال کل شرط لیس لہ اصل فی کتاب اللہ وقلما لاجماع علی ان من شرط فی البیع شرطا لا یحل فھو لا یجوز علا بھذا الحدیث انتہی۔

لہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ ہر وہ شرط الخ اس بارہ میں صریح دلالت ہے کہ ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہیں ہے

فی المنح الازھر۔ واضح ہو کہ سبیل مال حرام کا یہ ہے شرعًا، کہ جس جس کسی کا مال بوجہ رشوت یا ربا یا حرام کاری اور زنا اور غناء سے جمع کیا ہو، تو فرض وواجب ہے اس پر کہ ان مالوں کو بمالکان مال رد کردے، اگر صاحبان مال موجود اور معلوم ہوں، ورنہ ان مالوں کو صدقہ کردے اس نیت سے کہ یا الٰہی جس جس کسی کا مال صدقہ کرتا ہوں ان لوگوں کو ثواب اس کا پہنچا اور اپنا ثواب دینے کا قصد نہ کرے، چنانچہ زیلعی وطحطاوی وغیرہ سے مستفاد ہوتا ہے، اور جس کسی کا کسب حرام ہے یا مال حرام ہے، چنانچہ مال زانیہ ورقاصہ ورشوت خوار وسود خوار وغیرہ کا ہو، پس ایسے لوگوں کے ہاتھ کچھ چیز بیچنا یا مزدوری کرنی اور وہ زانیہ وغیرہ ثمن اور اجرت ومزدوری مال حرام سے دیں، تو بائع اور نوکر کو اس مال حرام کو عوض مبیعہ اور مزدوری کے لینا حرام ہے۔ لان[1] ما حرم اخذہ حرم اعطائہ کما فی الاشباہ ومنتقل الحرمۃ مع العلم کما فی الدر المختار وغیرہ ویردونہا علی اربابہا ان عرفوھم والا تصدقوا بہا لان سبیل الکسب الخبیث التصدق اذا تعذر الرد علی صاحبہ فانہ یتصدق بہ بنیۃ الخصماء کما افادہ الحموی وغیرہ۔ ہاں اگر زانیہ ورقص کرنے والا وغیرہ کسی غیر سے قرض لے کر ثمن یا مزدوری بائع یا نوکر کو نوکری حلال کے عوض دے تو البتہ درست وجائز ہوگا، چنانچہ اشباہ وغیرہ سے واضح ہوتا ہے، لیکن طالب العلم کو نہ چاہیے کہ زانیہ فاجرہ یا رقاصہ فاسقہ کی نوکری تعلیم وتعلم کی قبول کرے، کہ دور از جادہ دیانت ہے الحیاء[2] شعبۃ من الایمان الحدیث وفی روایۃ الحیاء من الایمان کما فی الصحاح الستۃ۔

سید محمد نذیر حسین

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی ایک جائداد کسی شخص کو اجارہ یعنی ٹھیکہ پر کسی رقم معین پر دی اور ایک وثیقہ اس مضمون کا لکھا گیا، کہ تا حیات میں منافع مقررہ سے منتفع ہوتا رہوں گا، بعد میری موت کے میری زوجہ ہندہ تا حیات منافع مذکورہ کی مالک رہے گی اب زید فوت ہو گیا، ہندہ حسب اس تحریر

[1] جس کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے اور حرمت علم کے ساتھ منتقل ہوتی ہے اور مال حرام اصل مالکوں کو اگر معلوم ہوں تو واپس لوٹا دیا جائے ورنہ اس کو صدقہ کیا جائے، کیونکہ خبیث کمائی کا واحد علاج یہی ہے کہ وہ اصل کو دے سکے یا صدقہ کرکے ان کو اس کا ثواب پہنچا دیا جائے، تاکہ قیامت کے تقاضے سے بچ جائے۔

[2] حیا ایمان کی ایک شاخ ہے اور فرمایا حیا ایمان کا ایک حصہ ہے۔

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

پس اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تمہیں علم نہ ہو (الانبیاء: ۷)

فتاویٰ ثنائیہ

جلد دوم

جس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کے ۴۰ سالہ فتاویٰ کو فقہی ترتیب کے ساتھ اس طرح مرتب کر دیا گیا ہے کہ عبادات و معاملات کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا۔

محشی بحواشی شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی

مرتبہ

حضرت مولانا محمد داؤد صاحب راز



مکتبہ ترجمان

۴۱۱۶ اردو بازار، اہلحدیث منزل، جامع مسجد، دہلی ۱۱۰۰۰۶

شک وشبہ نہیں، اس کا ممبر بنانا، دواس استعمال کرنا وغیرہ سب ممنوع۔

دوسری بات یہ کہ امانت (یعنی روپیہ) تو بنک میں جمع رہتا ہے، اس کا ذمہ دار بنک ہی ہے، اور خسارہ صرف حصہ داروں کو ہونا چاہیئے لیکن چونکہ روپیہ جمع کرنے والے کو بنک سے سود ملتا ہے لہذا دیوالہ نکل جانے پر اس کا خسارہ امانت داروں پر بھی پڑتا ہے یہ ایک طرح ڈنڈ ہے، اور آخرت کا عذاب خدا کی پناہ سخت ہے، امانت کی اگر سچ پوچھئے تو یہ صورت ہی نہیں، امانت اصل میں اسے کہتے ہیں کہ جو چیز جس حالت میں اور جس قدر بطور امانت رکھی جائے وہ اسی حالت میں اور اسی قدر واپس بھی لیا جا دے، اب اظہر من الشمس ہو گیا کہ کسی حالت سے اس میں بھی شرکت جائز نہیں۔

(۳) بعض بنکوں میں یہ بھی دستور ہے، کہ امانت دار جو ان سے سود نہ لے، تو وہ اس سودی رقم کو عیسائی مشن کے سپرد کر دیتے ہیں، اس میں شک نہیں کہ آج کل کے جتنے قسم کے بنک اور دیگر مختلف طریقے مروج ہیں سب میں شرکت کرنا قطعی ناجائز ہے لیکن جو لوگ اس میں گرفتار ہیں، ان کے لئے مناسب تو یہ ہے کہ بالسائی ارشاد باری تعالیٰ ہے یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون۔ (اے ایمان والو! اللہ سے ڈر کر سودی کاروبار چھوڑ دو، ورنہ پھر اللہ سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ)

اس آیت کے آخری حصہ لا تظلمون ولا تظلمون پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ موجودہ صورت پر چسپاں نہیں ہوتی، کیونکہ خود سود دینے پر مجبور کرتے ہیں، اور نہ لینے پر عیسائی مشن کے سپرد کر دیتے ہیں، جو مذہب اسلام کے لئے مہلک ہے۔ اس کے متعلق اخبار اہلحدیث میں فتویٰ بھی نکل چکا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب　　(خلیل احمد ناظم انجمن اہلحدیث، مرزاپور)

(۲۶ر صفر ۱۳۴۳ھ)

س:۔ رنڈی کا مال توبہ کرنے کے بعد حلال ہے یا نہیں؟

(محمد اسحاق خریدار نمبر ۲۰۷۲ اور احسان اللہ خریدار نمبر ۴۳۴ ۱۱)

ج:۔ خاکسار کی ناقص تحقیق میں رنڈی کا مال جو زنا سے پیدا کیا ہے، بعد توبہ کے پاک نہیں ہوتا۔

(۲۳ر جون ۱۹۱۱ء)

لے کاروبار میں جو مشکلات ہیں، ان کو بھی حل کر دیتے تو اچھا تھا (اہلحدیث)

فتح البيان

في مقاصد القرآن

تفسير سلفي أثري خال من الإسرائيليات والجدليات المذهبية والكلامية
يغني عن جميع التفاسير ولا تغني جميعها عنه

تأليف
السيد الإمام العلامة
أبي الطيب صديق بن حسن بن علي الحسيني القنوجي البخاري
المتوفى سنة ١٣٠٧هـ

وضع حواشيه
إبراهيم شمس الدين

الجزء الثاني

المحتوى:
أول سورة النساء - آخر سورة الأعراف

منشورات
محمد علي بيضون
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

ظريف وكريم، وقيل هي لنوع من يعقل، فالمعنى فانكحوا النوع الطيب من النساء أي الحلال وما حرمه الله فليس بطيب، وقيل إن (ما) هنا مدية أي ما دمتم مستحسنين للنكاح، وضعفه ابن عطية.

قال الفراء: إن (ما) ههنا مصدرية، قال النحاس: وهذا بعيد جداً، وقيل إنها نكرة موصوفة أي انكحوا جنساً طيباً وعدداً طيباً، والأول أولى، وقرىء فانكحوا من طاب لكم.

وقد اتفق أهل العلم على أن هذا الشرط المذكور في الآية لا مفهوم له، وأنه يجوز لمن لم يخف أن يقسط في اليتامى أن ينكح أكثر من واحدة.

و«من» في قوله ﴿من النساء﴾ إما بيانية أو تبعيضية لأن المراد غير اليتائم بشهادة قرينة المقام أي فانكحوا من استطابتها نفوسكم من الأجنبيات، وفي ايثار الأمر بنكاحهن على النهي عن نكاح اليتامى مع أنه المقصود بالذات مزيد لطف في استنزالهم، فإن النفس مجبولة على الحرص على ما منعت منه.

على أن وصف النساء بالطيب على الوجه الذي أشير إليه، فيه مبالغة في الاستمالة إليهن، والترغيب فيهن، وكل ذلك للاعتناء بصرفهم عن نكاح اليتامى وهو السر في توجيه النهي الضمني إلى النكاح المترقب.

﴿مثنى وثلاث ورباع﴾ أي اثنتين اثنتين، وثلاثاً ثلاثاً، وأربعاً أربعاً، وهذه الألفاظ المعدولة فيها خلاف، وهل يجوز فيها القياس أو يقتصر فيها على السماع، فالأول قول الكوفيين وأبي إسحق وغيره، والثاني قول البصريين.

والمسموع من ذلك أحد عشر لفظاً أحاد وموحد، وثناء ومثنى، وثلاث ومثلث، ورباع ومربع، ومخمس، وعشار ومعشر، ولم يسمع خماس ولا غيره من بقية العقد. وجمهور النحاة على منع صرفها وأجاز الفراء صرفها وإن كان المنع عنده أولى.

وقد استدل بالآية على تحريم ما زاد على الأربع - وبينوا ذلك بأنه خطاب لجميع الأمة، وأن كل ناكح له أن يختار ما أراد من هذا العدد كما يقال للجماعة اقتسموا هذا المال وهو ألف درهم أو هذا المال الذي في البدرة درهمين درهمين، وثلاثة ثلاثة، وأربعة أربعة.

وهذا مسلم إذا كان المقسوم قد ذكرت جملته أو عيّن مكانه، أما لو كان مطلقاً كما يقال اقتسموا الدراهم، ويراد به ما كسبوه فليس المعنى هكذا، والآية من الباب الآخر لا من الباب الأول، على أن من قال لقوم يقتسمون مالاً معيناً كبيراً اقتسموه مثنى وثلاث ورباع فقسموا بعضه بينهم درهمين درهمين وبعضه ثلاثة ثلاثة وبعضه أربعة أربعة كان هذا هو المعنى العربي.

ومعلوم أنه إذا قال القائل: جاءني القوم مثنى، وهم مائة ألف كان المعنى أنهم جاءوه اثنين اثنين، وهكذا جاءني القوم ثلاث ورباع.

والخطاب للجميع بمنزلة الخطاب لكل فرد فرد كما في قوله تعالى: ﴿فاقتلوا المشركين﴾ [التوبة: ٣٦]، ﴿أقيموا الصلاة﴾ [الأنعام: ٧٢] ﴿وآتوا الزكاة﴾ [النساء: ٧٧] ونحوها.

فمعنى قوله ﴿فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلاث ورباع﴾ لينكح كل فرد منكم ما طاب له من النساء اثنتين اثنتين، وثلاثاً ثلاثاً، وأربعاً أربعاً، هذا ما يقتضيه لغة العرب. فالآية تدل على خلاف ما استدلوا به عليه.

ويؤيد هذا قوله تعالى في آخر الآية ﴿فإن خفتم ألا تعدلوا فواحدة﴾ فإنه وإن كان خطاب للجميع فهو بمنزلة الخطاب لكل فرد فرد، فالأولى أن يستدل على تحريم الزيادة على الأربع بالسنة لا بالقرآن.

وأما استدلال من استدل بالآية على جواز نكاح التسع باعتبار الواو الجامعة، وكأنه قال انكحوا مجموع هذا العدد المذكور، فهذا جهل بالمعنى العربي، ولو قال انكحوا اثنتين وثلاثاً وأربعاً، كان هذا القول له وجه، وأما مع المجيء بصيغة العدل فلا.

وإنما جاء سبحانه بالواو الجامعة دون (أو) لأن التخيير يشعر بأنه لا يجوز إلا أحد الأعداد المذكورة دون غيره، وذلك ليس بمراد من النظم القرآني.

وأخرج الشافعي وابن أبي شيبة وأحمد والترمذي وابن ماجة والدارقطني والبيهقي عن ابن عمر أن غيلان بن سلمة الثقفي أسلم وتحته عشر نسوة فقال له النبي صلى الله عليه وآله وسلم: اختر منهن وفي لفظ أمسك منهن أربعاً وفارق سائرهن[1]، وروي هذا الحديث بألفاظ من طرق.

وعن نوفل بن معاوية الديلي قال أسلمت وعندي خمس نسوة فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أمسك أربعاً وفارق الأخرى، أخرجه الشافعي في مسنده.

وأخرج ابن ماجه والنحاس في ناسخه عن قيس بن الحارث الأسدي قال أسلمت وكان تحتي ثمان نسوة فأتيت النبي ﷺ فأخبرته فقال اختر منهن أربعاً وخلّ سائرهن ففعلت، وهذه شواهد للحديث الأول كما قال البيهقي.

وعن الحكم قال أجمع أصحاب رسول الله ﷺ على أن المملوك لا يجمع من النساء فوق اثنتين، وفي بعض التفاسير هنا خلط وخبط تركناه لأنه تطويل بلا طائل، وحسبك من القلادة ما أحاط بالعنق.

---

(١) أخرجه بهذا اللفظ، مالك في الطلاق حديث ٧٦.

وقال بعض أهل العلم إن المراد التسمية عند الأكل، قال القرطبي: وهو الأظهر، واستدلوا بالأحاديث التي فيها الإرشاد إلى التسمية وهذا خطأ فإن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قد وقت التسمية بإرسال الكلب وإرسال السهم، ومشروعية التسمية عند الأكل حكم آخر ومسألة غير هذه المسألة، فلا وجه لحمل ما ورد في الكتاب والسنة هنا على ما ورد في التسمية عند الأكل، ولا ملجىء إلى ذلك.

وفي لفظ في الصحيحين من حديث عدي "إن أرسلت كلبك وسميت فأخذ فكل"[1]، وقد ذهب جماعة إلى أن التسمية شرط، وذهب آخرون إلى أنها سنة فقط، وذهب جماعة إلى أنها شرط على الذاكر لا الناسي، وهذا أقوى الأقوال وأرجحها ﴿واتقوا الله﴾ فيما أحل لكم وحرم عليكم واحذروا مخالفة أمره في هذا كله ﴿إن الله سريع الحساب﴾ أي حسابه سبحانه سريع إتيانه وكل آت قريب، وفيه تخويف لمن خالف أمره وفعل ما نهى عنه.

﴿ الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٥﴾ ﴾

﴿اليوم أحل لكم الطيبات﴾ هذه الجملة مؤكدة للجملة الأولى وهي قوله: ﴿أحل لكم الطيبات﴾ وقد تقدم بيان الطيبات، ويحتمل أن يراد باليوم اليوم الذي انزلت فيه أو اليوم الذي تقدم ذكره في قوله: ﴿اليوم يئس﴾، ﴿واليوم أكملت﴾ وقيل ليس المراد باليوم يوماً معيناً.

وقال أبو السعود: المراد بالأيام الثلاثة وقت واحد، وإنما كرر للتأكيد ولاختلاف الأحداث الواقعة فيه حسن تكريره، وقال القرطبي: أعاد ذكر اليوم تأكيداً، وقيل أشار بذكر اليوم إلى وقت محمد، كما تقول هذه أيام فلان أي هذا أوان ظهوركم انتهى، وفيه بعد.

﴿وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم﴾ بخلاف الذين تمسكوا بغير التوراة والإنجيل كصحف إبراهيم فلا تحل ذبائحهم. والحاصل أن حل الذبيحة تابع لحل المناكحة على التفصيل المقرر في الفروع، والطعام اسم لما يؤكل ومنه الذبائح وذهب أكثر أهل العلم إلى تخصيصه هنا بالذبائح، ورجحه الخازن.

وفي هذه الآية دليل على أن جميع طعام أهل الكتاب من غير فرق بين اللحم وغيره حلال للمسلمين وإن كانوا لا يذكرون اسم الله على ذبائحهم، وتكون هذه الآية

(١) أخرجه البخاري في الذبائح باب ٨، ٩، ومسلم في الصيد حديث ٢، ٣.

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله

[illegible]



[illegible]

در مطبع [illegible] سنه ۱۲۹۷ [illegible] طبع [illegible]

وقتی عارف ست بدلالت مطابقه و ساقط انتخاب را از مأخوذ به آن می‌شناسد و با این شناخت
یک مسئله را با مسئله دیگر می‌رسید پس این همان قیاس است بعینه و اگر زامی زعم کند که قیاس حق
پس بفرماید که پاره‌ای ایشان حق چیست حالانکه عدم جواز تقلید در مسائل فروع بشریعه معلوم است
پس عدم جواز آن در مثل این مسائل چنانکه گفته‌اند که نه قول مخرج است و نه قول مخرج را اولی می‌باشد
و بر تقدیر احتمال یا ضمنی که قول یکی از این هر دو لا علی التعیین باشد معلوم است که احد هما مقلد است
و تقلید مقلد بالاجماع جائز نیست و بالجملة فهذه ظلمات بعضها فوق بعض و توسیع الله
للتقلید المنهي عنه بالکتاب والسنة و لکن نیست که ما را حق اصل و فرع و علت و حکم
کما ینبغی کسی نیست که مجتهد مطلق باشد و هر که مقلد است نمی‌رسد به این امور دعوی محض است چه امت
اصل و فرعیت فرع و علیت علت مستنبط معلوم است که مقلد بیچاره هرگز آشنای آن نبوده است
و نمیداند که این چه چیزهاست تا بفهم آن بوجهی از وجوه چه رسد با آن مسکین عریق الرماد ورا
و توقف بر عمل تعارض نیز کجا باشد تا بسوی جمع نزد امکانش یا بسوی ترجیح نزد عدم امکان جمع گراید
زیرا که مقلد به این کار روبار و به صحت بالاست که اقتدار بر جمع و ترجیح نزد تعارض ادله حاصل
دارد و کم فقیه که و تن باین رتبه رسیده و واصل این منزلت گشته پس مجتهد خواهد بود نه مقلد
فما له و للاشتغال بکلام بعید مثله

کتاب الطهارة

حق استصحاب برائت اصلیه و اصالت طهارت آنست که هر که زعم نجاست عینی از اعیان کند
مطالب شود بدلیل اگر نا معتبر کرد و چنانکه در نجاست بول و غائط آدمی ورود نصوص پس این دلیل
حجت باشد و اگر عاجز گردید و ان آورد دلیل یا چیزی بیارد که حجت بران نمی‌ایستد پس واجب بود
وقوف بر مقتضای اصل و برائت است و از نجاست شناخته باشی که استدلال بمفهوم حدیث جابر و براء
بلفظ لا بأس ببول ما اکل لحمه بر نجاست بول ما لا یؤکل لحمه در غیر مقام حجت نیست چه در حدیث
و ضامین که امینا ند و حدیث براء بلفظ ما اکل لحمه فلا بأس ببوله اگر بصحت رسد غیر دال باشد
بر محل نزاع و استدلال قائلین نجاست ابوال بعموم حدیث انه کان لا یستنزه من البول

وحدیث استنزهوا من البول غیر منتهض ست اگرچه این احادیث ثابت اند زیرا که محتمل اند بر تقدیر
عموم و مقید اند بر تقدیر اطلاق چه در صحیح بلفظ من بوله ثابت شده و باز این دلیل اخص از دعوی ست
زیرا که در بارهٔ بول ست نه در بارهٔ زبل و بالجمله دلالهٔ قائلین طهارت شئ خارج از سبیلین ماکول اللحم
دال بر بیان اصل ست که ذکرش رفت و این منافی طهارت شئ خارج از هر دو سبیل غیر ماکول اللحم نیست
و در نجاست منی آدمی دلیلی نیامده و شستن آنحضرت جامهٔ خود را از منی نه بنا بر نجاست بود بلکه بسبب
استقذار بلکه مجرد ازالهٔ درن از جامه سبب غسل می تواند شد و در حدیث عایشه نزد مسلم فرک منی از
ثوب نبوی در حالت نماز آمده و پس اگر منی نجس می بود ناگزیر جبرئیل وحی می آورد چنانکه در نجاست نعل
که در ان نماز گذارده وحی فرود آمد آری دلیل صحیح بر وجوب غسل مذی و ودی قائم شده و این مفید
نجاست این هر دو ست ولیکن مجرد نضح بر جامه رافع نجاست او ست و در ینجا نمی توان گفت که
غسلش بنا بر استقذار بود زیرا که مجرد آب پاشی مزیل عین مذی نباشد چنانکه غسل مزیل اوست و از ینجا
ظاهر شد که نضح واجب ست و مذی نجس لکن در تطهیرش تخفیف کرده شده و همچنین دلیلی بر نجاست بول
و رجیع جلاله نیامده و آنچه آمده نهی از اکل جلاله و شرب لبن او ست تا آنکه حبس کرده شود و این نهی
مستلزم نجاست رجیع و بول جلاله نیست و الحاقش بقیاس بر اکل و شرب صحیح نباشد چه حکم در اصل
تحریم اکل و شرب ست و حکم در فرع نجاست و این هر دو حکم با هم مختلف اند و قیاس عبارت از اثبات
مثل حکم اصل در فرع ست آری اگر عین آنچیز که جلاله خورده بر آید آنرا حکم اصل باشد بنا بر بقاء عین
و اگر خروجش بعد از استحالهٔ آن عین بسوی صفت دیگر باشد تا آنکه از لون و ریح و طعم هیچ نمانده پس وجهی
از برای حکم بنجاستش نیست نه از نص و نه از قیاس و نه از رای صحیح و در نجاست مسکر دلیلی که صالح
تمسک باشد نیامده و مراد برجس در آیهٔ خمر نجس نیست بلکه حرام چنانکه سیاق آیه مفید او ست و همچنین
در آیهٔ میته مراد برجس حرام باشد نه نجس حالا آنکه بعض اهل علم انکار ورود لفظ رجس بمعنی نجس کرده اند و
لفظ رکس که در بارهٔ روثه بمعنی رجس آمده مجاز قرار داده با آنکه در آیهٔ اولی مانعی از حمل رجس بمعنی
نجس ست و آن اقتران خمر ست بمیسر و انصاب و ازلام چه این چیزها باجماع طاهر ست و استدلال بر
نجاست خمر بحدیث شستن آوندهای اهل کتاب که در ان باده نوشند و [illegible] نیست
چه مراد بغسل آنیهٔ مذکوره ازالهٔ اثر چیزی ست که اکل و شرب آن حرام ست نه بیان تحریم و نجاست

جز آن و در بارهٔ چه طفل ده ساله و ضرب او بنا بر تادیب [illegible] آن و اشکال این است که ضرب [illegible]
نیست چه قسم می تواند شد و جواب آن است که مکلف باین ضرب ولی او است [illegible] ضرب [illegible]
که ترک نماز است مباح ساخته چنانکه ضرب او نزد ارتداد او اقدام بر قتل غیر [illegible] القتل واخذ مال [illegible]
الاخذ مباح است و اسباب و شروط و موانع از احکام وضع اند و مرجع در حقائق این امور بسوی [illegible]
اهل اصول است چه بحث اصولی است و اهل اصول در اصطلاحات خود ذکر کرده اند که شرط عبارت از چیزی
که عدمش موثر در عدم مشروط باشد و وجودش موثر در وجود مشروط نباشد همچو وضو که شرط نماز است
و عدمش تاثیری در عدم نماز دارد پس نماز جز بوضو صحیح نگردد و وجودش موثر در وجود [illegible]
نیست و از اینجا شناخته باشی که وقت سبب است از برای نماز نه شرط چه وجود وقت موثر در وجود
مسبب است که ایجاب فعل صلوة باشد و عدمش موثر در عدم او است زیرا که وجوب نماز پیش از دخول
وقت نیست و بعض اهل اصول در حقیقت سبب ذکر کرده اند که سبب آنست که وجودش موثر در وجود
مسبب باشد و عدمش موثر در عدم مسبب بود و واجب آنست که فاعلش بفعل مستحق ثواب و بترکش
سزاوار عقاب گردد و این مستلزم آن نیست که واجب شرط بود و عدمش مستلزم عدم باشد بلکه تارکش
آثم است فقط و همچنین استدلال بر شرطیت بنهی دال بر فساد و مرادف بطلان صحیح است اگر این نهی از ذات
یا جزء آن شئی باشد نه بامر خارج پس طهارت بدن از نجاست شرط [illegible] نماز است [illegible] و وجود دلیل [illegible]
و اما طهارت تنها از نجاست پس اگر دلیل دلالت کند بر آنکه هر که در بدنش نجاست است نمازش [illegible]
نماز نجس البدن مقبول نمیشود یا نهی نجس البدن از قربت نماز [illegible] شود و این نهی دال بر فساد [illegible]
بود استدلال بر شرطیتش صحیح باشد والا فلا ولکن در اینجا دلیلی بر این مدعا موجود نیست چه در حدیث [illegible]
باستنزاه از بول و بودن عامهٔ عذاب قبر [illegible] دلالت بر وجوب استنزاه است نه بر شرطیت آن [illegible]
با نجاست بدن آثم است [illegible]
آن است نه بر شرطیت و حدیث [illegible]
آنچه گفته شد بلکه نماز نابینا صحیح است و این معارضه [illegible] باشد چه نفی قبول مستلزم نفی صحت نیست پس اگر
دلیل دال بر صحت نماز کسی که عدم قبول نمازش آمده بیاید مخصص وی باشد و نفی قبول در حق او مجاز از
عدم توفیر ثواب بود و اصل در تحقیق و تقدیر مورت شرعیه حجت اگر ثابت گردد مقدم باشد [illegible]

و اگر حقیقت شرعیه ثابت نشود مرجع لغت بود زیرا که حمل کلام شارع بر لغت نزد عدم تقرر عرف
شرعی واجب است و درینجا شرع و لغت متفق اند بر آنکه قبل و دبر عورت مرد است و شرع تحدید زیاده
کرده و احادیث الفخذ عورة بصحت رسیده و همین است مذهب جمهور و عورت بودن رکبه ثابت نشده
و عورت زن آزاد همه بدن و تمام تن است جز وجه و کفین و سترش از رجال بر زن واجب و مردان را
نظر بسویش ناجائز و اما آنکه نماز زن اگرچه تنها یا با زنان یا با شوهر یا دیگر محارم باشد بلا ستر تمام عورت
صحیح نیست پس غیر مسلم است و غایت آنچه درین باب آمده حدیث عائشه ان الله لا یقبل صلوة حائض
الا بخمار است و این موقوف و مرسل است و همچنین حدیث ام سلمه درین باب که اتصلی المرأة فی درع و خمار
الخ باشد قول او است پس حجت نیرزد و تفرد بعض بر رفع حدیث و بی علت نیز از انتهاض حجیت نیست و اگر تسلیم کنیم
حدیث عائشه حجت است پس غایتش آنست که نمازش جز بپوشیدن سر درست نباشد ولیکن آنچه زیاده
برین قدر باشد خود دران موجود نیست و طهارت محمول و ملبوس را شرط صحت نماز گردانیدن کافی نیست
و خلع نعل از آنحضرت در نماز بنا بر قذر با خبار جبرئیل علیه السلام مجرد فعل است دلالت بر وجوب ندارد تا
بشرطیت چه رسد بلکه این حدیث دلیل قائل بعدم شرطیت است زیرا که بنا نماز بران ناخ کرد پس اگر وجود نجاست
در محمول و ملبوس موجب بطلان نماز می بود هرگز بنا باقی بر نماز ماضی نمی کرد و نماز در جامه مغصوب جائز است
اگرچه غاصب با اثم غصب آثم در دخول در نماز با آنچه مامور بخلاف آن بود متهم کرده همچنین نماز گذاردن در جامه
ابریشم حرام است لیکن باطل شدن نمازش و نماز غاصب جامه محتاج دلیل است و لا دلیل علی ذلک الا ما کان
مقید النفی صحة صلوة من صلی لابسا الحریر و هرگاه جز جامه ناپاک نیابد نمازش دران جامه بهتر از نماز
ضرورت عفو داهون از عریان گذاردن است و کیف که اکل میته نزد عدم وجود سد رمق جائز است و بنای
شریعت بر رعایت مصالح و دفع مفاسد و معادله میان شرور بوده اگر چاره از وقوع در یکی ازین امور
نباشد و اما نماز در جامه زرد و سرخ مشبع پس مقام از معارک است و حق توجه نهی از معصفر بسوی نوعی
خاص از احمر است که مصبوغ بعصفر باشد پس لبس احمر غیر مصبوغ بعصفر جائز باشد و لبس حله حمراء محمول بر بیان
جواز و دلیل بر تحریم اصفر که مصیر بسوی آن واجب شود نیامده بلکه در بعض روایات صبغ لحیه و ثیاب بصفرت
آمده و ابن عمر باقتدا جناب نبوت این رنگ می کرد و در تنها سراویل بی ردا نماز کرده باشد اگرچه در سند
حدیثش مقال است ولیکن صالح احتجاج است و در پوشیدن سراویل از آنحضرت صلعم اختلاف است لیکن نیز ثابت شده

چه همو فرق مجرد رای و ملاحظه مصلحت ست و نیست مصلحت در آنچه مخالف شرع ست و در حدیث سابق انس
اشارت ست بآنکه در تسعیر ظلم ست فلا خیر و لا مصلحة فی مظلمة بل الخیر کل الخیر و المصلحة کل المصلحة فی العمل
بما ورد به الشرع **فصل** حرام ست تفریق میان ذوی الارحام در بیع بحدیث ابی ایوب نزد احمد و ترمذی گفته
حسن ست و نزد دارقطنی و حاکم گفته صحیح ست بلفظ سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول من فرق بین والدة و ولدها
فرق الله تعالی بینه و بین احبته یوم القیامة و بحدیث ابی موسی نزد ابن ماجه و دارقطنی باسناد لا باس به
قال لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم من فرق بین الوالدة و ولدها و بین الاخ و اخیه و بحدیث علی کرم الله وجهه
نزد ابو داود و دارقطنی انه فرق بین جاریة و ولدها فنهاه النبی صلی الله علیه وسلم عن ذلک و رد البیع و ابو داود
اعلالش بانقطاع کرده و لکن حاکم تصحیح اسنادش پرداخته و بیهقی بترجیح آن بنابر شواهد رفته و نیز بحدیث علی نزد
ابن ماجه و دارقطنی قال امرنی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان ابیع غلامین اخوین فبعتهما و فرقت بینهما فذکرت
ذلک للنبی صلی الله علیه وسلم فقال ادرکهما فارتجعهما و لا تبعهما الا جمیعا و ابن خزیمه و ابن الجارود و ابن حبان
و حاکم و طبرانی و ابن القطان تصحیح کرده اند و بحدیث انس نزد ابن عدی بلفظ لا یولهن والد عن ولده و در سندش مسیر
بن عبید ست و وی ضعیف ست و بطریق دیگر هم روایتش کرده و در آن اسمعیل بن عیاش ست از حجاج بن ارطاة و تفرد
اسمعیل در غیر شامیین ضعیف ست و بحدیث ابی سعید نزد طبرانی بلفظ لا توله والدة بولدها و اخرجه البیهقی ایضا
و اینهمه احادیث دال اند بر تحریم تفریق میان والده و ولدش و میان والد و ولدش و میان دو برادر و گفته اند که
تحریم تفریق مادر از فرزندان مجمع علیه ست و ما عدای آنچه درین احادیث ذکر یافته تحریمش بقیاس شد و ظاهر احادیث
تحریم تفریق ست به بیع و غیره و اما جواز تفریق بعد از بلوغ صغیر و رضا کبیر پس استدلال کرده اند بران بحدیث عبادة
بن صامت که نزد دارقطنی و حاکم ست بلفظ لا یفرق بین الام و ولدها قیل الی متی قال حتی یبلغ الغلام
و تحیض الجاریة و لکن در سندش عبد الله بن عمرو واقفی ضعیف ست و علی بن المدینی او را رمی بکذب کرده و لکن
بعد از بلوغ آنچه محصل تضرر تام بود باقی نمی ماند چنانکه در صغیر باشد و لهذا از مهدیث حکایت اجماع بر جواز تفریق بعد
بلوغ کرده و نجش در لغت بمعنی تنفیر صید تا از جای او ست تا شکار گردد و در شرع عبارت ست از زیادت در
سلعه تا بران چیزی داده شود یا آنکه اراده خریداریش ندارد بلکه مطلب آنست که مشتری بوی اقتدا کنند و از آنچه
دیگری میدهد زیاده تر دهند و در صحیحین نهی ازو از حدیث ابی هریره و حدیث ابن عمر [illegible] و مسلم از حدیث عقبه
بن عامر از نجش نهی آمده و درین باب همین احادیث ست و ابن بطال نقل اجماع کرده بر آنکه ناجش عاصی ست

ترجیح ... و ما ازین ... فرمود اذا اختلف ... فقال النبی ... فهم تنقل ... اختلاف و این وضع مرتب است

بر بیع ... منشود ... باشد غیر صحیح است ... تفرق واجب گشته و هذا ... البیع

کالبیع ... القیاس و مؤید است حدیث ابی سعید ... اصیب رجل فی ثمار ابتاعها فکثر دینه

فقال النبی صلی الله علیه وسلم تصدقوا علیه ... فلم یبلغ ذلک وفاء دینه فقال خذوا ما وجدتم ولیس لکم الا ذالک

و ... واجب ... و اگر ... تسلیم ... باشد ... آفات ... تلف شده

... حدیث ... اذا اختلف ... بیان ... است ... مشتری ...

... است ... کرده ... است ... باشد ... باشد

یا ... حدیث ... و نسائی آمده که آنحضرت ... من وجد عین ماله عند رجل ... به

... البیع ... [illegible]

... للمشتری ... البائع ... است ... [illegible] ... است

... است غیر ثابت ... روایت کنند ... گفت که ... است اگر ... [illegible]

... اقامت شهادت ... واجب است ... اگر ... باشد ... [illegible]

... و دیگر ... تسلیم ... و اگر ... کنند ... شود ... تسلیم ...

... باشد ... گذشته ... است ... شرط واقع شود ... آن ...

... باشد ... نیست ... اگر ... باشد ... آن و ... این ... که ...

... نیست ... و همچنین نیست ...

میان ... اگر ... و صفت ... موجب ... و ... [illegible]

... است ... صفت ... چیزی نیست ... ترتیب ... و اثبات الاحکام

بالمحالات ... العقل ... کتاب ... [illegible]

باب در بیان بیع غیر صحیح

... که ... شود ... چیزی ... و ... گردد ... [illegible]

... است ... نیست ... آن نیست ... [illegible]

باید بر ملتقط بیان ست چنانکه در حدیث صحیح آمده و گفته اند چیزی ست که مثل آن تتابع نمیرود و اما اگر چنان چیزی ست
که مثل آن تتابع [illegible] پس در حدیث جابر آمده رخص لنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی العصا والسوط
والحبل یلتقطه الرجل ینتفع به روایت کرده احمد و ابوداود و در اسنادش مغیره بن زیاد ست و در وی مقال ست
و گفته صدوق ست [illegible] ان النبی صلی الله علیه وسلم مر بتمرة فی الطریق
فقال لولا انی اخاف ان تکون من الصدقة لاکلتها و اگر تعریف محقرات سه روز مروی ست پس در وی که
[illegible] ثابت نشده و سنت کافی ست اگر مستحق ملتقط و صرف وی ملتقط را بر جان خود مقدم بر غیر ست
پس اگر صرف آن در غیر خود [illegible] در کدام مصلحت صرف نماید و اما لقیط دار الحرب پس غنیمت ست که دار الحرب
دار اباحت است هرکه را بر وی دست رسد [illegible] چنانکه در سیر باید خواه این اخذ بوجه قهر باشد یا
بدون فرق میان اشخاص و اموال و رجال و نساء و اطفال و اگر در دار اسلام [illegible] پس معصوم الدم والمال ست
انتفاع بآن جائز نیست مگر [illegible] چه اثبات [illegible] خلاف این دو ست و اگر بغیر
امان داخل دار اسلام شده ست خون و مالش محترم نیست [illegible] و چون بغیر امان آمده
انتفاع بمالش جائز باشد و اگر مومن ست انتفاع [illegible] نیست

کتاب الصید

حلال ست از بحری انچه زنده و مرده گرفته شود چه حدیث هو الطهور ماؤه والحل میتته صحیح ست و ظاهر آنست
که میته بحر حلال ست بهر حال خواه بسبب آدمی باشد یا بسبب آب یا [illegible] باشد و مؤید اوست حدیث ابن عمر
قال احل لنا میتتان ودمان فاما المیتتان فالحوت والجراد واما الدمان فالکبد والطحال روایت کرده احمد
و ابن ماجه و شافعی و دارقطنی و بیهقی روایت کرده اند و معلول ست بعلت و قیل موقوف ست [illegible]
که حکمش حکم رفع باشد زیرا که چنین موقوف در حکم رفع ست چه قول صحابی احل لنا یا حرم [illegible] بسوی رسول خداست زیرا که
تحلیل و تحریم [illegible] باشد و مؤید اوست حدیث ابی شریح از اصحاب نبوی نزد دارقطنی مرفوعا ان الله تعالی
ذبح ما فی البحر لبنی آدم [illegible] احکام حکم رفع ست [illegible]
و مؤید [illegible] حدیث [illegible] پس فرمود کلوا رزقا
اخرجه الله [illegible] و سوال [illegible] استعمال [illegible]

الضحايا فيكم على عهد رسول الله صلعم فقال كان الرجل في عهد النبي صلعم يضحي بالشاة عنه وعن
اهل بيته الحديث اخرجه في الموطا وابن ماجه والترمذي وصححه ونحوه حديث ابي سريحة قال حملني اهلي
على الجفاء بعد ما علمت من السنة كان اهل البيت يضحون بالشاة والشاتين والآن يبخلنا جيراننا
اخرجه ابن ماجه [illegible]
[illegible]
[illegible] ان الشاة تجزي عن اهل البيت [illegible] والعمل على هذا عند بعض
اهل العلم وهو قول احمد واسحق واحتجا بحديث ان النبي صلعم ضحى بكبش فقال هذا عمن لم يضح من امتي
وقال بعض اهل العلم لا تجزي الشاة الا عن نفس واحدة وهو قول عبد الله بن المبارك وغيره من اهل العلم
انتهى وازين كلام ترمذي عدم تحتم نمودن وابن رشد [illegible] شاة را اجزا از سه كس مجزي نگرديد
شناخته آمده وحق آنست كه يك گوسفند از تمام مردم خانه مجزي وبس است اگرچه صد كس چرا نباشند وتضحيه وحشي
از آنحضرت ثابت نشده وتمامت را تضحيه بران جائز داشته واين قدر در اجزا او بل كافيست وجذع از ضان قضا عدا
ثابت نيست بدلائل مستقدمه وآنكه در حديث عقبه بن عامر در صحيحين وغيرها آمده كه ان النبي صلى الله عليه وسلم اعطاه
غنما نقسمها على صحابته ضحايا فبقي عتود فذكره للنبي صلعم فقال ضح به انت وعتود از ولد معز آنست كه بر [illegible]
ول آمده ويكسال گذشته پس جوابش آنست كه بيهقي باسناد صحيح اخراج اين حديث باين لفظ كرده كه انه قال له صلعم ضح
به ولا رخصة لاحد فيها بعدك وازغير آن ثني قضا عدا از صحيح مسلم وغيره از حديث جابر وارد شده قال قال
رسول الله صلعم لا تذبحوا الا مسنة الا ان يعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضأن پس اجزاء جذعه مقيد
گرديد بآنكه از ضان باشد وبرين ست دال احاديث متقدمه پيدا از غير ثني [illegible] كه عبارت از ثني ست مجزي نبود ودر
غير مجزي از شارع دليل آمده پس عمل بران در خور باشد ومن ذلك ما اخرجه احمد واهل السنن وصححه الترمذي
والنووي واخرجه ايضا ابن حبان والحاكم والبيهقي من حديث البراء بن عازب قال قال رسول الله صلعم
اربع لا تجوز في الاضاحي العوراء البين عورها والمريضة البين مرضها والعرجاء البين ضلعها والكسيرى التي
لا تنقي واحمد [illegible] روايت كرده قال نهى رسول الله صلعم ان يضحي باعضب
القرن والاذن [illegible] آورده
نهى رسول الله صلعم [illegible]

واما از حدیث خالد بن ولید آورده که آنحضرت امر بندا کرد و در آن فرمود حرام علیکم لحوم الحمر الاهلیة و
خیلها و بغالها و این را ابو داؤد هم از حدیثش باین لفظ آورده ست فهانا رسول الله صلی الله علیه و
عن البغال والحمیر ولم ینهنا عن الخیل و اخرجه ایضا ابن حبان فی صحیحه و این احادیث چنانکه دال ست بر تحریم
بغال همچنان دال ست بر تحریم لحوم حمر اهلیه و انسیه و احادیث ثابته بر تحریمش متواتر ست منها حدیث جابر و ابن عمر و ابن
عباس و انس و البراء بن عازب و سلمة بن الاکوع و ابی ثعلبة الخشنی و عبد الله بن ابی اوفی و این نیز در صحیح بخاری ست
از حدیث زاهر اسلمی و هم در ترمذی ست از حدیث ابی هریره و عرباض بن ساریه و نیز نزد ابی داود و نسائی ست
از حدیث خالد بن ولید و عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده و نزد ابو داؤد و بیهقی ست از حدیث مقدام بن معدیکرب پس
قائل حل آن مخالف متواتر از رسول خدا ست صلعم و قول جابر بن زید که ابن عباس ابا از تحریمش کرد و کریمه قل لا اجد
فیما اوحی الی محرما فرو خواند پس جابر را متواتر گفت که این ابا از حبر ابن عباس با این اخبار ثابته از رسول خدا صلعم
چیست و خود بش از روات احادیث مذکوره ست و حجت در روایت اوست نه در رای وی رضی الله عنه و اگر بد ستش
کدام روایت هم می بود بر مطاولت این جبال راسیه حجتی استناد و اگر سنت متواتره مبال تخصیص آیهٔ مذکوره نباشد هیچ
از سنت استدلال صحیح نشود زیرا که قطعا معلوم ست که متواتر از سنت در ارفع درجات و اعلی رتب ست و هر که
باطل حجیت ش بطلانه باشد آن بالاجماع باطل ست و آنکه ابو داؤد از غالب بن ابجر روایت کرده که وی گفته اصابتنا
سنة فلم یکن فی مالی ما اطعم اهلی الا سمان حمر فاتیت النبی صلی الله علیه وسلم فقلت انک حرمت
لحوم الحمر الاهلیة وقد اصابتنا سنة قال اطعم اهلک من سمین حمرک فانما حرمتها لاجل جوال القریة
پس حجت باین روایت غیر قائم ست چه در سندش ضعف و در متنش شذوذ ست و این بر تقدیر عدم معارض اوست
فکیف که مخالف سنت متواتره ست آری قید اهلیه و انسیه در احادیث مشعر به مفید خروج حمر وحشیه باشد و لهذا حلش
باجماع ثابت شده و صحابه صیدش کرده و خورده اند و آنحضرت خورده و امر واضح تر از آن ست که حاجت تنبیه بران باشد اما
آنچه از بحری خون ندارد و پیش ساخته که قرآن دال ست بر اصلیت حل و خارج نمیشود از آن مگر جانی که دلیل صحیح دال باشد
بر تحریم آن و استدلال بر تحریم اکل آنکه فلان حیوان مامور بقتل ست یا از قتلش نهی آمده محتاج باستدلال دیگر ست و آن
این ست که امر بقتل یا نهی از قتل مقتضی تحریم مامور بقتل یا منهی عن القتل ست و برای این دلیل نیست و اما استدلال بر
تحریم مستخبث پس بقوله تعالی کلوا من الطیبات و بقوله عز وجل کلوا من الطیبات ما رزقناکم پس ناتی ش
امر ست باکل ما طاب بدون تعرض بمنع از اکل ما لم یطب که مستخبث باشد مگر به قول که امر بشی نهی ست از ضد او

لاستناده بذلك وبیهقی گفته اسنادش غیر قوی است وشیخ محمول رابوبکر است کذا فی بلوغ المرام گفته
اسنادش ضعیف است وبرین تقدیر حجت در تحریم نشوند ونه در کراهت آن قائم میتواند شد وعیسی بن نمیله را
ابن حبان در ثقات ذکر کرده حاصل آنکه قول بکراهتش فقط غیر صواب است چه دلیل بران اگر همین حدیث عیسی
بن نمیله است [illegible] ثابت در تحریم [illegible] واگر دلیل بران کدام چیز دیگر است آن چیست واصل حل است بدلیل کتاب
عزیز چنانکه [illegible] بدان گذشته ومؤید این اصالت است حدیث سلمان فارسی نزد ترمذی وابن ماجه بلفظ سئل
رسول الله صلی الله علیه وسلم عن السمن والجبن والفراء فقال الحلال ما احل الله عز وجل والحرام
ما حرم الله تعالی فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفا لکم عنه واخرجه ایضا الحاکم فی المستدرك
واخرج البزار وقال سنده صالح والحاکم وصححه من حدیث ابی الدرداء رفعه بلفظ ما احل الله تعالی
فی کتابه فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سکت عنه فهو عفو فاقبلوا من الله تعالی عافیته فان الله تعالی
لم یکن لینسی شیئا وتلی وما کان ربك نسیا ودارقطنی از حدیث ابی ثعلبه مرفوعا روایت کرده ان الله فرض فرائض
فلا تضیعوها وحد حدودا فلا تعتدوها وما سکت عن اشیاء الا رحمة لکم غیر نسیان فلا تبحثوا عنها ودر
صحیح وغیرهما از حدیث سعد بن ابی وقاص آمده ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان اعظم المسلمین فی المسلمین
جرما من سأل عن شیء لم یحرم علی الناس فحرم من اجل مسألته وهم در صحیحین است از حدیث ابی هریره مرفوعا
ذرونی ما ترکتکم فانما هلك من کان قبلکم بکثرة سؤالهم واختلافهم علی انبیائهم فاذا نهیتکم عن شیء فاجتنبوه
واذا امرتکم بامر فاتوا منه ما استطعتم ودرین باب احادیث شاهده صحیحه دالت بر حل در هر شیء بسیار است ولم
یأت فی صحیح که بدان حجت میتوانند ساخت عکسش از ان اصل ثابت بپردازد وبر کراهت ارنب یعنی خرگوش استدلال کرده اند
بحدیث ابی هریره که نزد احمد ونسائی باسنادی است که رجالش ثقات اند قال جاء اعرابی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم
بارنب فلم یأکل وامر اصحابه ان یأکلوا ودرین حدیث دلالت بر کراهت نیست چه می تواند بود که امساك آنحضرت صلی الله علیه وسلم
از اسباب باشد همچو عدم الفت باکل آن یا عدم انبعاث شاهیه بسوی آن ومثل این حدیث نیست در دلالت بر حل وعدم
کراهت آنچه احمد وابوداود ونسائی وترمذی وابن ماجه وابن حبان وحاکم از حدیث محمد بن صفوان روایت کرده اند
انه صاد ارنبین فذبحهما بمروتین فاتی رسول الله صلی الله علیه وسلم فامره باکلهما و[illegible] در صحیحین است
از حدیث انس قال انفجنا ارنبا بمر الظهران فسعی القوم فلغبوا وادرکتها فاخذتها فاتیت بها ابا طلحة فذبحها
وبعث الی رسول الله صلی الله علیه وسلم بورکها [illegible] فقبله [illegible]

بهیمه یا گوشت نجس و ملابستش در جمیع احوال حرام ست و هر که مدعی جوازش در حالت تداوی باشد بر وی دلیل ست
تخصیص این عموم کند ورنه تمسکش بر وی مردود باشد و بعد ازین تقریر دریافته باشی که مدعی جواز تداوی بحرام و نجس
مطالب بدلیل ست نه مانع ازان بلکه مانع را مجرد قیامش بمقام منع منعی او ست تا آنکه دلیلی متزحزحش کند و بر قواعد
مناظره مطالبه اش بچیزی نرسد چه وی قائم بمقام منع و متمسک ست بادله عامه شامله محل نزاع و معهذا دلیل دال بر
منع از تداوی بحرام وارد شده چنانکه ابو داؤد از حدیث ابی الدرداء آورده قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
ان الله تعالی انزل الداء والدواء وجعل لکل داء دواء فتداووا ولا تداووا بالحرام و آنچه گفته اند که در سندش اسمٰعیل
بن عیاش ضعیف ست پس تضعیفش نه در روایت از حجازیین ست نه در روایتش از شامیین و درینجا روایت این حدیث
از ثعلبه بن مسلم خثعمی کرده ست و وی شامی ثقه ست و مؤید اوست حدیث ابوهریره نزد احمد و مسلم و ترمذی و ابن ماجه
بلفظ نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الدواء الخبیث و معلوم ست که بعض حرام خبیث ست و هر نجس
خبیث ست و نزد مسلم و احمد و ابی داؤد و ترمذی بسند صحیح از حدیث وائل بن حجر آمده که ان طارق بن سوید سأل
النبی صلی الله علیه وسلم عن الخمر فنهاه عنها فقال انما اصنعها للدواء فقال انه لیس بدواء ولکنه داء و نیست
منافی این ادله اذن دادن آنحضرت صلعم عرنیین را بشرب ابوال ابل از برای تداوی زیرا که خلاف در نجس یا محرم
بودن آن معروف ست و در طهارتش مقرر و بر تقدیر که نجس باشد یا محرم لائق آنست که بنا و عام بر خاص کنند پس
حدیث عرنیین مخصص این ادله عامه باشد و تمام کلام برین مسئله در کتاب دلیل الطالب کرده ایم و اما بیع آن پس در حدیث
صحیح که در باب البیع گذشته وارد شده ان الله تعالی اذا حرم شیئا حرم ثمنه و همچنان انتفاع بدان زیرا که ملابست
نجس جائز نیست بر هر حال سوا آنست که استهلاک را حمل کنند بر عدم مباشرت و تلوث ورنه حرام خواهد بود علی
کل حال اگر گویند که آنحضرت صلعم اذن داده ست در انتفاع با اهاب شاة میمونه که مردار شده بود و فرموده هلا
انتفعتم باهابها گفتند یا رسول الله انها میتة فرمود الیس فی القرظ ما یطهرها یعنی الدبغ چنانکه در حدیث گذشته آمده
انما اهاب دبغ فقد طهر و این دلیل ست بر آنکه اهاب نزد سلخ از میته نجس بود و لکن بعد از سلخ و معالجه بدبغ آن
مباشرت نجس نباشد زیرا که طاهر میشود تا آنکه مدبوغ گردد و اینجا مباشرت و ملابست نجس هر دو واقع شده گوئیم این خاص
بمثل این منفعت ست و جائز نیست نزدیک شدن بچیزی از نجس مگر آنچه شرع بدان اذن داده یا آنکه در صحیح از آنحضرت صلعم
ثابت شده که انما حرم من المیتة اکلها و این بعینه حصر ست در نص بر نجاست میته در کتاب الطهارة گذشته
فصل و استعمال آنیه ذهب و فضه پس تر آن دانست که اصل حل ست چنانکه کریمه هو الذی خلق لکم ما فی الارض

جمیعا وقوله عز وجل قل من حرم زینة الله التي اخرج لعباده من الطیبات من الرزق افاده آن میکند پس منقول

نشود ازین اصل مدلول کلیه مگر بکتاب عزیز یا بان چیزیکه دلیل تخصیصش خاص کند ودلیل صریح خاص نکرده مگر اکل و شرب

در آوندهای زر و سیم و تحلی بذهب را بر رجال پس واجب اقتصار برین نا قل و عدم قول ست بانچه دلیل بران دلالت

نمیکند بلکه خلاف دلیل دال ست و جز این کدام دلیل نیامده پس تحریم استعمالش علی العموم قول بلا دلیل بد حرف باطل

جلی ست وما کان ربک نسیا و اما آنیه مذهبه و مفضضه پس اگر مراد باین تذهیب و تفضیض بود و نشانیه زر و سیم

راست آیا اکل و شرب دران حرام باشد واگر آونده زر و سیم گفتن صادق نیست چنانکه معلوم ست حرام نبود تا ثابت گردد

و همین خود بر موضع ذهب یا فضه نهند و عجب ست از مجاوزت محل تخصیص بسوی جمیع مکان و شامل کردن آنیه جواهر

بلکه این مجاوزت عین تجری بر تحریم چیزی بر عباد ست که حق تعالی [illegible] ن نداده و در قرآن کریم انما حرم ربی الفو

را با قوله وان تقولوا علی الله ما لا تعلمون قرین کرده و منت بر بندگان خود بپوشیدن جواهر بحریه منت نهاده

و فرموده وتستخرجون منه حلیة تلبسونها وهر که تقییدش بزنان کرده وی کلام خالق را بکلام مخلوق مقید

مقید ساخته وهذه غفلة عظیمة لا ینجو منها الا من رزقه الله سبحانه الفهم الصحیح والانصاف الکامل

و کذا آنچه دال باشد بر تحریم استعمال آلات حریر بر رجال فقط وارد نشده و آنچه آمده در لبس حریر آمده و سخن بران در

باب اللباس بیاید و کذا التحلی بدان حلال ست آنرا حرام نساخته چنانکه استعمال ذهب و فضه در غیر اکل و شرب و تحلی

بذهب حرام نبوده فالکل حلال مطلق اباحه الذی خلقه لعباده ولا یسئل عما یفعل وهم یسئلون

باب الولیمه

لغة ولیمه در لسان اهل شرع خاص بعرس ست تناول غیر آن نیست و ادله درباره ترغیب دران و امر بران وارد شده

و کذلک بمشروعیت اجابت آن آمده چنانکه در شرح منتقی ایضاحش کرده وهر که زعم کند که غیر عرس نام ولیمه گوید

بروی دلیل ست و نیست تا لازم میان مشروعیت نوع و میان ولیمه گفتنش ورنه در انواع ضیافات ولائم گفتنش

لازم آید زیرا که دران علی العموم ترغیب آمده و کذا در ضحایا و هدایا لازم آید و آنرا وجهی نیست نه از شرع و نه از لغت پس

بعقیقه زیرا که دران اول بمشروعیت آمده ولیمه نمیتوان گفت و نه این نسک زیرا احادیث مصرحه بترغیب در ولیمه اینها نیامده

[illegible] آنچه ناشی ولیمه نهاده اند و شمارش بهفت یا نه رسانیده و دلیلی بدان نیامده و نه مشروعیت

چیزی از ان بروجهی که صالح احتجاج باشد ثابت گشته و آنکه رسول خدا صلعم امر بتقسیم طعام از برای آل جعفر فرموده

مادرست که در خلاف [illegible] باشد و کراهت بعض این کراهت [illegible] نهی ست و آن منفی [illegible]

[illegible] احتمال که در صحیح فیرها امر اکل ضبین آمده و در مسلم و غیره نهی از اکل [illegible] ثابت شده و حاصل آنکه اکل و شرب چه واجب و مندوب و چه محظور و مادون آن نه کراهت بالایضاح کلام [illegible] دلیل وارد و درین باب ما وجه دلالت آن و آنچه از آن مستفاد میشود جز دولت مستقل بیان آنرا بر نمی تابد

باب اللباس

شک نیست که در تحریم قلیل و کثیر حلیه ذهب بر رجال ادلهٔ صحیحه ثابت شده و اما حلیه فضه پس مانع محتاج دلیل ست چه اصل حل ست و کریمهٔ قل من حرم زینة الله التی اخرج لعباده و قوله تعالی هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا دال ست برین اصل با ثبوت انیمعنی که در سیف آنحضرت صلعم فضه بود و با قوله صلعم وعلیکم بالفضة فالعبوا بها کیف شئتم و این استدلال که دران تشبیه بنساء ست صادره بر مطلوب ست چه قائل [illegible] میگوید که تحلی بفضه مختص بنساء نیست بلکه رجال و نساء دران برابر اند و اگر استعمال هر واحد از هر دو نوع از برای نوعی خاص از حلیه فضه ست پس برای نوع خاص یکی ما تا به دیگری نگردد نه در مطلق تحلی پس مردان را از تحلی سیف و منطقه و جز آن بفضه مانعی موجود نیست و اما حریر پس ما فوق چار انگشت حلال نیست از آنحضرت صلعم جواز اربع اصابع و منع زائد بر نقد رشبت رسیده و ادلهٔ ورود در منع مطلق لبس حریر و ابریشم ترازم متواترست کما فی قوله صلی الله علیه وسلم لا ینبغی هذا للمومنین و قوله صلی الله علیه وسلم من لبس الحریر فی الدنیا لم یلبسه فی الاخرة و قوله صلی الله علیه وسلم انما یلبسه من لا خلاق له فی الاخرة و احادیث بتصریح نهی وارد شده و بصریح تحریم آمده کما فی حدیث ان هذین حرام علی ذکور امتی و حدیث حرم لباس الحریر والذهب علی ذکور امتی و انمقام [illegible] ثابت [illegible] غیر آن مسطور فلیرجع الیه حتی یقف علی الحقیقة فی [illegible] و [illegible] و ما یباح منه و ما لا یباح و درین باب میان شارح منتقی و شیخ شیخ عبد القادر کوکبانی بحث [illegible] گذشته [illegible] تحریر بخت رسیده و حق عدم جواز لبس مشوب ست که درین روزگار مشروعش نامند چنانکه در هدایة السائل الی ادلة المسائل مذکور شد پرداخته ایم و پرده از روی حقیقتش برداشته و اما تشبع بعصفرت و حمرت پس نهی نیامده مگر از ثوب معصفر که مصبوغ بعصفر یعنی کسم باشد و صبغ معصفر نوعی خاص باز احمرست پس لبس آنحضرت صلعم حله حمراء را اسماء من آن نباشد بنا بر امکان جمع بآنکه حله حمراء مصبوغ بغیر عصفر بود و آنکه ابن القیم در هدی تحقیق کرده که حله حمراء مخطط بود بخطوط

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

بعہد سعادت مہد حضرت تاج ہند نواب شاہجہان بیگم صاحبہ



بحسن اہتمام ... محمد عبد المجید خان مدیر مطبع ریاست علیہ بھوپال محمیہ

شائع کردہ خزانہ کشید
در مطبع شاہجہانی ... جمادی الاولی سنہ ۱۲۹۰ حلیہ انطباع در بر

کتاب الطهارة

باب در بیان آب و جز آن

آب باران و دریا و چاه طاهر و مطهر است پلید نمیگردد مگر بنجاستی که بو یا مزه یا رنگ
او را برگرداند و حدیث قلتین که در صحیحین نیست بآن دال است و راجح عدم فرق است
در قلیل و کثیر و مستعمل و غیر مستعمل و این ارجح مذاهب است در نظر تحقیق و از غسل
جنابت و بول در آب استاده که روان نیست نهی آمده و احادیث نهی از
استعمال زن آب فاضل از غسل مرد محمول بر آب ساقط از اعضا است و احادیث
جواز محمول بر آب باقی در آوند است یا نهی تنزیهی است و آوندی که سگ در آن
آب خورد طهارتش شستن آن ظرف است هفت بار نخستین بخاک شود پیشاب
و گربه پلید نیست که آب بدهان انداختن او نجس گردد و زمین نجس بریختن دلو
در آب پاک میگردد و ماهی و ملخ و جگر و سپرز حلال اند و آبی که در ان مگس افتاده
مگس را در ان غوطه دهد و بیندازد و آب را بکار برد و همچنین طعام را که در ان مگس
بیفتد و پاره بریده از جانداری که زنده مرده است خوردنش حلال نیست و آب پیه پاک است

باب در بیان آوند

حرام است نوشیدن و خوردن در آوندهای زر و سیم و الحاق سائر استعمالات
بدان ناتمام است و دعوی اجماع بصحت نرسیده و اظهر عدم الحاق غیر آنست بدان
جز آن از احجار نفیسه بزر و سیم است بلکه همه باقی است بر اصل اباحت و جرم مدبوغ
پاک است و آب و برگ درخت سلم مطهر اوست و خوردن در آوندهای اهل کتاب
نزد نیافتن آوند دیگر بعد از شستن آن جائز است آنحضرت صلعم از مشک زن
مشرکه وضو کرد و ساغر و کاسه شکسته را بتار سیم استوار کردن و در ان آشامیدن

للمشکوة از دهنت کرده اند و این از خصایص از برای حضرت و بسوی اهل و جنب اگر
می وضو خسپید روا داشت و در غسل اول بر زد و دست بشوید پس آب از دست
راست بر دست چپ بریزد و فرج را بشوید بعده وضو کند پس تر آب بر سر ریزد
و انگشتان را در بنهای موی سر در آرد و سه کف بر سر و بر سایر جسم آب و آن
سازد پس بر دو پا بشوید این سنت غسل شرعی و نیت همه جا شرط است چه وضو
و چه غسل و در غسل افشاندن تن بدست سنت نه چیدن آب بدن بر وبال و زنان
در غسل جنابت و غسل حیض ریختن آب بر سر سه بار کما معمول را بس پسند کافی است
حاجت نقض موی سر و منفر ضرور نیست و جنب و حائض را قرآن آمدن بمسجد و خواندن
قرآن حرام است نه حلال اگر چه حدیث را نفس مصحف جائز باشد و غسل بر آوردن
مرد و زن از یک آوند باز جنابت درست است و چون زیر هر موی که بر تن آدمی
هست جنابتی بود دست می باید که در شستن موی و پاکی اندام اهتمام کند و یقین از
جمله غسل بر آید اگر چه حدیث وارد درین باب ضعیف است و آنچه از منی بول
و جز آن آید بعد از غسل بر آید موجب اعاده غسل نیست و آمین شمردن آن از برای
غسل جنون است لکن در باره حمامات روایت آمده و غالبش ضعیف است
و بعض حسن و حاصل او تحریم دخول حمام بر زنان است مطلقا و بر رجال گرد ازار
ت

باب در بیان تیمم

این هم از خصائص این امت است که زمین را از برای ایشان طهور ساخته اند
سبب تیمم فقدان آب پس هر که تر و در آمدن وقت کدام نماز آبی که بدان وضو
یا غسل تواند کرد در منزل و مسجد و جائی قریب آن نیابد وی تیمم کند و معتبر
اطلاق تیمم و جود تا رفت و بحث و گشت و احضار سوال و طلب مخصوص در جهات
اربع و یک میل یا انتظار تا آخر وقت آن نماز مراد نیست آنحضرت صلعم در مدینه
تیمم بجدار کرده بر مکان خود آن طلب و انتظار و تخصیص صعید تراب ممنوع است چه

در پیش یا پس بودن سلام و آنچه سهو کند و آنچه سهو آنحضرت صلعم باشد لیکن این
موافقت نبویست و اتمام سجود در جای سجده آنحضرت صلعم موافقت در سهو و
مواضع مخصوص مشهور است مشتمل بعلم سنت مطهره و شناسای آنهاست و شک
کرد حق عدم ذکر سجده سهو است نزد ذکر سهو و این دو سجده باشد از برای یک سهو نزد شک
در رکعات که سه گزارد یا چهار علت شک و بنا بر یقین نماید و تحری صواب کند و سجده
بجا آرد و هرکه برخیزد در رکعت دو مستانا اگر راست شده است نشیند اگر راست نشده و
بنشیند و حالت اولی سجده کند و درین حالت سجده نیست و بر سوم قرار نگیرد سجده سهو ثابت
ابو هریره گوید با آنحضرت صلعم در سجده اذا السماء انشقت و سوره اقرأ سجده کردیم و ابن عباس
سجده ص را از عزائم سجود نمی دانست و بعض روایت سجده کردن آنحضرت صلعم ذکر یافته
سجده در سوره حج و نجم آمده و خالد بن معدان گفته سوره حج را فضیلت دو سجده بشد
و عمر بن خطاب گفت ما بر سجده می گذریم پس هر که سجده کرد خوب کرد و هر که نکرد بر او
گناه نیست و گفت ان الله لم یفرض علینا السجود الا ان نشاء و بالجمله سجده تلاوت در نماز
و خارج از نماز هر دو درست است و در حدیث ابن عمر تصریح است که سجده تلاوت آنحضرت صلعم
در نماز آمده و همه از نقل صحابه ثابت شده این وهم ثابت گشته که این سجده واجب نیست
و حکم او چون نفل است ترک آن هم درست آمده و این خاصه غیر واجب است و ابی بکره گوید چون آنحضرت
صلعم را امری خوش کننده می آمد و سجده می افتاد بنا بر شکر خدا و در حدیث عبد الرحمن بن
عوف آمده است ابن سنی حدیث قال ان جبریل اتانی فبشرنی فسجدت لله شکرا
رواه احمد و صححه الحاکم و چون علی مرتضی خبر اسلام مردم یمن به آنحضرت صلعم
رسانید سجده شکر بجا آورد و تنها سجده بدون رکعات خود یک عبادت مستقل است
اعنی علی نفسك بكثرة السجود و امثال آن نص است بران و آیات مانند این حدیث
و در نماز تعلق ندارد باب صلاة نفل است بلکه ازو او سجده تفسیر و نظر گشت

مسئله مراد از متعت حاصل آنکه ناسخ تحلیل مجمع علیه تحریم مجمع علیه مقید بقید تابید است
و ناسخ و منسوخ هر دو قطعی اند و این بر تقدیری است که ناسخ قطعی نیز قطعی باشد
چنانکه جمهور اهل اصول گویند ورنه مارا درین قول با جمهور موافقت نیست فصل
محلل و محلل له ملعون اند بر زبان رسول خدا صلعم در احادیث صحیحه بطرق جداگانه
و بعضی ها باسانیدی آمده که بعضش صحیح و بعضش حسن است و نمی باشد لعن
مگر بر امر ناجائز در شریعت مطهره بلکه بر گناهی که [illegible] باشد پس
تحلیل غیر جائز است در شرع زیرا اگر جائز می بود فاعل و راضی را بدان لعنت
نمی فرمود و چون حرام و غیر جائز در شریعت آمد پس مگر آن نکاح صحت
مگر در کریمه حتی تنکح زوجا غیره ذکر یافته و آمده که نکاح نمی کند زانی
مجلود مگر بمثل خود و این حدیث ابی هریره که نزد احمد و ابو داود است و
رجالش همه ثقه موافق قول او تعالی است و حرم ذلك على المؤمنين
پس نکاح با زانیه جائز نباشد و ظاهر حدیث ان امرأتی لا ترد ید لامس
آنست که کنایه از زنا باشد ولیکن اختلاف است در وصل و ارسالش
و حرف می گفته انه لیس بثابت و ممیت و جه از بناهی منع نکاح با دختریکه از
پس با و ورش زنا کرده زیرا که تحریم محارم محرمات بشرع است نه بعقل و شرع
تحریم بنت شرعی آمده و این دختر بنت شرعی نیست تا داخل باشد زیرا که لم
تعالی و بناتکم و نتوان گفت که اسم بنت لاحق مخلوقه از آب او است زیرا که این
مگر آن اگر بشرع است پس باطل است و اگر مراد آنست که غیر شرعی است پس
مثمر نیست چه اگرچه مخلوق از آب او است لیکن این آب نه آبی است که بدان
آن نسب ثابت شده بلکه آبی است که غاصب او را جز حجر حاصل دیگر نیست
طلاق عائشه گوید یکی زن خود را سه طلاق داد و آن زن با زنی دیگری نکاح
آن دیگر هم او را طلاق داد و پیش از دخول پس زوج اول اراده تزوجش
کرد و از آنحضرت صلعم استفسار رسید فرمود لا حتی یذوق الآخر من

اینها نزد اسلام آوردن بود ارشاد کرد که طلق ایتهما شئت و سندش را
ترمذی اعلال کرده مگر ابن حبان و دارقطنی و بیهقی تصحیحش و ترمذی تحسینش نموده
اند و غیلان بن سلمه ثقفی نزد قبول اسلام ده زن نزد خود داشت و همگنان همراه
او مسلمان شدند آنحضرت او را امر کرد باختیار چهار زن از آنها و این را اگرچه
ابن حبان و حاکم تصحیح کرده اند مگر بخاری و ابو زرعه و ابو حاتم اعلالش نموده
و ابن عبد البر گفته کلها معلولة واعله غیره من الحفاظ بعلل اخرى.
و چون مقام مقام وجوب تحریم و تحلیل و موضع موضع عامة البلوی است و حال دلیل
بدین منوال است پس چنانکه باید و شاید منتهض از برای استدلال بر منع زیادت
بر اربع نشود و آیه کریمه فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنى و
ثلاث و رباع بر محاوره عرب عربا و ائمه لغت مفید جواز نکاح دو دو و سه
سه و چهار چهار نسا در یک بار است و در آن تعرضی از برای مقدار زاید در حالت
نیست و نه دلیلی بر مفارقت دفعهٔ اولی نزد دفعهٔ ثانیه هست و اگر نزد کسی نقل معنی لغت
ثنی از ائمهٔ لغت و اعراب باشد پس مقام استفاده از وی هست بدان
تفضل فرماید و تعقبه بدعوی اجماع نزد غیر مفرع باین حلیه اهون و الیه خطب سهل است
و چه قسم این اجماع بصحت خواهد رسید حالانکه ظاهریه و ابن صباغ و عمرانی و طایفه
از محققین متاخرین برخلاف این اجماع رفته اند و هم قرآن کریم و فعل رسول
رحیم که نه زن یا زیاده در بعض اوقات فراهم آورده خلاف اجماع مذکور است
و دعوی خصوصیت مفتقر بدلیل است و برائت اصلیه همراه دارد و نقل از آن
جز بناقلی که نزد وی همه معاذیر منقطع گردد ممکن نیست و حدیث متقدم غیلان
با اعلالی که در آن هست کی منتهض از برای نقل از دلیل قرآنی و فعل مصطفوی
می تواند شد و هر که تصحیح این حدیث بر وجهی که بدان قیام حجت می تواند شد کند
یا دلیلی دیگر در معنی این حدیث بیارد خداش جزای خیر دهد چه میان هیچ یکی
و میان حق عداوت و بغضا نیست و بر عالم ایثار حق اجتهادا لا سیما در مقامات

و عجائب علما رست جابر بن عبد الله گوید آنحضرت صلعم مردی را از اسلم و
مردی را از یهود و زنی را که همین عاده به یهود رجم فرمود اخرجه مسلم و قصه دو یهود
در صحیحین از حدیث ابن عمر آمده و سعید بن سعد بن عباده گفته میان خانهای ما
مردکی ناتوان بود با کنیزی از کنیزگان شان خبث کرد و کرش برسول خدا
کردند فرمود او را حد زنید گفتند ضعیف تر ازان ست که حد زده شود فرمود
عثکالی که دران صد شاخ باشد بدان یک ضرب زنید همچنان کردند و این
نزد احمد و نسائی و ابن ماجه بسند حسن ست لیکن در وصل و ارسالش اختلاف
نموده اند و درین حدیث دلیل ست بر حفظ حیات محدود و بر عدم تاخیر حد از
بیمار ناتوان و حق آنست که مباشرت جمله شماخهای عثکال ضرور نیست بلکه کما
بزنند و این عمل منجمله حیل جائزه شرعی ست و مثل آن در قرآن کریم آمده فخذ
بیدک ضغثا الآیه **فصل** ابن عباس گفته آنحضرت فرمود هرکه را یابید که کار
قوم لوط میکنند فاعل و مفعول هر دو را بکشید و هرکه را یابید که بر بهیمه افتاده
او را بکشید و هم بهیمه را قتل کنید این حدیث نزد احمد و اهل سنن ست و
رجالش موثق اند مگر آنکه در سندش اختلاف ست و نزد ما دران عناست
از اختلافی که فقها در حد لوطی کرده اند و هر یکی تجویزی تراشیده که مستند
بدلیلی نیست و اجتهاد صحابه یا احدی از امت حجت نباشد و قیاس استنزال
منی بر لواطت بجامع قطع نسل غفلت محضه است چه علت در تحریم لواطت
نه افضا آن بسوی قطع نسل ست ورنه هر شیء از ماکولات و مشروبات و حرکات
و سکنات که مفضی بضعف باه یا بطلان شهوت شود اشد التحریم از لواطت باشد
و لازم باطل ست پس ملزوم مثل او ست و بالجمله استنزال منی بکف یا بچیزی
از جمادات نزد عروض حاجت مباح ست و لاسیما چون فاعل خاشی باشد از
وقوع در فتنه یا معصیت که اقل احوالش نظر بازی ست باشد که درین حین
مندوب ست بلکه گاهی واجب گردد و منکه ترک معصیت جز باین حرکت ممکن نشود

حدیث وارد شده در منع از نکاح متعه ثابت و صحیح نشده بلکه بعض اهل علم
این استمنا را از صحابه نزد غیبت از اهل خود ذکر کرده اند و در مثل این کار حرجی
نیست بلکه مثل اخراج دیگر فضلات موذیه بدن است و حرام و قطع آن در حرام
است و تعلیل بقطع نسل چیزی نیست چه این کار کسی میکند که زن حلال نمی‌یابد
اگر یابد هرگز عدول باین کار که غیر مشتهی طبع و غیر مهوی نفس است نکند و
باعثش بران جز ضرورت شدیده یا فقر مدقع یا کراهت وقوع در حرام
نیست و اما مستخبث بودن آن پس اخبث تر از آن او نیست که بدان
... و نحو آن میگردد پس حکم بحد یا تعزیر مستمنی بید یا عصمت سلم و تحریم
باعثش بی وجه است فصل ابن عباس گفته آنحضرت لعن کرده مردان مخنثین
و زنان مترجلات را و فرموده بیرون کنید ایشان را از خانهای خود رواه
بخاری و ابوهریره گفته فرموده دفع کنید حدود را تا مدفعی از برای آن
یابید اخرجه ابن ماجه و سندش ضعیف است و ترمذی و حاکم اخراجش از
حدیث عائشه بلفظ ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم کرده یعنی تا توانید
حدود را از مسلمانان دور کنید و این نیز ضعیف است و بیهقی روایتش از
علی بلفظ ادرؤا الحدود بالشبهات نموده و این موقوف است و ابن عمر
از آنحضرت آورده که بپرهیزید ازین قاذورات یعنی نجاستها که او تعالی
ازان نهی کرده هرکه المام کرده بپوشد از آن بستر خدا و توبه کند بسوی
او تعالی چه هرکه ظاهر شد گناه او برما بروی اقامت کتاب خدا کنیم رواه الحاکم
و این در موطا از مراسیل زید بن اسلم است حاصل آنکه تا توانند گناه را بپوشند
و توبه کنند و تا امام نرسانند که پیش از رسیدن امید عفو خدا است و بعد از
رسیدن اقامت حد بر امام واجب فصل هرکه مکره شد بر زنا او وارزنا جایز است
حد غیر واجب چه احکام شرعیه مقید باختیار است و عمومات مخصص اند با دله
رفع حرج و امکان اکراه زن ظاهر است و عدم امکان اکراه مرد از آنجهت است

پس کراهت اکلش مفتقر دلیل است زیرا که حکم شرعی است و عدم اکل آنحضرت
دلیل تحریم و دلالت نیست چه عدم اکل گاهی بنا بر امری جبلی می باشد و امور جبلیه
از آنجا هست شرع نبود چنانکه در اصول متقرر شده و طبائع بشر مختلف هست
بسیار هست که یکی نوعی را از انواع لحوم میخورد و نوع دیگر را نمی پسندد و بعض
مطلق لحوم را نمی خورد همچنین حال سائر طعامات و ادامات هست که یکی را پسندیده
مطبوع هست و دیگری را نا پسند و مکروه و از برای حلت که ام شی اکل آنحضرت
لازم نیست بلا خلاف پس قول بکراهت اکل ارنب بلا دلیل هست و ابن عباس
گفته نهی فرمود از کشتن چهار دابه نمله و نحله و هدهد و صرد روایت کرده احمد
و ابوداود و صححه ابن حبان و نهی از قتل دلیل هست بر حرمت اکل اینها لیکن
در اسناد او مقال بحث هست و ظاهر تحریم اکل نمل هست اجماعا و ابن ابی عمار
گفت جابر را گفتم کفتار یعنی بجو صید هست گفت آری پرسیدم که آنحضرت گفته
هست گفت نعم روایت کرده احمد و اهل السنن و صححه البخاری و ابن حبان و حدیث
اکل الضبع از جابر ضعیف هست معارض این حدیث صحیح نمی تواند شد و گفتار
از دندان نیاب شد و اگر ثابت شود مخصص حدیث ذی ناب باشد و چون ابن عمر را
از قنفذ یعنی خارپشت که بیندستی سوال کردند پرسیدند گفت قل لا اجد فیما
اوحی الی محرما الآیه پیری نزد ابن عمر نشسته بود وی گفت ذکر کرده شد
نزد رسول خدا فرمود پلیدی از پلیدها است اخرجه احمد و ابوداود و اسناد او
ضعیف هست بنا بر جهالت این شیخ و شاید از جهت خبث او هست و هر خبیث حرام
هست لقوله عز و جل و یحرم علیهم الخبائث مگر آنکه ضعف این حدیث بسبب
تفرد خطابی بر وجهی ثابت شود که ساقط از درجه اعتبار گردد و از ابن عمر آمده
نهی کرد رسول خدا از جلاله یعنی دابه نجاست خوار و از شیر او اخرجه اهل
السنن الا النسائی و حسنه الترمذی و جلاله عام هست از شتر و گاو و گوسفند
و ماکیان و در روایتی نهی از رکوب جلاله آمده و اختلاف هست در طهارت

ن دیگر حرام و حق آنست که هر حیوان بحری حلال ست در هر صورت که باشد

لکم صید البحر و هو الطهور ماءه والحل میتته نص ست در این باب

حاجت تا دلیل یصلح لتخصیص هذا العموم قبلنا ه نیافته گفته حضرت

عایشه که قومی ما را گوشت تها می آرند ندانیم که بران نام خدا ذکر کرده اند یا نه فرمود

نام خدا بروی برید و بخورید و این نزد بخاری ست و این نص ست در حلت

ذبیحه کافر و عدم اشتراط اسلام در ذابح خواه ذمی باشد یا غیر او مگر آنکه دریست

ترک ذکر نام خدا بران و عدم اهلالش از برای غیر او تعالی هیچو ذبح از برای اوثان

نتوان چنانکه مشرک نشان کلمه گو از برای اولیا و صلحا را اهلال و ذبح میکنند

نتوان گفت که کافر بر ذبیحه نام خدا نمی برد و در قرآن آمده ولا تاکلوا مما لم

یذکر اسم الله علیه و فرموده فکلوا مما امسکن علیکم و

اذکروا اسم الله علیه و آنحضرت گفته ما انهر الدم و ذکر اسم الله

علیه زیرا که این حجت وقتی تمام میگردد که علم بعدم ذکر کافر نام خدا بر ذبیحه را حاصل شود

و در حدیث متقدم عایشه دلیل بر عدم اشتراط تسمیه مطلقا نیست بلکه بر عدم اشتراط

نزد ذبح ست و حدیث ذبیحة المسلم حلال ذکر اسم الله او لم یذکر

مرسل یا موقوف ست پس بر هر دو صورت منتهض از برای معارضه کتاب عزیز نشود

و نیز خاص بمسلم ست و نزاع در کافر ست و حدیث ان قوما حدیثو العهد

بجاهلیة یاتوننا باللحمان خاص بمسلم ست استدلال بدان بر عدم اشتراط

تسمیه مطلقا تمام نیست و حدیث ابن عباس و ابو هریره مرفوعا نزد ابو داود بلفظ

نهی رسول الله صلعم عن شریطة الشیطان دلیل ست بر وجوب فری اوداج

نزد تذکیه و تفسیر شریطه بلفظ و هی التی تذبح فتقطع ولا تفری الاوداج

مدرج ست از قول حسن بن عیسی که یکی از روات حدیث مذکور ست چنانکه ابو داود

در سنن بدان صراحت نموده ولکن در سند این حدیث عمرو بن عبد الله صنعانی

متکلم فیه ست غیر واحد دران تکلم کرده اند پس چنانکه باید بحجت نمی ارزد و در



بیع میتة در حدیث و تحریم شحوم میتة در حدیث دیگر و هر دو حدیث صحیح ست و حلال نیست
بیع چیزی از اجزاء میتة کما فی الحدیثین المشار الیهما و این را التعلیل فرمود بقول خود ان الله
اذا حرم شیئا حرم ثمنه کما ثبت فی الصحیح و درین حدیث تصریح ست بآنکه تحریم بیع یکی از
لوازم تحریم اکل و متفرع بر وست پس بیع جمیع اجزاء میتة حرام باشد و از انجمله عصب
و اهاب ست قبل دباغ نه بعد آن و این مخصوص ست باحادیث صحیحه و عصب و اهاب مختص ست
تحریم انتفاع باین هر دو و نهی از بیع میتة مستلزم آن نیست که میتة نجس باشد بر وجهی که
وجود چیزی ازان مانع صحت صلوة مصلی شود زیرا که تحریم بیع مستلزم نجس بودن آن شی
نیست نه شرعاً و نه عقلاً و رنه باید که اصنام و ازلام و سهام میسر و نحو آن از انچه دلیل صحیح
بتحریم بیعش وارد ست نجس باشد حالانکه آنحضرت صلعم در حدیث جابر که ثابت در صحیح ست
میان میتة و اصنام و ازلام قرآن فرموده و لازم باطل باطل ست پس ملزوم هم مثل او باطل باشد
و ملازمت ظاهر ست و بطلان لازم باجماع ثابت همچنین نهی آنحضرت صلعم از انتفاع باهاب
و عصب مستلزم آن نیست که این هر دو نجس باشند نه شرعاً و نه عقلاً چه نجس بودن چیزی
بر وجهی که مانع صحت صلوة مصلی باشد جز بدلیل دال بر نجاست بدلالت مقبوله ثابت نشود
و نهی از انتفاع باب دیگر ست و نجس یا طاهر بودن شی باب دیگر همچنین از حدیث القاء فاره
و ما حولش چون در سمن جامد بیفتد و اراقت آن سمن مائع که دران موش افتاد نجاست
آن میتة مستفاد نمیشود چه تحریم جامد و ما حولش و تحریم مائع که دران فاره افتاده بنابر آنست
که در طرفین او چیزی از میتة که خوردنش حرام بود مخلوط گشته پس مثل میتة حرام باشد
بنابر آنکه نجس ست و نیست ملازمت میان القاء و میان ترک انتفاع بهیچ وجه چه گاهی چیزی را
می اندازند که بدان انتفاع نمیتوانند شد و همچنین از قوله تعالی او لحم خنزیر فانه رجس
مستفاد نمیشود که میتة غیر خنزیر نجس باشد زیرا که ضمیر در قوله فانه راجع بسوی مضاف ست
و آن لحم باشد یا بسوی مضاف الیه و آن خنزیر ست علی خلاف فی ذلک و بر هر تقدیر
این معنی مستلزم نجاست مردار نیست نه بمطابقت و نه بتضمن و نه بالتزام بلکه اگر مذکورات
در قوله تعالی قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة

او دما مسفوحا او لحم خنزیر نجس می بود البته درین آیهٔ کریمه چنین ارشاد میفرمود
فانها رجس لیکن چون حکم نجسیت خاص بخنزیر کرد با وجود ذکر میته و دم مسفوح همراه
آن پس مستفاد شد که میته و دم مسفوح درین صفت یعنی در نجسیت مغایر خوک اند وازینجا
دریافت شد که دلیلی دال بر نجاست میته غیر خنزیر موجود نیست کا ئنة ما کانت واین نخستین
کلیه نیست وکلیهٔ دوم آنست که اکل میته حرام ست بدون فرق میان جمیع اجزاء او وکلیهٔ
سوم آنست که بیعش حرام ست بدون فرق وبرین هر سه کلیه ادلهٔ صحیحه متفق اند واصلا
اختلاف نیست وخلافی که هست در مجرد انتفاع بمیته در غیر اکل وبیع ست وحدیث انما حرم
من المیتة اکلها دال ست بر جواز انتفاع در غیر اکل وبیع ودر حدیث عبد الله بن حکیم نهی از
انتفاع باهاب وعصب ست پس این حدیث مخصص عموم مفاد از مفهوم حدیث انما حرم من المیتة
اکلها باشد کما قدمنا والحاق غیر میته بمیته جائز نیست لما عرفناك سابقا وایاك ان تغتر
بما وقع في بعض كتب الفروع من أن نجاسة الشيء فرع تحريمه فان ذلك كلام
باطل ودعوى محضة وفي هذا المقدار كفاية ان شاء الله تعالى

سوال حکم حبوب وغلات که حمار وامثال آن آنرا دائس میکنند ودران روث وبول اینها می افتد
چیست متنجس اند یا نه **جواب** میان جمیع علماء اسلام اتفاق ست بر آنکه اصل در هر شئ
طهارت ست واستصحاب این اصل واجب باشد تا آنکه وجود ناقل ازان معلوم کنیم بعلم شرعی
نه بمجرد ظنون فاسده که شان بسیاری از اهل وسواس در طهارت ست وهیچ احدی از اهل علم
با انتقال ازین اصل مجمع علیه بچیزی از ظنون موسوسین قائل نگشته بلکه این انتقال نا جائز ست
لاسیما در ابواب تطهیر نجس ورفع حدث ولهذا از انحضرت صلعم ثابت گشته که فرمود فمن زاد
فقد اساء وتعدی وظلم بلکه بعض اهل علم جزم کرده اند بفسق موسوسین در طهارت که متجاوز
حدود محدوده شارع اند وچون دریافت شد که بر طهارت جمیع اشیاء اصالةً اجماع ست
تا آنکه وجود ناقل را از طهارت بعلم شرعی معلوم کنیم پس باید دانست که این یکی از اصل موصل
که شارع بدان اشارت کرده وبسوی آن ارشاد نموده خود بران عامل بوده و در غیر موطن آنرا مستقر داشته
از انجمله حدیث عباد بن تمیم عن عمه ست قال شکی الی النبی صلعم الرجل یخیل الیه انه یجد الشئ فی الصلوة

یا متفرد شد که نجس و گشت مذکور طاهر و پاک ست و طهارتش مجمع علیه جمیع مسلمین ست
استصحاب این اصل واجب باشد و هر گاه شکی عارض گردد و بار را از طهارتش برسد
بانی گوئیم که رسول خدا صلی الله علیه وسلم عمر رضی الله عنه را گفته و اگر لشوا این سوال از مجرد شکوک ست
سوال باب بلکه از چیزی مشاهد ست که سائل و غیر سائل آنرا می بیند چنانکه دیاس زراع
بین بدواب غیر ماکول اللحم پس شک نیست که دیاس باین حیوانات مظنه وقوع بول و
روث آنها در ان شئی مداس ست و انسان را اگر جز این مظنه حاصل نشود او را انتقال ازین
حیوانیم و چه مظنه محل ظن ست اعم از انکه صحیح باشد یا غیر صحیح و انتقال ازین اصل جز بعلم
نمیتواند جمیع اهل علم نمی توانند شد و هر که انتقال بظن مقارب علم جائز میدارد و بنا بر آن ارد
را لاحق بعلم میگرداند و چون بیند که این بول و روث خارج از دابه غیر ماکول بر مجموع
و خشب مداس می افتد پس جائز ست که این خارج بر تنها کدس واقع شده باشد و هذا هو
الظاهر لکونه مثل ایجب اضعافا مضاعفة و لکونه ایضا یکون عند الدیاس مرتفعا و اجب پس
که آن سنبل می بر آید زیر کدس می افتد تا آنکه هیچ شئ از وی بر سطح که مشاهد بصر ست
نمیگردد و این را هر ذی خبرت بعمل زراعت و عارف بفن فلاحت میشناسد و جا کرست
بر او می زمین افتد و این باعتبار بول ست و اما روث پس انچه اکثر مشاهده می افتد آنست
را پیش از وصول بسوی ارض میگیرند و بخارج می افگنند و اگر چیزی از ان بر کدس می افتد
را بالمصوق به گرفته بیرون می اندازند و ازینجا معلوم کرده باشی که مجرد احتمال مرجوح را
وقوع بول بر جنب احدی از علما اسلام مسوغ انتقال ازین اصل معلوم مجمع علیه نمیگوید
زیرا که ظن هم نیست تا بعلم چه رسد و اما آنکه در دیاس بما لا یوکل لحمه تعریض ست بچیزیکه دیاش
واقع شده بنا برا بانت بول و روث محکوم بالنجاسة پس این معنی درست ست و جائز نباشد
مگر نزد ضرورت و غالب آنست که بیشتر دوس بگاو میکنند و کمتر اسپ می افشانند کما

شاهدنا ذلک فی غیر مکان والله اعلم

سوال حکم لحم و خون اسپ و آدمیان چیست **جواب** اول باید دانست که اصل
در حیوانات حل ست یا تحریم بعده پنج سوال باید دریافت تا حق در ینجا آنست که

سنت مطهره و متواتره و اجماع صحابه است و بعض این بعض در این مقام کافی است لاسیما با عدم
وجود دلیل که قائل تحریم بدان تمسک می تواند کرد بلکه مجرد قیام بتمام منع کافی است کما تقدم
و عجب است از قائل تحریم که مثل این معنی چه قسم بر وی مخفی مانده و همین است مذهب علی کرم الله
وجهه و مذهب زید بن علی قال زید قال علی یحل اکل لحم الخیل والعراب انتهی و چون خیل حلال
باشد خونش طاهر بود کما ذهب الیه الجمهور

وهذا الحق لیس به خفاء   فدعنی عن بنیات الطریق

و قول نجاست دم خیل نه در زمن صحابه مسموع شده نه در زمن تابعین و هر که مذاهب اهل علم
می شناسد این معنی را هم میداند و این حکم طهارت خون در غیر دم حیض و نفاس و در غیر ما خرج
من السبیلین است و باین رفته اند ائمه اهل بیت منهم زید بن علی و الامام محمد باقر والحسین بن علی
رضی الله عنهم و معلوم است که ثیاب صحابه بنز جهاد آلوده بخونها میشد و از آنحضرت صلعم ماثور
نشده که احدی را از صحابه امر بغسل آن ثوب متلطخ بدم یا نزع آن جامه خون آلوده در حالت صلوة
فرموده باشد و از ایشان است آن صحابی که رسول خدا صلی الله علیه وسلم او را برای وقوف
محل حراست مجاهدین فرستاد و در ظلمت لیل مردی از کفار آمده دید که آن صحابی ایستاده نماز
میگزارد پس تیرها بر وی انداخت و آن سهام مرمیه باو رسید اما از نماز بیرون نشد تا آنکه
صلوة خود را باتمام رسانید پس بحضور حضرت صلعم آمد آنحضرت صلعم برین صبر او را عتاب فرمود
اما بنزع ثیابی که در حال صلوة بر وی بود حکم نکرد و نه بر وی انکار اتمام نماز درین حال فرمود
و این حدیث در بخاری از جابر مختصراً آمده و غیر او حدیث مذکور را مطولاً آورده اند و قصه در
کتب سیر و حدیث معروف است و استدلال قائلین نجاست دم بدو دلیل است اول قوله تعالى
الا ان یکون میتة او دما مسفوحا الآیة و درین آیه خود هیچ دلالت بر مدعا نیست
زیرا که سوق این کریمه برای ذکر شی محرم الاکل است و لهذا فرمود علی طاعم یطعمه و میان تحریم
اکل و نجاست هیچ وجه ملازمت نباشد. و هر که ادعاء ملازمت کرده یا بکند وی غلط فاحش کرده
و اما استدلال بحدیث عمار پس از آن جنس است که حجت بدان قائم نمی شود زیرا که علماء حدیث
که عارفین سنت باشند متفق اند بر ضعف حدیث مذکور بوجوه کثیره و این موضع مقام بسط آن

ست و اتفاق کرده اند که این حدیث در خور احتجاج نبوده است پس بقا بر اصل که طهارت باشد
متعین شد روی انس ان النبی صلی الله علیه وسلم احتجم وصلی ولم یتوضأ ولم یزد علی غسل محاجمه
اخرجه الدارقطنی و منذری در تخریج مهذب گفته ان اسناده حسن و ابن الجوزی در خلافیات
گفته ان الدارقطنی رواه باسناد صحیح و آنکه بر طهارت خارج از سبیلین حیوانات ماکولات بحدیث
جابر و براء استدلال کرده اند و لفظ حدیث این ست لا باس ببول ما اکل لحمه پس این حدیث اگرچه
ازان روی نیست که بدان قیام حجت تواند شد لیکن برین استدلال لازم می آید که دم طاهر باشد
زیرا که چون حکم بطهارت بول ماکول اللحم کردند و دم از بول اخف ست لازم شد که حکم بطهارت
دم ماکول اللحم هم کنند اگرچه از سبیلین بر آید و عجب ست که چه قسم حکم بنجاست دم خارج از
سبیلین کردند و جز دم سمک و بق و برغوث و آنچه بر زخم منجمد شده و بعد ذبح در عروق ماند
مستثنا نمودند حالانکه از آنحضرت صلعم ثابت شده که اهل عرینه را امر بشرب ابوال ابل فرموده
ذکر این قصه درینجا بغرض تقریب اذهان نموده آمد لا غیر تا بفهمند که هیچ وجه برای حکم بنجاست
دم آدمی و خیل و ابل و نحو آن از ماکولات نیست ۵

سوال انتقاض وضو بتهمه کذب و غیبه و مانند آن از دیگر معاصی ثابت ست یا نه جواب
ثابت نیست و استدلال قائلین آن که بحدیث مروی از ابی هریره رضی الله عنه ست ان النبی
صلعم رأی رجلا مسبلا ازاره فی الصلوة فامره باعادة الوضوء والصلوة در سندش راوی مجهول ست
پس استدلال بدان بر انتقاض وضو بسبل ازار صحیح نباشد تا بغیر او از قائلین کذب و مرتکبین سائر
معاصی چه رسد و نیز استدلال کرده اند بحدیثی که طبرانی در کبیر از ابی موسی آورده گفت
بینا النبی صلعم یصلی بالناس اذ دخل رجل فتردی فی حفرة کانت فی المسجد وکان فی بصره ضرر
فضحک کثیر من القوم وهم فی الصلوة فامر النبی صلعم من ضحک ان یعید الوضوء والصلوة و در اسناد
این قصه محمد بن عبد الملک بن مروان واقع ست ابو زرعه گفته انه لم یکن بحکم العقل و ذهبی آنرا
از ابو العالیه مرسلا روایت کرده و گفته اما هذا فحدیث مرسل و مراسیل ابی العالیة لیست
بشیء کان لا یبالی عمن اخذ و شافعی فرموده حدیث ابی العالیة الریاحی ریاح و ابن عدی گفته
اکثر ما نقم علی ابی العالیة هذا الحدیث و قد جزم جماعة من الحفاظ انه لم یصح فی کون الضحک

والحاکم و در سندش عبد الله بن محمد بن عقیل مختلف فیه است ابن منده گفته لا یصح بوجه من
الوجوه و ابن ابی حاتم گفته سألت ابی عنه فوهنه ولم یقو اسناده و ترمذی در کتاب علل گفته
انه سأل البخاری عنه فقال هو حدیث حسن و هکذا صححه احمد و الترمذی لکن ابن عقیل روایتش از
ابراهیم بن محمد بن طلحه کرده و در سماع او ازوی نظر است و خطابی گفته قد ترک العلماء القول
بهذا الحدیث و قد رده ابن حزم بانواع من الرد و من جملة ذلک انه علله بالانقطاع بین ابن
جریج و ابن عقیل و زعم ان بینهما النعمان بن راشد و هو ضعیف و قد شارک ابن جریج فی روایته
عن ابن عقیل ضعفا و علی الجمله حفاظ در کلام بر این حدیث تعلیلا و ردا و تضعیفا و تصحیحا و تحسینا
اطالت بسیار کرده اند و شوکانی رح در مؤلفات خود ایضاح کلام برین مرام مبسط تمام کرده
و اگر گرفته شود که این حدیث صالح تمسک است تا هم مقید خواهد بود بعدم وجود معارض
انهض ازوی حالانکه درینجا معارض انهض موجود است و هو ما ثبت فی الصحیحین و غیرهما من طرق
عن عائشة بلفظ فاذا اقبلت الحیضة فاترکی الصلوة فاذا ذهب قدرها فاغسلی عنک الدم
و صلی همچنین درباره تمییز بصفات دم و تمییز بعادت و رجوع بسوی آن حدیثها آمده و حدیث
عدی بن ثابت عن ابیه عن جده عن النبی صلعم قال فی المستحاضة تدع الصلوة ایام اقرائها ثم تغتسل
و تتوضأ عند کل صلوة رواه ابن ماجه و الترمذی نیز منتهض برای ایجاب نیست زیرا که در سندش
ابو الیقظان عثمان بن عمیر بن قیس کوفی است و یقال له عثمان بن ابی حمیده و عثمان بن ابی زرعه
یحیی بن معین گفته لیس حدیثه بشیء و ابو حاتم گفته ترک ابن مهدی حدیثه و نیز ابو حاتم گفته
انه ضعیف منکر الحدیث و کان شعبة لا یرضاه و ابو احمد حاکم گفته لیس بالقوی عندهم و لم یرضه
یحیی بن سعید و نسائی گفته لیس بالقوی و دارقطنی گفته ضعیف و ابن حبان گفته اختلط بآخره
حتی لا یدری ما یقول لا یجوز الاحتجاج به قال الترمذی سألت محمدا یعنی البخاری عن هذا الحدیث
فقلت عدی بن ثابت عن ابیه عن جده عدی بن ثابت ما اسمه فلم یعرف محمد اسمه و ذکرت لمحمد
قول یحیی بن معین ان اسمه دینار فلم یعبأ به و دمیاطی گفته هو عدی بن ثابت بن ابان بن قیس
بن الخطیم الانصاری و وهم من قال اسم جده دینار و اما قول مجد الدین ابن تیمیة در منتقی ان الترمذی
قال بعد اخراج هذا الحدیث انه حسن پس آن وهم است زیرا که ترمذی تحسینش نکرده بلکه سکوت ورزیده

بی علت ست واین شی که از وی خارج شده عفوست نه مبطل وضوست ونه منجس ثوبی که
دران فریضه نماز ادا کرده ونه منجس بدن ونه جز آن چنانکه در جواب نخستین ایضاح آن نموده
واما این مسئله که از وی سوال رفت پس اگر بر نفس خود وثوق دارد ومیداند که در صورت
ترک تکبیر وحضور با امام چیزی از وی خارج نخواهد شد پس ترک تکبیر در حق او اولی باشد واگر
در واقع معذورست لیکن بر تادیه صلوة بطهارت کاملا بانقطاع خارج قدرت داشته ست
اینقدر ادیه آن بطریق مذکور متحتم ولازم بود چه طهارت یکی فریضه از فرائض متعلقه نماز
مصلی ست بشرطیکه برادای آن تمکن غیر معذور بوده ست وفی هذا القدر کفایة لمن له هدایة

سوال جنب را مس مصحف جائزست یا نه **جواب** آنانکه جنب را از مس مصحف شریف
منع میکنند احتجاج ایشان بقوله تعالی ست انه لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یمسه
الا المطهرون وبه این تمام ست بگمان آنکه ضمیر بسوی قرآن راجع میدانند وظاهر آنست که
مرجع ضمیر کتاب ست که لوح محفوظ باشد نه قرآن کریم چه اقرب همین ست ومطهرون ملائکه اند
واگر عدم ظهور فرض کنند تاهم لااقل احتمال باقی ست ودر صورت حمل باحد الامرین ممتنع باشد
ورجوع بسوی برائت اصلیه متوجه گردد واگر تسلیم کنیم که رجوعش بسوی قرآن متعین ست
تاهم دلالت آیه شریفه بر مطلوب که منع جنب از مس مصحف ست غیر مسلم ست زیرا که معنی
مطهر آنست که نجس نباشد ومومن نجس نیست دائما لحدیث المومن لا ینجس وبرین بنا حمل مطهر
بر کسیکه جنب یا حائض یا محدث یا متنجس بنجاست عینی نیست جائز نباشد بلکه حمل آن بر کسیکه
مشرک نیست متعین خواهد بود کما فی قوله تعالی انما المشرکون نجس ودلیل برین مدعا
همین حدیث باب وحدیث نهی از سفر با قرآن بسوی ارض عدوست واگر صدق اسم طاهر
بر غیر محدث شرعا یا عرفا یا لغة یا بر غیر جنب فرض کنیم تعیینش برای محل نزاع ترجیح بلا مرجح
باشد وتمسک ببرائة اصلیه از ان اولی ست یا تعیین آن برای جمیع معانی لازم آید بنابر
استعمال مشترک در همه معانی خود ودر اصول فقه درین استعمال خلاف متقررست ودر صورت تسلیم
رجحان قول بجواز استعمال مشترک در جمله معانی نیز در ما نحن فیه صحیح نیست بنابر قیام مانع
وهو حدیث المومن لا ینجس ونیز استدلال کرده اند بحدیث عمرو بن حزم مرفوعا لا یمس القرآن

طاهر و این حدیث صالح احتجاج نیست زیرا که منقول از صحیفه غیر مسموع ست و در حال
راویش خلاف شدید و بر تقدیر صلاحیت او از برای احتجاج کلامیکه در آیه گذشته و درجمیع
تنبیه طاهر متقدم گذشته عود میکند وقد عرفته فلا نعیده و حمل الجملة اطلاق اسم نجس بر مومنی که
جنابت یا حیض ظاهر نیست صحیح نباشد نه حقیقة و نه مجازا و نه لغة صرح بذلک السید العلامة
امام محمد بن ابراهیم الوزیر فی بعض جواباته چنین دریافتنی ست که اطلاق لمس لغة بر کسیکه
مس تلف کرده میان او و میان مصحف حائل نبوده ست صحیح نیست بجهت آنکه وی لامس
حائل ست نه لامس مصحف آری احتمال بنا بر قول کسی ست که حمل طاهر بر غیر مشرک
کرده و این احتمال بحدیث متفق علیه ابن عباس ست انه صلعم کتب الی هرقل عظیم الروم اسلم
یؤتک الله اجرک مرتین فان تولیت فان علیک اثم الاریسیین و یا اهل الکتاب تعالوا
الی کلمة سواء بیننا و بینکم الی قوله مسلمون چه این هر دو میان جامع بودند میان
نجاست شرک و نجاست اجتناب مگر آنکه این حدیث خاص باشد بمثل این صورت اعنی کتابت
آیه و دو آیه بسوی مشرکین یا آنکه قرینه واله باشد بر آنکه مراد بقرآن محرم المس مجموع او ست
نه بعض او و تدبر قال شیخنا العلامة الشوکانی رحمه الله فی السیل الجرار اعلم انه لم یرد ما یدل علی المنع
من الکتابة ولا ما یدل علی المنع من مس المصحف الا ما اخرجه الطبرانی فی الکبیر والصغیر من حدیث عبد
الله بن عمر انه قال لا یمس القرآن الا طاهر قال فی مجمع الزوائد رجاله موثقون و ذکر له شاهدین من
حدیث حکیم بن حزام و حدیث عثمان بن ابی العاص قلت حدیث حکیم بن حزام اخرجه الدارقطنی
والطبرانی والحاکم والبیهقی مرفوعا بلفظ لا تمس القرآن الا انت طاهر و فی اسناده سوید بن ابراهیم
ابو حاتم وهو ضعیف کما قال بعض ائمتنا و قال ابن معین لا باس به و قد صحح الحاکم اسناد
هذا الحدیث و حسنه الحازمی و وقع فی روایة الدارقطنی و اخرج مالک فی الموطا والدارقطنی والحاکم
والبیهقی من حدیث عمرو بن حزم بلفظ لا یمس القرآن الا طاهر و اخرج الطبرانی من حدیث عثمان
بن ابی العاص بلفظ کان فیما عهد الی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لا تمس المصحف وانت
غیر طاهر انتهی زاد فی وبل الغمام فهذا ان ثبت دل علی ان المراد الطهارة من الحدث الذی
لیس بالمومن و قد ضعفه النووی واجیب عنه بان کثرة الشواهد صیرته حسنا و قال البیهقی

وقال الحاکم حسن غریب وقد ذکرنا فی شرح المنتقی ما تنحل به تشکال الاشکال فلیرجع الیه ...
واما قرائت قرآن برای جنب وحائض پس حدیث لا یقرأ الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن نزد تر ...

وابن ماجه ست ونیست اعلال دران مگر بروایت اسمعیل بن عیاش از حجازیین وهو ضعیف
فیهم ولکن این روایت متابع ست بدیگر روایات کثیره کما فی التلخیص واما اعلالش بوقف
وقف بر ابن عمر وهو الاصح پس قادح نیست در رفع رافع چه رفع زیادت ست قبولش ...
باشد وهو الحق وان خالف فیه جماعة واین نفی مفید تحریم ست واما حدیث علی کرم الله وجهه
ان النبی صلی الله علیه وسلم لم یکن یحجزه عن القرآن شئ سوی الجنابة پس ابن حفاظ تصحیحش کرده
وهر که تضعیفش کرده چیزی که صالح تمسک باشد نیاورده ولکن این حدیث فعل ست از وی
استفاده تحریم نمی شود الا انه یشید من عضد النهی السابق والله اعلم

سوال فقرا آفاق که بحرم شریف میرسند وبا امتعه خود در مسجد مکث می نمایند ومسجد را مسکن
میگیرند واز ایشان کشف عورات وکثرت صیاح وشغل مصلین وتلویث مسجد بنجاسات واوساخ
وجز آن بظهور می آید ابقاء ایشان در مسجد الحرام وجز آن بر قیاس اهل صفه مباح ست یا

جواب درین شریعت مطهره تنزیه مساجد علی العموم بکثرت از امور مذکوره در سوال ثابت
تا مسجد الحرام که فضائل جزیله ومناقب جمیله دارد وحصر آن فضائل صعب واحاطه بآن مناقب
عسیر ست چه رسد ومسجد الحرام یکی خانه خدا بر زمین وقبله عالم ومکان حج بنی آدم ست و...
انچه در تنزیه مساجد علی العموم وارد شده حدیث ابن عمر رضی الله عنهما ست نزد شیخین وغیره
قال بینما رسول الله صلی الله علیه وسلم یخطب اذ رأی نخامة فی قبلة المسجد فتغیظ علی الناس ثم
حکها قال وحسبه قال فدعی بزعفران فلطخه به وقال ان الله قبل وجه احدکم اذا صلی فلا یبصق
بین یدیه واخرجه ابن ماجه من حدیث ابی هریرة وفی اسناده القاسم بن مهران وهو مجهول
واخرج نحوه ابن خزیمة فی صحیحه من حدیث ابی سعید واخرج نحوه ابوداود وغیره من حدیث ابن عمر الضیا واخرج ابوداود
وابن خزیمة وابن حبان فی صحیحیهما عنه صلعم من تفل تجاه القبلة جاء یوم القیامة وتفله بین عینیه واخرج الطبرانی
فی الکبیر عن ابی امامة نحوه واخرجه ابن حبان وابن خزیمة فی صحیحیهما والبزار عن ابن عمر نحوه واخرج الشیخان
وغیرهما من حدیث انس عنه صلعم البصاق فی المسجد خطیئة وکفارتها دفنها واخرجه احمد من حدیث ...

ترمذی و من جمع بین الصلاتین من غیر عذر فقد اتی بابا من ابواب الکبائر و در اسنادش حنش بن قیس
رحبی ست و وی ضعیف ست و از انچه دال ست بر ضعیفی قول ترمذی ست در آخر سنن خود که در کتاب
علل آورده انتهی و قد تقدم کلامه قال ولا یخفاک ان الحدیث صحیح و ترک الجمهور العمل به لا یقدح فی صحته
و لا یوجب الاسقاط الاستدلال به و قد اخذ به بعض اهل العلم کما سلف و ان کان ظاهر کلام الترمذی
انه لم یاخذ به احد و لکن قد اثبت ذلک غیره و المثبت مقدم فالاولی التعویل علی ما قدمنا ان
ذلک الجمع الصوری بل القول بذلک متحتم لما سلف و قد جمعنا فی هذه المسئلة رسالة مستقلة سمیناها
تشنیف السمع بابطال ادلة الجمع فمن احب الوقوف علیها فلیطلبها انتهی و امام علامه ابو البرکات
مجد الدین ابن تیمیه حرانی هم در منتقی بعد ایراد حدیث ابن عباس وغیره گفته قلت و هذا یدل
بفحواه علی الجمع للمطر و الخوف و للمرض و انما خولف ظاهر منطوقه فی الجمع لغیر عذر للاجماع و لاخبار
المواقیت فتبقی فحواه علی مقتضاه و قد صح الحدیث فی الجمع للمستحاضة و الاستحاضة نوع مرض
و لمالک فی الموطا عن نافع عن ابن عمر کان اذا جمع الامراء بین المغرب و العشاء فی المطر جمع معهم و للاثرم
فی سننه عن ابی سلمة بن عبد الرحمن انه قال من السنة اذا کان یوم مطیر ان یجمع بین المغرب و العشاء
انتهی الغرض آنچه بعد از جمع احادیث باب و تتبع مذاهب علما محققین منقح شده و ثبوت پیوسته
عدم جواز جمع ست در حضر بغیر عذر بالاجماع و جمع آنحضرت صلعم محمول ست بر جمع صوری و هر که
بجوازش در حضر بغیر عذر رفته عدم خلق و عادت را در ان شرط کرده پس عمل بر مذهب جمهور
متعین باشد والله اعلم بالصواب

سوال شیخ الاسلام ابن تیمیه رحمه الله تعالی در فتاوای خود نوشته الصلوة بعد تفویتها عمدا
لا تقبل من صاحبها ~~[illegible]~~ سقط عنه اثم التفویت المحرم و لو قضاها باتفاق المسلمین [illegible]
ازین عبارت چیست **جواب** اهل علم در قضای فوائت که بلا عذر فوت گشته مختلف اند
جمهور گویند قضا واجب ست و داود ظاهری و ابن حزم و بعض اصحاب شافعی بعدم قضا
رفته و گفته اند که عامد غیر معذور را آثم ست در ترک آن نماز و مذهب حضرت ابن تیمیه رحمه
نیز همین ست و ظاهر ما نیز همین ست زیرا که دلیل صریح بر وجوب قضا نزد جمهور موجود
نیست شوکانی در شرح منتقی گفته لم اجد الی الان دلیلا لهم من کتاب و لا سنة الا ما ورد من حدیث

في الكفر الصريح انا لله وانا اليه راجعون وقد عرفت فالاستدلال على قبح هذه القضية لا يحتاج
اليه احد فانه لا يشك احد من المسلمين في ان ذلك كفر ولا يخالف في قبح الكفر احد منهم والقرآن
والسنة مشحونان بالادلة القاضية بقبح الكفر الذي هم فيه ومن اخذ المصحف وقرأ فيه وتدبر
وجد فيها من ادلة التوحيد وتقبيح الشرك ما يشفي ويكفي فلا فائدة في التطويل ولو رام الانسان
ان يستقصي ما ورد في ذلك من ادلة النقل والعقل لجاء في مجلدات انتهى وچون بسط كلام
درين موضع متسع نيست لهذا بعض مؤلفات درين باب نشان ميدهيم تا هر كه درستی اعتقاد
خود در ابواب توحيد وانواع شرك واقسام بدعت خواهد وتوفيق الهی رفيق وقت او بود
بدان كتب رجوع نمايد اميد است كه زود ازين رجوع شكی در بارهٔ اين امور بخاطرش خطور ننمايد و
سلوك جادهٔ قويم وصراط مستقيم طلوع پيدا گردد و آن مؤلفات كتاب تجريد التوحيد مقريزی
وتطهير الاعتقاد سيد علامه محمد بن اسمعيل بن امير يمانی و در نضيد في اثبات التوحيد وكتاب
قطر الولی علی حديث الولی كلاهما للشوكانی وكتاب التوحيد لمحمد بن عبد الوهاب النجدی وشرح اين كتاب
فتح المجيد از بعض احفاد ماتن رح وكتاب تقوية الايمان شيخ محمد اسمعيل دهلوی شهيد وكتاب
اغاثة اللهفان وشرح منازل السائرين ومفتاح دار السعادة للحافظ ابن القيم الجوزي
وكتاب اقتضاء الصراط المستقيم وكتاب الفرقان بين اولياء الشيطان واولياء الرحمن كلاهما لشيخ
الاسلام ابن تيمية رح وكتاب قرة القلوب في توحيد علام الغيوب ونحو ما ست وبعضی ازين
كتب مطبوع هم شده وبعضی ديگر در بعض بلاد هند نزد بعض موحدين متبعين موجود است و
من جد وجد هذا ونقول اللهم انت تعلم انا نجد قدرتنا متقاصرة عن القيام برفع هذه المفاسد
وهدم هذه المنكرات وليس في وسعنا الا الانذار والتبليغ باللسان والقلم واشاعة الكتب المؤلفة
لذلك الی ما تبلغ قدرتنا اليه ونتمكن منه وقد فعلنا اللهم اغضب لدينك وطهر من ادناس عبدة
الشياطين القبوريين وارحنا من هذه الاوساخ التي كدرت صفو الدين المبين ونجنا من صحبة عبدة
الثقلين والخبيثين انك على ما تشاء قدير وبالاجابة جدير

سوال ما يقول السادة العلماء في تحليل ذبائح اهل الكتاب وهل يلحق بهم الكفار
التاويل حرام لا **الجواب** الذي عندي وبه قال شيخنا العلامة الشوكاني

بعد اصل قوله عزوجل هو الذي خلق لكم ما في الارض جميعا وقوله من حرم زينة الله
التي اخرج لعباده مع ما ثبت من ان سيفه صلعم كانت فيه فضة ومع قوله صلعم عليكم بالفضة
فالعبوا بها كيف شئتم واما الاستدلال بان في ذلك تشبيها بالنساء فهو مصادرة على المطلوب لان
القائل بالجواز يقول ان التحلي بالفضة لا يختص بالنساء بل الرجال والنساء فيه سواء وان كان
استعمال كل واحد من النوعين لنوع خاص من حلية الفضة فلا يتشبه احدهما بالآخر في ذلك النوع
الخاص به الا في مطلق التحلي فلا مانع من ان يحلي الرجل سلاحه او منطقته بالفضة انتهى وفي

هذا القدر كفاية لمن له هداية

سوال تداوی باشیاء نجسه ومحرمه مفرد او مخلوطا بالغیر قبل استحاله یا بعد آن جائز ست یا نه

جواب آنچه نجس یا حرام ست در همه حال حرام ست وهرکه دعوی کند که در حالتی خاص
حلال ست مثل حالت تداوی مثلا محتاج شود بسوی دلیل مخصص این عموم ورنه عموم ادله رد
قول او بروی ودافع دعوای اوست وهمچنین تلوث به نجس یا ملابستش در جمیع احوال حرام
وهرکه آنرا در حالت تداوی جائز گوید بروی لازم ست که دلیل مخصص این عموم بیارد ورنه
قول وی بروی مردود باشد وچون اینمعنی متقرر شد دانسته باشی که مدعی جواز تداوی بحرام
ونجس مطالب ست بدلیل نه مانع چه مانع را مجرد قیام بمقام منع کافی ست تا آنکه دلیلی بیارد که
او را ازین مقام متزحزح سازد کما تقرر فی قواعد المناظرة لانه قام مقام المنع وتمسک بالادلة
الشاملة لمحل النزاع ومع هذا دلیل دال بر منع از تداوی بحرام ثابت شده فاخرج ابو داود
من حدیث ابی الدرداء قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ان الله انزل الداء والدواء
وجعل لکل داء دواء فتداووا ولا تداووا بالحرام قال الشوکانی فی شرح المنتقی ای لا یجوز التداوی
بما حرمه الله من النجاسات وغیرها مما حرمه الله ولو لم یکن نجسا انتهی وآنکه منذری گفته که در
اسناد این حدیث مقال ست بنا بر اسمعیل بن عیاش راوی او پس جوابش آنست که تضعیف
اسمعیل در روایت وی از حجازیین بوده ست نه در روایت از شامیین ودرینجا وی از شیخ
ثعلبه بن مسلم خثعمی ست وهو شامی وقد ذکره ابن حبان فی الثقات عن ابی عمران الانصاری
مولی ام الدرداء وقائدها وهو ایضا شامی ومؤید اوست حدیث ابو هریره نزد احمد ومسلم

برنجاستش آید حکم بنجاستش واجب گردد بدون اثبات نجاستش رد شود ورنه برائت اصلیه
در نفی تعبد بنجاست چیزی بدون دلیل کافی ست چه اصل در جمیع اشیاء طهارت ست
وحکم بنجاست چیزی از چیزها تکلیفی عام البلوی ست وجز بعد از قیام حجت بدان درست
نباشد قال الشوکانی فی الفتح الربانی الاصل الذی شهد له القرآن الکریم والسنة المطهرة
هو ان کل ما فی الارض حلال ولا یحرم شیء من ذلک الا بدلیل خاص کالمسکر والسم القاتل
وما فیه ضرر عاجل او آجل کالتراب ونحوه وما لم یرد فیه دلیل خاص فهو حلال استصحابا للبراءة
الاصلیة وتمسکا بالادلة العامة کقوله تعالی خلق لکم ما فی الارض جمیعا قل لا اجد فیما
اوحی الی محرما الی آخر الآیة وهکذا الراجح عندی ان الاصل فی جمیع الحیوانات الحل
ولا یحرم شیء منها الا بدلیل خاص یخصه کذی الناب من السباع والمخلب من الطیر والکلب والخنزیر
وسائر ما ورد فیه دلیل خاص یدل علی تحریمه انتهی وقال ایضا فی وبل الغمام ومن اغرب ما یراه
من الهمه الله رشده وحبب الیه الانصاف ما یقع فی کثیر من المواطن من جماعة من اهل العلم
من الحکم علی شیء بکونه نجسا او تنجسا بمجرد الخیال والوسوسة مع کون ذلک عن الشریعة بمعزل
والمیل عن الحکم الثابت بشرع اوضح من الشمس من دون سبب یقتضی ذلک ونظائر ذلک
لا تحصی انتهی وبالجمله منجمله محرمات اشیاء مستخبثه ست ومستخبث ما استخبثه الناس من الحیوانات
لا لعلة ولا لعدم اعتیاد بل لمجرد الاستخباث فهو حرام قال الشوکانی وکثیر من الحیوانات التی
ترک الناس اکلها ولم ینتهض علی تحریمها دلیل یخصها فان ترکها لا یکون فی الغالب الا لکونها
مستخبثة فتندرج تحت قوله سبحانه ویحرم علیهم الخبائث قال والطیبات ما تستطیبه
العرب وتستلذه من غیر ان یرد بتحریمه نص من کتاب او سنة انتهی مثلا قنفذ از خبائث ست
پس حرام باشد وداخل بود زیر قول تعالی ویحرم علیهم الخبائث مگر خطابی زعم کرده که
حدیث وارد در قنفذ ضعیف الاسناد ست پس اگر این زعم بر وجهی ثابت گردد که بدان
حدیث مذکور از پایهٔ اعتبار بیفتد قول بموجب این زعم باشد ورنه ظاهر خبث اوست
وهمچنین دلیلی در منع از اکل تراب بصحت نرسیده اینقدر هست که خاک یکی از اسباب موجبهٔ
علل صعبه ست که از ان اختلال بنیه متاثر میشود وحق تعالی از قتل نفس نهی فرموده خواه

الله يجتبي إليه من يشاء ويهدي إليه من ينيب

نحمدك يا من وفقنا لطبع هذا الكتاب المعتنى المستطاب بتحمل المستفتين المتأدبين من علماء الأمصار الفقيه البارع والمتقي علاء الدين الحصكفي بن الشيخ علي الإمام بجامع بني أمية الحنفي المشتهر في طبع الثاني من

الدر المختار

مع حاشية

كشف الأستار

للفاضل الألمعي الفطن الذكي المولوي محمد نظام الدين الكيرانوي

مكتبه زكريا ديوبند سهارنپور (الهند)
هاتف: ٢٢٣٢٣، ١٣٣٦، ص.ب ٢٤٧٥٥٤

والمراد ما اتصل بأعصابه وانفصل عنها مستعمل لأكل المأكول وكل إهاب ومثله المثانة والكرش قال القهستاني فالأولى وما دبغ ولو بتشميس وهي تحتملها طهر فيصلى به ويتوضأ منه وما لا يحتملها فلا وعليه فلا يطهر جلد حية صغيرة ذكره الزيلعي أما قميصها فطاهر وفارة كما أنه لا يطهر بذكاة لتقيدهما بما يحتملها خلا جلد خنزير فلا يطهر وقدم لأن المقام للإهانة وآدمي فلا يدبغ لكرامته ولو دبغ طهر وإن حرم استعماله حتى لو طحن عظمه في دقيق لم يؤكل في الأصح احتراما وأفاد كلامه طهارة جلد كلب وفيل وهو المعتمد وما أي إهاب طهر به بدباغ طهر بذكاة على المذهب لا يطهر لحمه على قول الأكثر إن كان غير مأكول هذا أصح ما يفتى به وإن قال في الفيض الفتوى على طهارته وهل يشترط لطهارة جلده كون ذكاته شرعية بأن تكون من الأهل في المحل بالتسمية قيل نعم وقيل لا والأول أظهر لأن ذبح المجوسي وتارك التسمية عمدا كلا ذبح وإن صحح الثاني صححه الزاهدي في القنية والمجتبى وأقره في البحر فرع ما يخرج من دار الحرب كسنجاب إن علم دبغه بطاهر فطاهر أو بنجس فنجس وإن شك فغسله أفضل وشعر الميتة غير الخنزير على المذهب وعظمها وعصبها على المشهور وحافرها وقرنها الخالية عن الدسومة وكذا كل ما لا تحله الحياة حتى الإنفحة واللبن على الراجح وشعر الإنسان غير المنتوف وعظمه وسنه مطلقا على المذهب واختلف في أذنه ففي البدائع نجسة وفي الخانية لا وفي الأشباه المنفصل من الحي كميتته إلا في حق صاحبه فطاهر وإن كثر ويفسد الماء بوقوع قدر الظفر من جلده لا بالظفر ودم سمك طاهر وما علم أنه ليس الكلب بنجس العين عند الإمام وعليه الفتوى وإن رجح بعضهم النجاسة كما بسطه ابن الشحنة فيباع ويؤجر ويضمن ويتخذ جلده مصلى ودلوا ولو أخرج حيا ولم يصب فمه الماء لا يفسد الماء ولا الثوب بانتفاضه ولا بعضه ما لم ير ريقه ولا صلاة حامله ولو كبيرا وشرط الحلواني شد فمه ولا خلاف في نجاسة لحمه وطهارة شعره والمسك طاهر حلال فيؤكل بكل حال وكذا نافجته طاهرة مطلقا على الأصح فتح وكذا الزباد أشباه لا استحالة الطيب وبول مأكول اللحم نجس نجاسة مخففة وطهره محمد ولا يشرب بوله أصلا لا للتداوي ولا لغيره عند أبي حنيفة رح

فروع اختلف في التداوي بالمحرم وظاهر المذهب المنع كما في رضاع البحر لكن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوي وقيل يرخص إذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان وعليه الفتوى

وكذا بول الفأرة لتعذر التحرز عنه وعليه الفتوى كما في التتارخانية وفي الحاوي خرؤها لا يفسد ما لم يظهر أثره
وفي الأشباه بول السنور في غير أواني الماء عفو وعليه الفتوى ... من سائر الحيوانات إلا الآدمي
... في حكم ... وكبد وطحال ... بدم مسفوح ...
... كما في القاموس ... المستثنى ... الأشربة
روايتا التغليظ والتخفيف والطهارة ... في الجواهر ... وخرء كل طير لا يذرق في الهواء كبط
أهلي ودجاج أما ما يذرق فيه فإن مأكولا فطاهر وإلا فمخفف (وروث وخثي) أفادهما نجاسة خرء كل حيوان
غير الطيور وقالا مخففة وفي الشرنبلالية قولهما أظهر وطهرهما محمد آخرا للبلوى ... ولو أصابه من
نجاسة مغلظة ونجاسة مخففة جعلت الخفيفة تبعا للغليظة احتياطا كما في الظهيرية ... النجاسة المغلظة
... دون ربع جميع بدن وثوب ولو كبيرا هو المختار ذكره الحلبي وصححه في ... وقيل ربع المصاب كيد
وكم ... قال في الحقائق وعليه الفتوى من نجاسة مخففة كبول مأكول ومنه الفرس ... وخرء طير
من السباع أو غيرها غير مأكول وقيل طاهر ... إنما تظهر في غير الماء فليحفظ ... ودم سمك ولعاب
بغل وحمار في المذهب ... وكذا جانبها الآخر وإن كثر بإصابة الماء للضرورة لكن لو وقع
في ماء قليل نجسه في الأصح لأن طهارة الماء آكد ... لو انتضح ... الدم ... لو
يكون كالدم ... وطين شارع وبخار نجس ... سرقين ... عساله ... مراتب
تطهير الإناء ... أي جري على نجس ... ولو أقله ... في غير نجاسة
... لكن قدمنا ... أي إذا وردت النجاسة على الماء ... لا يحكم بنجاسته إلا
... لا يكون نجسا ... الأعضاء ...
... ولو ... أصابته نجاسة محلا
منه ... الخلاصة نعم
في الظهيرية ... الصلاة التي ... على نحو
حنطة ... أو أكل ... كما مر ... الذهب

لكون جماعة اكمل (والا) بان رجا ادراك ركعة في ظاهر المذهب وقيل التشهد واعتمده المصنف والشرنبلالي تبعا للبحر لكن ضعفه في النهر

(لا) يتركها بل يصليها عند باب المسجد ان وجد مكانا والا تركها لان ترك المكروه مقدم على فعل السنة ثم ما قيل يشرع فيها ثم

يكبر للفريضة او ثم يقطعها ويقضيها مردود بان ... (ولا يقضيها الا بطريق التبعية) لقضاء فرضها

قبل الزوال لا بعده في الاصح لورود الخبر بقضائها في الوقت المهمل بخلاف القياس فغيره عليه لا يقاس (بخلاف سنة الظهر)

وكذا الجمعة (فانه) ان خاف فوت ركعة (يتركها) ويقتدي (ثم يأتي بها) على انها سنة (في وقته) اي الظهر (قبل شفعه) عند محمد

وبه يفتى جوهرة واما ما قبل العشاء فمندوب لا يقضى اصلا (ولا يكون مصليا جماعة) اتفاقا (من ادرك ركعة من ذوات الاربع)

لانه منفرد ببعضها لكن ادرك فضلها ولو بادراك التشهد اتفاقا لكن ثوابه دون المدرك لفوات التكبيرة الاولى مع الامام

لكونه مع ... (وكذا مدرك الثلاث) اي لا يكون مصليا بجماعة على الاظهر وقال السرخسي للاكثر حكم الكل وضعفه

في البحر (واذا امن فوت الوقت تطوع) بما شاء (قبل الفرض والا لا) بل يحرم التطوع لتفويته الفرض (ويأتي بالسنة مطلقا)

ولو منفردا على الاصح لكونها مكملات ... عليه الصلاة والسلام لزيادة الدرجات ثم قول الشارح ...

(ولو اقتدى بامام راكع فوقف حتى رفع الامام راسه لم يدرك الركعة) لان المشاركة في جزء من الركن

شرط ولو ... فيكون مسبوقا فيأتي بها بعد فراغ الامام ... (ولو ادركه في القيام ولم يركع معه) فانه يصير مدركا لها

فيكون لاحقا فيأتي بها قبل الفراغ (ومتى لم يدرك الركوع معه تجب المتابعة في السجدتين وان لم تحسبا) ولا تفسد بتركهما

فلو لم يدرك الركعة ولم يتابعه ... الامام فقام ... فصلاته تامة ... (ولو ركع)

الامام فلحقه امامه فيه صح ركوعه وكره تحريما ... قراءة الامام ... الفرض ... لم تجزه ... الامام ...

لم تجزه ... وتمامه في الخلاصة

باب قضاء الفوائت

لم يقل المتروكات ظنا بالمسلم خيرا اذ التأخير بلا عذر كبيرة لا تزول بالقضاء بل بالتوبة او الحج ومن العذر العدو وخوف القابلة

موت الولد لانه عليه الصلاة والسلام اخرها يوم الخندق ثم الاداء فعل الواجب في وقته وبالتحريمة فقط في الوقت يكون اداء

عند الشافعي والاعادة فعل مثله في وقته لخلل غير الفساد لقولهم كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تعاد اي وجوبا في الوقت واما بعده

... والقضاء فعل الواجب بعد وقته واطلاق على غير الواجب كالتي قبل الظهر ... (الترتيب بين الفروض الخمسة والوتر اداء

وقضاء لازم) يفوت الجواز بفوته للخبر المشهور من نام عن صلاة وبه يثبت الفرض العملي (وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض

وواجب وسنة) لف ونشر مرتب وجميع اوقات العمر وقت للقضاء الا الثلاثة المنهية كما مر (فلم يجز) تفريع على اللزوم (فجر من تذكر انه

لم يوتر) لوجوبه عنده (الا) استثناء من اللزوم (فلا يلزم الترتيب اذا ضاق الوقت) المستحب حقيقة ... عن الكل ...

... ولو لم يسع الوقت كل الفوائت فالاصح جواز الوقتية ... ضيق الوقت ...

... لنسيت الفائتة لانه عذر ... الاخر ...

... على المعتمد ... الترجيح ... اطلاق المتون ... الترتيب ...

كالاحتلام ولو لمس حتى امنى ولو تحرك قضى فقط وان حرك نفسه قضى وكفر كما لو نزع ثم اولج ؛ او ال
قى اللقمة من فيه ، عند ذكره او طلوع الفجر ولو ابتلعها ان قبل اخراجها كفر وبعده لا ، او جامع فيما دون ال
فرج ولم ينزل ، يعني في غير السبيلين كسرة وفخذ وكذا الاستمناء بالكف وان كره تحريما لحديث
ناكح اليد ملعون ولو خاف الزنا يرجى ان لا وبال عليه ، او ادخل ذكره في بهيمة ، او ميتة ، من غير انزال
او مس فرج بهيمة او قبلها فانزل ، او اقطر في احليله ماء او دهنا وان وصل الى المثانة على المذهب
واما في قبلها فمفسد اجماعا لانه كالحقنة ، او اصبح جنبا وان بقي كل اليوم ، او اغتاب ، من الغيبة ، او دخل
انفه مخاط فاستشمه فدخل حلقه ، وان نزل لرأس انفه كما لو ترطب شفتاه بالبزاق عند الكلام
ونحوه فابتلعه او سال ريقه الى ذقنه كالخيط ولم ينقطع فاستنشقه ، ولو عمدا ، خلافا للشافعي في القلـ
ـع علاج النخامة فينبغي الاحتياط ، او ذاق شيئا بفمه ، وان كره ، لم يفطر جواب الشرط وكذا لو فتل الخيط ببـ
ـزاقه ، وان بقي فيه عقدة البزاق الا ان يكون مصبوغا ظهر لونه في ريقه وابتلعه ذاكرا ظهيرية والشحنة فقال
مكروه بل الخيط بالريق فاتلا وبادخاله في فيه لا يتضرر ، وعن بعضهم لا يبلع الريق بعده
وان افطر خطأ كأن تمضمض فسبقه الماء او شرب نائما او تسحر وجامع على ظن عدم الفجر ، او اوجر ، مكرها
او نائما واما حديث رفع الخطأ فالمراد رفع الاثم وفي التحرير المؤاخذة بالخطأ جائزة عندنا خلافا للمعتزلة او اكل
او جامع ، ناسيا ، او احتلم او انزل بنظر او ذرعه القيء ، فظن انه افطر فاكل عمدا للشبهة ولو علم عدم فطره لزمته
الكفارة الا في مسئلة المتن فلا كفارة مطلقا على المذهب لشبهة خلاف مالك خلافا لهما كما في المجمع وشرحه فقيد
الظن انما هو لبيان الاتفاق ، او احتقن او استعط ، في انفه شيئا ، او اقطر في اذنه دهنا او داوى جائفة او آمة
فوصل الدواء حقيقة الى جوفه ودماغه ، او ابتلع حصاة ، ونحوها مما لا يأكله الانسان او يعافه او يستقذره

ومستقذر مع غيره ماكول مثلنا ففي اكله التكفير يلفي وعجين

او لم ينو في رمضان كله صوما ولا فطرا مع الامساك لشبهة خلاف زفر او اصبح غير ناو للصوم فاكل عمدا ولو بعد النية
قبل الزوال لشبهة خلاف الشافعي ومفاده ان الصوم بمطلق النية كذلك ، او دخل حلقه مطر او ثلج بنفسه لامكان التحرز
عنه بضم فمه بخلاف نحو الغبار والقطرتين من دموعه او عرقه اما لاكثر فان وجد الملوحة في جميع فمه واجتمع شيء كثير وابتلعه
افطر والا لا خلاصة ، او وطئ امرأة ميتة ، او صغيرة لا تشتهى نهر ، او بهيمة ، او فخذا او بطنا او قبل ، ولو قبلة فاحشة
بان يدغدغ او يمص شفتيها ، او لمس ولو بحائل لا يمنع الحرارة او استمنى بكفه او بمباشرة فاحشة ولو بين المرأتين
فانزل ، قيد للكل حتى لو لم ينزل لم يفطر كما مر ، او افسد غير صوم رمضان اداء لاختصاصها بهتك رمضان ، او وطئت
نائمة او مجنونة ، بان اصبحت صائمة فجنت ، او تسحر ، او افطر يظن اليوم اي الوقت الذي اكل فيه ليلا و الحال ان الفجر طالع
والشمس لم تغرب لف ونشر ويكفي الشك في الاول دون الثاني عملا بالاصل فيهما ولو لم يتبين الحال لم يقض في ظاهر الرواية والمسئلة
تتفرع الى ستة وثلاثين محلها المطولات ، قضى في الصور كلها فقط كما لو شهدا على الغروب وآخران على عدمه فافطر

في مرآته وطئها تزوج بكرا فوجدها ثيبا وقالت أبوك فضني إن صدقها بانت بلا مهر وإلا لا أشمني . و حرم أيضا
بالصهرية أصل مزنيته أراد بالزنا الوطء الحرام و أصل ممسوسته بشهوة ولو لشعر على الرأس
بحائل لا يمنع الحرارة و أصل ماسته وناظرة إلى ذكره والمنظور إلى فرجها المدور الداخل ولو نظره
من زجاج أو ماء هي فيه وفروعهن مطلقا والعبرة للشهوة عند المس والنظر لا بعدهما وحدها فيهما تحرك آلته
أو زيادته به يفتى وفي امرأة ونحو شيخ تحرك قلبه أو زيادته وفي الجوهرة لا يشترط في النظر لفرج تحريك آلته
به يفتى هذا إذا لم ينزل فلو أنزل مع مس أو نظر فلا حرمة به يفتى ابن كمال وغيره وفي الخلاصة وطئ أخت
امرأته لا تحرم عليه امرأته وإنما تحرم المنظور إلى فرجها الداخل إذا رآه من مرآة أو ماء لأن المرئي مثاله
بالانعكاس لا هو هذا إذا كانت حية مشتهاة ولو ماضيا أما غيرها يعني الميتة وصغيرة لم تشته فلا
تثبت الحرمة بها أصلا كوطء دبر مطلقا وكما لو أفضاها لعدم تيقن كونه في الفرج ما لم تحبل منه بلا فرق
بين زنا ونكاح فلو تزوج صغيرة لا تشتهى فدخل بها فطلقها وانقضت عدتها وتزوجت بآخر جاز للأول التزوج
ببنتها لعدم الاشتهاء وكذا تشترط الشهوة في الذكر فلو جامع غير مراهق زوجة أبيه لم تحرم فتح ولا فرق
فيما ذكر بين اللمس والنظر بشهوة بين عمد ونسيان وخطأ وإكراه فلو أيقظ زوجته أو أيقظته هي لجماعها
فمست يده بنتها المشتهاة أو يدها ابنه حرمت الأم أبدا فتح وقبل أم امرأته في أي موضع كان على الصحيح
جوهرة حرمت عليه امرأته ما لم يظهر عدم الشهوة ولو على الفم كما فهمه في الذخيرة وفي المس لا
ما لم تعلم الشهوة لأن الأصل في التقبيل الشهوة بخلاف المس والمعانقة كالتقبيل وكذا القرص
والعض بشهوة ولو لأجنبية وتكفي الشهوة من أحدهما ومراهق ومجنون وسكران كبالغ بزازية وفي القنية
قبل السكران بنت تحرم وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة وانقضاء
العدة والوطء بها لا يكون زنا وفي الخانية إن النظر إلى فرج ابنته بشهوة يوجب حرمة امرأته وكذا لو فزعت فدخلت
فراش أبيها عريانة فانتشر لها أبوها تحرم عليه أمها وبنت سنها دون تسع ليست بمشتهاة به يفتى
وإن ادعت الشهوة في تقبيله أو تقبيلها ابنه وأنكرها الرجل فهو مصدق لا هي إلا أن يقوم إليها منتشرا
آلته فيعانقها لقرينة كذبه أو يأخذ ثديها أو يركب معها أو يمسها على الفرج أو يقبلها على الفم قاله الحدادي وفي
[illegible] وفي الخلاصة قيل له ما فعلت بأم امرأتك فقال جامعتها ثبتت الحرمة ولا يصدق أنه
كذب ولو هازلا وتقبل الشهادة على الإقرار باللمس والتقبيل عن شهوة وكذا تقبل على نفس اللمس والتقبيل
والنظر إلى ذكره أو فرجها عن شهوة في المختار تجنيس لأن الشهوة مما يوقف عليها في الجملة بانتشار أو آثار و حرم الجمع
بين المحارم نكاحا أي عقدا صحيحا وعدة ولو من طلاق بائن و حرم الجمع وطأ بملك يمين بين امرأتين أيتهما فرضت
ذكرا لم تحل للأخرى أبدا لحديث مسلم لا تنكح المرأة على عمتها وهو مشهور يصلح مخصصا للكتاب فجاز الجمع بين امرأة
وبنت زوجها أو امرأة ابنها وأمة ثم سيدتها لأنه لو فرضت المرأة أو امرأة الابن أو السيدة ذكرا لم يحرم

الزانية لا ينكحها إلا زان، فمنسوخ بآية فانكحوا ما طاب لكم وفي آخر حظر المجتبى لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة ولا عليها تسريح الفاجر إلا إذا خافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس أن يتفرقا فما في الوهبانية ضعيف كما بسطه المصنف (و) بطل (نكاح) بالمعجمة منه إلى محرمة والمسمى كله لها، ولو دخل بالحرمة فلها مهر المثل (و) بطل (نكاح المتعة والمؤقت) وإن جهلت المدة أو طالت في الأصح وليس منه ما لو نكحها على أن يطلقها بعد شهر أو نوى مكثه معها مدة معينة ولا بأس بتزوج النهاريات عيني (و) يحل (له وطء امرأة ادعت عليه عند قاض أنه تزوجها بنكاح صحيح (وهي) أي والحال أنها (محل للإنشاء) أي لإنشاء النكاح خالية عن الموانع (وقضى) القاضي (بنكاحها ببينة) أقامتها (ولم يكن) في نفس الأمر (تزوجها، وكذا) تحل له (لو ادعى هو نكاحها) خلافا لهما وفي الشرنبلالية عن المواهب وبقولهما يفتى (وكذا) لو قضى (بطلاقها بشهادة الزور مع علمها بذلك نفذ) و(حل لها التزوج

نكاح المتعة باطل

في المصر لا ينبغي ان يباع منه فلو اشترى يجبر على بيعها من المسلم وقيل لا يجبر الا اذا كثر درر قلت وفي معروضات المفتي ابي السعود من كتاب الصلوة سئل عن مسجد لم يبق في اطرافه بيت احد من المسلمين واحاط به الكفرة فكان الامام والمؤذن فقط لاجل وظيفتهما يأتيان اليه فيؤذنان ويصليان به فهل تحل لهم الوظيفة فاجاب تلك البيوت ياخذها المسلمون بقيمتها جبرا اي الفور وقد ورد الامر الشريف السلطاني بذلك ايضا فالحاكم لا يؤخر هذا اصلا انتهى فليحفظ وفيها من الجهاد وبعد ان ورد الامر الشريف السلطاني بعدم استخدام الذميين للعبيد والجواري لو استخدم ذمي عبدا او جارية ماذا يلزمه فاجاب يلزمه التعزير الشديد بالحبس في الخانية وغيرها ويؤمرون بما كان اسلافهم وكذا تمييز دورهم عن دورنا انتهى فليحفظ ذلك ‹واذا تكارى اهل الذمة دورا فيما بين المسلمين ليسكنوا فيها› في المصر ‹جاز› لعود نفعه الينا وليروا تعاملنا فيسلموا ‹بشرط عدم تقليل الجماعات لسكناهم› شرطه الامام الحلواني ‹فان لزم ذلك من سكناهم امروا بالاعتزال عنهم والسكنى بناحية ليس فيها للمسلمين› جماعة وهو محفوظ عن ابي يوسف بحر عن الذخيرة وفي الاشباه واختلف في سكناهم بيننا في المصر والمعتمد الجواز في محلة خاصة انتهى اقره المصنف وغيره لكن رده شيخ الاسلام جوي زاده وجزم بانه وهم وخطأ لانه فهم من الناحية المحلة وليس كذلك فقد صرح القهستاني في شرح الجامع الصغير بعد ما نقل عن الشافعي انهم يؤمرون ببيع دورهم في امصار المسلمين وبالخروج عنها وبالسكنى خارجها لئلا يكون لهم محلة خاصة نقلا عن النسفي والمراد اي بالمنع المذكور عن الامصار ان يكون لهم في المصر محلة خاصة يسكنونها ولهم فيها منعة عارضة كمنعة المسلمين فاما سكناهم بينهم وهم مقهورون فلا كذا في فتاوى الاسكوبي فليحفظ ‹وينتقض عهدهم بالغلبة على موضع› للحراب ‹او باللحاق بدار الحرب› زاد في الفتح او بالامتناع عن قبول الجزية او يجعل نفسه طليعة للمشركين بان يبعث ليطلع على اخبار العدو فلو لم يبعث لذلك لم ينتقض عهدهم وعليه يحمل كلام المحيط ‹وصار الذمي› في هذه الاربع الصور ‹كالمرتد› في كل احكامه ‹الا انه› لو اسر ‹يسترق› والمرتد يقتل ‹ولا يجبر على قبول الذمة› والمرتد يجبر على الاسلام ‹لا› ينتقض عهده ‹بقوله نقضت العهد› زيلعي بخلاف الامان الحربي فانه ينتقض بالقول بحر ‹ولا بالاباء عن› اداء ‹الجزية› بل عن قبولها كما مر ونقل العيني عن الواقعات قتله بالاباء عن الاداء قال وهو قول الثلاثة لكن ضعفه في البحر ‹و› لا ‹بالزنا بمسلمة وقتل مسلم وافتان مسلم عن دينه وقطع الطريق وسب النبي صلى الله عليه وسلم›

نحمدك يا من وفقنا لطبع هذا الكتاب المعروف المستطاب بتمه المستند المتداول بين علماء الأمصار للفقيه
الباهر المدقق علاء الدين الحصكفي بن الشيخ علي الإمام بجامع بني أمية الحنفي الشهير رحمه الله تعالى الجلد الثاني من

الدر المختار

مع حاشيته

كشف الأستار

للفاضل الألمعي الفطن الذكي المولوي محمد نظام الدين الكيرانوي

مكتبه زكريا ديوبند سهارنپور (الهند)
هاتف: ٢٢٣٢٣، ١٣٣٦، ص.ب. ٢٤٧٥٥٤

ويستقرض الخبز وزنا وعددا عند محمد وعليه الفتوى ابن ملك واستحسنه الكمال واختاره المصنف تيسيرا وفي
المجتبى باع رغيفا نقدا برغيفين نسيئة جاز وبعكسه لا وجاز بيع كسيرات كيف كان ولا ربا بين سيد وعبده
ولو مدبرا او مكاتبا اذا لم يكن دينه مستغرقا لرقبته وكسبه فلو مستغرقا يتحقق الربا اتفاقا ابن ملك
وغيره ولكن في البحر عن المعراج التحقيق الاطلاق وانما يرد الزائد لا لكونه ربا بل لتعلق حق الغرماء ولا ربا بين
متفاوضين وشريكي عنان اذا تبايعا من مالهما اي مال الشركة زيلعي ولا بين حربي ومسلم مستأمن ولو
بعقد فاسد او قمار ثمة لان ماله ثمة مباح فيحل برضاه مطلقا بلا عذر خلافا للثاني والثلاثة وحكم من اسلم
في دار الحرب ولم يهاجر كحربي فللمسلم الربا معه خلافا لهما لان ماله غير معصوم فلو هاجر الينا ثم عاد
اليهم فلا ربا اتفاقا جوهرة قلت ومنه يعلم حكم من اسلم ثمة ولم يهاجر والحاصل ان الربا حرام الا في هذه الست مسائل

باب الحقوق

في البيع اخرها لتبعيتها وتبعيته ترتيب الجامع الصغير اشترى بيتا فوقه اخر لا يدخل فيه العلو مثلث العين ولو
قال بكل حق هو له او بكل قليل وكثير ما لم ينص عليه لان الشيء لا يستتبع مثله وكذا لا يدخل العلو بشراء منزل
هو ما لا اصطبل فيه الا بكل حق هو له او بمرافقه اي حقوقه كطريق ونحوه وعند الثاني المرافق المنافع اشباه
او بكل قليل وكثير هو فيه او منه ويدخل العلو بشراء دار وان لم يذكر شيئا ولو الابنية بتراب او بخيام
او قباب وهذا التفصيل عرف الكوفة وفي عرفنا يدخل العلو بلا ذكر في الصور كلها فتح وكافي سواء كان المبيع
بيتا فوقه علو او منزلا او دارا الملك فيسمى سراي بحر كما يدخل في شراء الدار الكنيف وبئر الماء والاشجار التي في
صحنها وكذا البستان الداخل وان لم يصرح بذلك لا البستان الخارج الا اذا كان اصغر منها فيدخل تبعا ولو مثلها
او اكبر فلا الا بالشرط زيلعي وعيني والظلة لا تدخل في بيع الدار لبنائها على الطريق فاخذت حكمه الا بكل حق ونحوه
علم وقال ان مفتحها في الدار تدخل كالعلو وكذا تدخل الباب الاعظم في بيع بيت او دار مع ذكر المرافق لانه من
مرافقها خانية لا يدخل الطريق والمسيل والشرب الا بنحو كل حق ونحوه مما مر بخلاف الاجارة لدار او ارض تدخل
بلا ذكر لانها تعقد للانتفاع لا لعينه والرهن والوقف خلاصة ولو اقر بدار او صالح عليها او وصى بها ولم يذكر
حقوقها ومرافقها لا يدخل الطريق كالبيع ولا يدخل في القسمة وان ذكر الحقوق والمرافق الا برضا صريح نهر عن
الفتح وفي الحواشي اليعقوبية ينبغي ان يكون الرهن كالبيع اذ لا يقصد به الانتفاع قلت هو جيد لولا مخالفته
المنقول كما مر ولفظ الخلاصة ويدخل الطريق في الرهن والصدقة الموقوفة كالاجارة واعتمده المصنف
تبعا للبحر نعم ينبغي ان تكون الهبة والنكاح والخلع والعتق على مال كالبيع والوجه فيها لا يخفى انتهى والله اعلم

كتاب الوكالة

مناسبته ان كلا من الشاهد والوكيل ساع في تحصيل مراد غيره التوكيل صحيح بالكتاب والسنة قال الله تعالى
فابعثوا احدكم بورقكم ووكل عليه الصلوة والسلام حكيم بن حزام بشراء اضحية وعليه الاجماع وهو خاص
وعام كانت وكيلي في كل شيء عم الكل حتى الطلاق وقال الشهيد وبه يفتى وخصه ابو الليث بغير طلاق وعتاق
ووقف واعتمده في الاشباه وخصه قاضيخان بالمعاوضات فلا يلي العتق والتبرعات وهو المذهب كما في
البحر عن الخانية وزواهر الجواهر وينبغي ان به يفتى واعتمده في الملتقط فقال اما الهبات والعتاق فلا يكون
وكيلا عند ابي حنيفة خلافا لمحمد وفي الشرنبلالية ولو لم يكن للموكل صناعة معروفة [illegible] فالوكالة باطلة وهو
اقامة الغير مقام نفسه ترفها او عجزا في تصرف جائز معلوم فلو جهل ثبت الادنى وهو الحفظ ممن يملكه
التصرف نظرا الى اصل التصرف وان امتنع في بعض الاشياء بعارض النهي ابن الكمال فلا يصح توكيل
مجنون وصبي لا يعقل مطلقا وصبي يعقل بتصرف ضار نحو طلاق وعتاق وهبة وصدقة وصح بما
ينفعه بلا اذن وليه كقبول هبة وصح بما تردد بين ضرر ونفع كبيع واجارة ان مأذونا والا توقف على
اجازة وليه كما لو باشره بنفسه ولا يصح توكيل عبد محجور وصح لو مأذونا او مكاتبا وتوقف توكيل مرتد
فان اسلم نفذ وان مات او لحق او قتل لا خلافا لهما وصح توكيل مسلم ذميا ببيع خمر وخنزير وشرائهما
كالمحرم في البيع الفاسد ومحرم حلالا ببيع صيد وان امتنع عنه الموكل لعارض النهي كما قدمنا فتنبه ثم
ذكر شرط الوكيل فقال اذا كان الوكيل يعقل العقد ولو صبيا او عبدا محجورا لا يخفى ان الكلام الان في صحة
الوكالة لا في صحة بيع الوكيل فلذا لم يقل ويقصده تبعا للكنز ثم ذكر ضابط الموكل فيه فقال بكل ما يباشره
الموكل بنفسه لنفسه لشمل الخصومة فلذا قال فصح بخصومة في حقوق العباد برضا الخصم وجوزاه بلا رضاه وبه
قالت الثلاثة وعليه فتوى ابي الليث وغيره واختاره العتابي وصححه في النهاية والمختار للفتوى تفويضه
للحاكم درر الا ان يكون الموكل مريضا لا يمكنه حضور مجلس الحكم بقدميه ابن كمال او غائبا مدة سفر او مريدا
له ويكفي قوله انا اريد السفر ابن كمال او مخدرة لم تخالط الرجال كما مر او حائضا او نفساء والحاكم بالمسجد اذا
لم يرض الطالب بالتأخير بحر او محبوسا من غير حاكم هذه الخصومة فلو منه فليس بعذر بزازية بحثا او لم يحسن
الدعوى خانية لا يكون من الاعذار ان كان الموكل شريفا خاصم من دونه بل الشريف وغيره سواء بحر وله
الرجوع عن الرضا قبل سماع الحاكم الدعوى لا بعدها قنية ولو اختلفا في كونها مخدرة ان من بنات الاشراف
فالقول لها مطلقا ولو ثيبا فيرسل امينه ليحلفها مع شاهدين بحر واقره المصنف وان من الاوساط فالقول
لو بكرا وان هي من الاسافل فلا في الوجهين عملا بالظاهر بزازية وصح بايفائها وكذا باستيفائها الا في حد وقود بغيبة
موكله عن المجلس وحقوق عقد لا بد من اضافته اي ذلك العقد الى الوكيل كبيع واجارة وصلح عن اقرار يتعلق
ما دام حيا ولو غائبا ابن ملك ان لم يكن محجورا كتسليم مبيع وتسلمه وقبض ثمن ورجوع به عند استحقاقه وخصومة

دون استحقاق العقوبة بالنار بل العتاب كترك السنة المؤكدة فانه لا يتعلق به عقوبة النار ولكن يتعلق به الحرمان
عن شفاعة النبي المختار صلى الله عليه وسلم لحديث من ترك سنتي لم ينل شفاعتي فترك السنة المؤكدة
قريب من الحرام وليس بحرام الاكل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام او ميتة او مال غيره وان
ضمنه فرض يثاب عليه بحكم الحديث ولكن مقدار ما يدفع الانسان الهلاك عن نفسه ومأجور عليه وهو
مقدار ما يتمكن به من الصلاة قائما ومن صومه مفاده جواز تقليل الاكل بحيث يضعف عن الفرض لكنه
لم يجز كما في الملتقى وغيره قلت وفي المبتغى بالغين الفرض بقدر ما يندفع به الهلاك ويمكن معه الصلاة قائما
انتهى فتنبه ومباح الى الشبع لتزيد قوته وحرام عبر في الخانية بيكره وهو ما فوقه اي الشبع وهو اكل طعام
غلب على ظنه انه افسد معدته وكذا في الشرب قهستاني الا ان يقصد قوة صوم الغد او لئلا يستحيي ضيفه
او نحو ذلك ولا تجوز الرياضة بتقليل الاكل حتى يضعف عن اداء العبادة ولا بأس بانواع الفواكه وتركه افضل واتخاذ
الاطعمة سرف وكذا وضع الخبز فوق الحاجة وسنة الاكل البسملة اوله والحمدلة آخره وغسل اليدين قبله وبعده وبدء
بالشباب قبله وبالشيوخ بعده ملتقى وكره لحم الاتان اي الحمارة الاهلية خلافا لمالك ولبنها ولبن الجلالة
التي تاكل العذرة ولبن الرمكة اي الفرس وبول الابل اجازه ابو يوسف للتداوي وكره لحمها اي لحم الجلالة
والرمكة وتحبس الجلالة حتى يذهب نتن لحمها وقدر بثلاثة ايام لدجاجة واربعة لشاة وعشرة لابل وبقر على
الاظهر ولو اكلت النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها حلت كما حل اكل جدي غذي بلبن خنزير لان لحمه لا يتغير
وما غذي به يصير مستهلكا لا يبقى له اثر ولو سقي ما يؤكل لحمه خمرا فذبح من ساعته حل اكله ويكره زيلعي
وفي شرح الوهبانية وكره الاكل والشرب والادهان والتطيب من اناء ذهب وفضة للرجل والمرأة
لاطلاق الحديث وكذا يكره الاكل بملعقة الفضة والذهب والاكتحال بميلهما وما اشبه ذلك من الاستعمال
كمكحلة ومرآة وقلم ودواة ونحوها يعني اذا استعملت ابتداء فيما صنعت له بحسب متعارف
الناس والا فلا كراهة حتى لو نقل الطعام من اناء الذهب الى موضع آخر او صب الماء او الدهن
في كفه لا على رأسه ابتداء ثم استعمله لا بأس به مجتبى وغيره وهو ما حرره في الدرر فليحفظ واستثنى
القهستاني وغيره استعمال البيضة والجوشن والساعدين منهما في الحرب للضرورة وهذا فيما يرجع الى البدن
واما التجمل باوان متخذة من ذهب وفضة وسرير كذلك وفرش عليه من ديباج ونحوه فلا بأس
به بل فعله السلف خلاصة حتى اباح ابو حنيفة توسد الديباج والنوم عليه كما سيجيء ويكره
الاكل في نحاس او صفر والافضل الخزف قال صلى الله عليه وسلم من اتخذ اواني بيته خزفا
زارته الملائكة اختيار ولا يكره ما ذكر من اناء رصاص وزجاج وبلور وعقيق خلافا
للشافعي وحل الشرب من اناء مفضض اي مزوق بالفضة والركوب على سرج مفضض
والجلوس على كرسي مفضض ولكن بشرط ان يتقي اي يجتنب موضع الفضة

وحل الشرب من اناء مفضض

وفي السراج عن السير الكبير العلم حلال مطلقا صغيرا كان او كبيرا قال المصنف وهو مخالف لما مر من تقييده باربع اصابع وفيه رخصة عظيمة لمن ابتلي به في زماننا انتهى قلت قال شيخنا واظن انه رواية وما يعقد على الرمح فانه حلال ولو كبيرا لانه ليس بلبس وبه يحصل التوفيق ولا بأس بكلة الديباج هو ستر رقيق ولحمته ابريسم شرح وهبانية لمرجان الكلة بالكسر الشبانة والناموسية لانه ليس بلبس ونظمه شارح الوهبانية فقال: | وفي كلة الديباج نوم معاذر | وفي تنية واختلف في ذاك مبشر

وكره التكة منه اي من الديباج وهو الصحيح وقيل لا بأس بها وكذا تكره القلنسوة وان كانت تحت العمامة والكيس الذي يعلق قنية واختلف في عصب الجراحة به اي بالحرير كذا في المجتبى وفيه ان لا بأس بشد خرقة بالديباج وبقبس باوان ذهب وفضة بلا تفاخر وفي القنية يحسن للفقهاء لف عمامة طويلة ولبس ثياب واسعة وفيها لا بأس بشد خمار اسود على عينيه من ابريسم لعذر قلت ومنه الرمد وفي شرح الوهبانية عن الملتقى لا بأس بعروة القميص وزره من الحرير لانه تبع وفي التاتارخانية عن السير الكبير لا بأس بازرار الديباج والذهب وفيها عن مختصر الطحاوي لا يكره علم الثوب من الفضة ويكره من الذهب قالوا وهذا مشكل لكن رخص الشرع في الكفاف والكفاف قد يكون من الذهب انتهى ويحل توسده وافتراشه والنوم عليه وقالا والشافعي ومالك حرام وهو الصحيح كما في المواهب قلت فليحفظ هذا الكتاب بخلاف المشهور واما جعله دثارا او ازارا فانه يكره بالاجماع سراج واما الجلوس على الفضة فحرام بالاجماع شرح مجمع ويحل لبس ما سداه ابريسم ولحمته غيره ككتان وقطن وخز لان الثوب انما يصير ثوبا بالنسج والنسج باللحمة فكانت هي المعتبرة دون السدى قلت وفي الشرنبلالية عن المواهب يكره ما سداه ظاهر كالعتابي وقيل لا يكره ومحوه في الاختيار قلت لا يخفى ان الاصح اعتبار اللحمة كما يعلم من العزمية بل في المجتبى ان الكل اي المشائخ اتفقوا على انه في شرح المجمع للعز حرام بلا خلاف انتهى قلت وهذا كان في زمانهم واما الآن فمن الحرير يحرم برجندي وتاتارخانية فليحفظ وحل عكسه في الحرب فقط لو صفيقا يحصل به اتقاء العدو فلو رقيقا حرم بالاجماع لعدم الفائدة سراج واما ما خالطه فيكره لبسه اتفاقا قلت ولو ما الرخالطت اللحمة بابريسم غيره والظاهر اعتبار الغالب في حاوي الزاهدي يكره

ملكان ظاهره قن ا

سواء على المذهب الصحيح كما في البزازية وغيرها نصب شبكة للصيد ملك ما تعلق بها بخلاف ما اذا نصبها للجفاف فانه لم يملك ما تعلق بها وان وجد المفتش ونحوه خاتما او دينارا مضروبا بضرب الاسلام لا يملكه ويجب تعريفه اعلم ان اسباب الملك ثلثة ناقل كبيع وهبة وخلافة كارث واصالة وهو الاستيلاء حقيقة بوضع اليد او حكما بالتهيئة كنصب شبكة لصيد لا لجفاف على المباح الخالي عن مالك فلو استولى في مفازة على حطب غيره لم يملكه ولم يحل للمفتش ما يجده بلا تعريف وتمام التعريف في المطولات ويحل الصيد بكل ذي ناب ومخلب تقدم ما في الذابح من كلب وباز ونحوهما بشرط قابلية التعليم وبشرط كونه ليس بنجس العين فرع على ما مهده من الاصل بقوله فلا يجوز الصيد بدب واسد لعدم قابليتهما التعليم فانهما لا يعملان للغير الاسد لعلو همته والدب لخساسته والحق بعضهم بالدب الحدأة لخساستها ولا بخنزير لنجاسة عينه وعلى هذا فلا يجوز بالكلب على القول بنجاسة عينه الا ان يقال ان النص ورد فيه فنتبعه وبه يندفع قول القهستاني ان الكلب نجس العين عند بعضهم والخنزير ليس بنجس العين عند ابي حنيفة على ما في التجريد وفيه نظر فتامل بشرط علمهما اي علم ذي ناب ومخلب وذا بترك الاكل ثلثا في الكلب ونحوه وبالرجوع اذا دعوته في البازي ونحوه وشرط جرحهما في اي موضع منه على الظاهر وبه يفتى وعن الثاني يحل بلا جرح وبه قال الشافعي وبشرط ارسال مسلم او كتابي وبشرط التسمية عند الارسال ولو حكما فالشرط عدم تركها عمدا على حيوان ممتنع اي قادر على الامتناع بقوائمه او بجناحيه متوحش فالذي وقع في الشبكة او سقط في البئر او استانس لا يتحقق فيه الحكم المذكور ولم يقل يؤكل لان الكلام في تحليل الاكل فان حل صيد غيره كما يجيء او اعم ليحل الانتفاع بالجلد مثلا كما ياتي فتامل وبشرط ان لا يشرك الكلب المعلم كلب لا يحل صيده ككلب غير معلم وكلب مجوسي او لم يرسل او لم يسم عليه وبشرط ان لا تطول وقفته بعد ارساله ليكون الاصطياد مضافا للارسال بخلاف ما اذا كمن واستخفى كالفهد اي كما يكمن الفهد على وجه الحيلة لا للاستراحة وللفهد خصال حسنة ينبغي لكل عاقل ان يعمل بها كما بسطه المصنف اكل صيد البازي اكل لان تعليمه ليس بترك اكله وان اكل الكلب ونحوه لا يؤكل مطلقا عندنا كما لو اكله منه اي كما لا يؤكل الصيد الذي اكل الكلب منه بعد تركه للاكل ثلث مرات لانه علامة الجهل وكذا لا يؤكل ما صاده بعده حتى يتعلم ثانيا بترك الاكل ثلثا وما صاده قبله لو بقي في ملكه ... قطع منه بضعة

ردّ المحتار

على

الدرّ المختار شرح تنوير الأبصار

لخاتمة المحققين

محمد أمين الشهير بابن عابدين

مع تكملة ابن عابدين لنجل المؤلف

دراسة وتحقيق وتعليق

الشيخ عادل أحمد عبد الموجود — الشيخ علي محمد معوض

قدّم له وقرّظه

الأستاذ الدكتور محمد بكر إسماعيل

كلية الدراسات – جامعة الأزهر

مع تقريرات رافعي

الشيخ عبد القادر الرافعي الحنفي مفتي الديار المصريه سابقا

الجـزء الأول

المحتوى

كتاب الطهارة

مكتبة زكريا

ديوبند ـ الهند

فلا يطهر، وقدم لأن المقام للإهانة (وآدمي) فلا يدبغ لكرامته، ولو دبغ طهر وإن حرم استعماله، حتى لو طحن عظمه في دقيق لم يؤكل في الأصح احتراماً. وأفاد كلامه طهارة جلد كلب وفيل وهو المعتمد.

(وما) أي إهاب (طهر به) بدباغ (طهر بذكاة)

الخنزير في عدم الطهارة بالدبغ لعدم القابلية، لأن لهما جلوداً مترادفة بعضها فوق بعض، فالاستثناء منقطع. وقيل إن جلد الآدمي إذا دبغ طهر، لكن لا يجوز الانتفاع به كسائر أجزائه، كما نص عليه في الغاية، وحينئذ فلا يصح الاستثناء.

وأجاب بأن معنى طهر: جاز استعماله، والعلاقة السببية والمسببية لا اللزوم كما قيل، إذ لا يلزم من الطهارة جواز الانتفاع كما علمته، لكن علة عدم الانتفاع بهما مختلفة، ففي الخنزير لعدم الطهارة، وفي الآدمي لكرامته كما أشار إليه الشارح. قال في النهر: وهذا مع ما فيه من العدول عن المعنى الحقيقي أولى ا. هـ: أي لموافقته المنقول في المذهب، وإلى اختياره أشار الشارح بقوله «ولو دبغ طهر» قال ط: وإنما قدر جلد لأن الكلام فيه لا في كل الماهية. قوله: (فلا يطهر) أي لأن نجس العين، بمعنى أن ذاته بجميع أجزائه نجسة حياً وميتاً، فليست نجاسته لما فيه من الدم كنجاسة غيره من الحيوانات، فلذا لم يقبل التطهير في ظاهر الرواية عن أصحابنا، إلا في رواية عن أبي يوسف ذكرها في المنية. قوله: (وقدم الخ) لما كانت البداءة بالشيء وتقديمه على غيره تفيد الاهتمام بشأنه وشرفه على ما بعده بين أن ذلك في غير مقام الإهانة، أما فيه فالأشرف يؤخر كقوله تعالى ﴿لَّهُدِّمَتْ صَوَٰمِعُ﴾ [الحج/ ٤٠] الآية، لأن الهدم إهانة فقدمت صوامع الصابئة أو الرهبان وبيع النصارى وصلوات اليهود أي كنائسهم، وأخرت مساجد المسلمين لشرفها، وهنا الحكم بعدم الطهارة إهانة كذا قيل. أقول: وإنما تظهر هذه النكتة على أن الاستثناء من الطهارة لا من جواز الاستعمال الثابت للمستثنى منه، فإن عدمه الثابت للمستثنى ليس بإهانة. قوله: (وإن حرم استعماله) أي استعمال جلده أو استعمال الآدمي بمعنى اجزائه وبه يظهر التفريع بعده. قوله: (احتراماً) أي لا نجاسة. قوله: (وأفاد كلامه) حيث لم يستثن من مطلق الإهاب سوى الخنزير والآدمي. قوله: (وهو المعتمد) أما في الكلب فبناء على أنه ليس بنجس العين، وهو أصح التصحيحين كما يأتي. وأما في الفيل فكذلك كما هو قولهما، وهو الأصح خلافاً لمحمد، فقد روى البيهقي «أنه ﷺ كان يمتشط بمشط من عاج» وفسره الجوهري وغيره بعظم الفيل. قال في الحلية: وخطيء الخطابي في تفسيره له بالذبل ا. هـ. والذبل بالذال المعجمة: جلد السلحفاة البحرية أو البرية أو عظم ظهر دابة بحرية. قاموس. وفي الفتح: هذا الحديث يبطل قول محمد بنجاسة عين الفيل. قوله: (بدباغ) بدل من الضمير المجرور بإعادة الجار، فلا يطهر بذكاة ما لا يطهر بالدباغ مما لا

على المشهور (وحافرها وقرنها) الخالية عن الدسومة، وكذا كل ما لا تحله الحياة حتى الإنفحة واللبن على الراجح (وشعر الإنسان)

ظاهر الرواية: أن شعره نجس، وصححه في البدائع ورجحه في الاختيار. فلو صلى ومعه منه أكثر من قدر الدرهم لا تجوز، ولو وقع في ماء قليل نجسه، وعند محمد لا ينجسه. أفاده في البحر. وذكره في الدرر أنه عند محمد طاهر، لضرورة استعماله: أي للخرازين. قال العلامة المقدسي: وفي زماننا استغنوا عنه: أي فلا يجوز استعماله لزوال الضرورة الباعثة للحكم بالطهارة. نوح أفندي. قوله: (على المشهور) أي من طهارة العصب كما جزم به في الوقاية والدرر وغيرهما، بل ذكر في البدائع وتبعه في الفتح أنه لا خلاف فيه، لكن تعقبه في البحر بأنه في غاية البيان ذكر فيه روايتين: إحداهما: أنه طاهر؛ لأنه عظم، والأخرى أنه نجس؛ لأن فيه حياة، والحس يقع فيه، وصحح في السراج الثانية. قوله: (الخالية عن الدسومة) قيد للجميع كما في القهستاني، فخرج الشعر المنتوف وما بعده إذا كان فيه دسومة. قوله: (وكذا كل ما لا تحله الحياة) وهو ما لا يتألم الحيوان بقطعه كالريش والمنقار والظلف. قوله: (حتى الإنفحة) بكسر الهمزة وقد تشدد الحاء وقد تكسر الفاء. والمنفحة والبنفحة: شيء واحد يستخرج من بطن الجدي الراضع أصفر فيعصر في صوفة فيغلظ به الجبن، فإذا أكل الجدي فهو كرش، وتفسير الجوهري الإنفحة بالكرش سهو. قاموس بالحرف فافهم. قوله: (على الراجح) أي الذي هو قول الإمام، ولم أر من صرح بترجيحه، ولعله أخذه من تقديم صاحب الملتقى له وتأخيره قولهما كما هو عادته فيما يرجحه. وعبارته مع الشرح: وإنفحة الميتة ولو مائعة ولبنها طاهر كالمذكاة خلافاً لهما لتنجسهما بنجاسة المحل. قلنا: نجاسته لا تؤثر في حال الحياة إذ اللبن الخارج من بين فرث ودم طاهر، فكذا بعد الموت ا. هـ.

ثم اعلم أن الضمير في قول الملتقى ولبنها عائد على الميتة، والمراد به اللبن الذي في ضرعها، وليس عائداً على الإنفحة كما فهم المحشي حيث فسرها بالجلدة، وعزا إلى الملتقى طهارتها لأن قول الشارح: ولو مائعة، صريح بأن المراد بالإنفحة اللبن الذي في الجلدة، وهو الموافق لما مر عن القاموس، وقوله لتنجسها الخ، صريح في أن جلدتها نجسة، وبه صرح في الحلية حيث قال بعد التعليل المار: وقد عرف من هذا أن نفس الوعاء نجس بالاتفاق، ولدفع هذا الوهم غير العبارة في مواهب الرحمن فقال: وكذا لبن الميتة وإنفحتها ونجساها، وهو الأظهر إلا أن تكون جامدة فتطهر بالغسل ا. هـ. وأفاد ترجيح قولهما وأنه لا خلاف في اللبن على خلاف ما في الملتقى والشرح، فافهم. قوله: (وشعر الإنسان) المراد به ما أبين منه حياً وإلا فطهارة ما على الإنسان مستغنية عن البيان وطهارة الميت مندرجة في بيان الميتة، كذا نقل عن حواشي عصام، والأولى إسقاط حياً. وعن

وشرط الحلواني شد فمه. ولا خلاف في نجاسة لحمه وطهارة شعره.

مشايخنا: من صلى وفي كمه جرو تجوز صلاته، وقيده الفقيه أبو جعفر الهندواني بكونه مشدود الفم ا. هـ.

وفي المحيط: صلى ومعه جرو كلب أو ما لا يجوز الوضوء بسؤره، قيل لم يجز. والأصح أنه إن كان فمه مفتوحاً لم يجز، لأن لعابه يسيل في كمه فينجس لو أكثر من قدر الدرهم، ولو مشدوداً بحيث لا يصل لعابه إلى ثوبه جاز، لأن ظاهر كل حيوان طاهر لا يتنجس إلا بالموت، ونجاسة باطنه في معدته فلا يظهر حكمها كنجاسة باطن المصلي ا. هـ.

والأشبه إطلاق الجواز عند أمن سيلان القدر المانع قبل الفراغ من الصلاة كما هو ظاهر ما في البدائع. حلية، وأشار الشارح بقوله: ولو كبيراً، إلى أن التقييد بالجرو لصحة التصوير بكونه في كمه كما في النهر وشرح المقدسي، لا لما ظنه في البحر من أن الكبير مأواه النجاسات فلا تصح صلاة حامله، فإنه يرد عليه كما قال المقدسي إن الصغير كذلك.

ثم الظاهر أن التقييد بالحمل في الكم مثلاً لإخراج ما لو جلس الكلب على المصلي فإنه لا يتقيد بربط فمه، لما صرح به في الظهيرية من أنه لو جلس على حجره صبي ثوبه نجس وهو يستمسك بنفسه أو وقف على رأسه حمام نجس جازت صلاته ا. هـ. تأمل. قوله: (وشرط الحلواني) صوابه الهندواني كما مرّ، وهو الموجود في البحر والنهر وغيرهما. قوله: (ولا خلاف في نجاسة لحمه) ولذا اتفقوا على نجاسة سؤره المتولد من لحمه؛ فمعنى القول بطهارة عينه طهارة ذاته ما دام حياً، وطهارة جلده بالدباغ والذكاة، وطهارة ما لا تحله الحياة من أجزائه كغيره من السباع. قوله: (وطهارة شعره) أخذه في البحر من المسألة المارّة آنفاً عن الولوالجية فإنها مبنية على القول بنجاسة عينه، وقد صرّح فيها بطهارة شعره. ومما في السراج أن جلد الكلب نجس وشعره طاهر هو المختار ا. هـ. لأن نجاسة جلده مبنية على نجاسة عينه، فقد اتفق القول بنجاسة عينه، والقول بعدمها على طهارة شعره.

ويفهم من عبارة السراج أن القائلين بنجاسة عينه اختلفوا في طهارة شعره، والمختار الطهارة وعليه يبتنى ذكر الاتفاق، لكن هذا مشكل لأن نجاسة عينه تقتضي نجاسة جميع أجزائه، ولعل ما في السراج محمول على ما إذا كان ميتاً[1] لكن ينافيه ما مر عن الولوالجية؛

(١) في ط (قوله ما إذا كان ميتاً إلخ) أي إذا كان ميتاً يكون جلده نجساً وشعره طاهراً على المختار ويكون ما في السراج جارياً على القول بطهارة عينه وعلى هذا يبطل قول المحشي ويفهم من عبارة السراج إلخ. نعم يبقى الإشكال المسطور به، ويحتاط فلا خلاف في طهارة شعره حياً وميتاً نجس العين أو طاهرها.

(وبول مأكول) اللحم (نجس) نجاسة مخففة، وطهره محمد (ولا يشرب) بوله (أصلاً) لا للتداوي ولا لغيره عند أبي حنيفة.

فروع: اختلف في التداوي بالمحرم، وظاهر المذهب المنع كما في رضاع البحر،

تماماً [السؤال والمراد في جواز استعمال المسك والعنبر والزباد]. قوله: (وطهره محمد) لحديث العرنيين الذين رخص لهم رسول الله ﷺ أن يشربوا من أبوال الإبل لسقم أصابهم، وعليه فلا يفسد الماء ما لم يغلب عليه فيخرجه من الطهورية، والمتون على قولهما، ولذا قال في الإمداد: والفتوى على قولهما. قوله: (لا للتداوي ولا لغيره) بيان للتعميم في قوله أصلاً. قوله: (عند أبي حنيفة) وأما عند أبي يوسف فإنه وإن وافقه على أنه نجس لحديث «استنزهوا من البول»[1] إلا أنه أجاز شربه للتداوي، لحديث العرنيين. وعند محمد يجوز مطلقاً. وأجاب الإمام عن حديث العرنيين بأنه عليه الصلاة والسلام عرف شفاءهم به وحياً ولم يتيقن شفاء غيرهم، لأن المرجع فيه الأطباء وقولهم ليس بحجة، حتى لو تعين الحرام مدفعاً للهلاك، يحل كالميتة والخمر عند الضرورة، وتمامه في البحر.

مَطْلَبٌ في ٱلتَّدَاوِي بِٱلْمُحَرَّمِ

قوله: (اختلف في التداوي بالمحرم) ففي النهاية عن الذخيرة: يجوز إن علم فيه شفاء ولم يعلم دواء آخر. وفي الخانية في معنى قوله عليه الصلاة والسلام «إنَّ الله لَمْ يَجعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيما حَرَّمَ عَلَيْكُمْ»[2] كما رواه البخاري أن ما فيه شفاء لا بأس به، كما يحل الخمر للعطشان في الضرورة؛ وكذا اختاره صاحب الهداية في التجنيس فقال: لو رعف فكتب الفاتحة بالدم على جبهته وأنفه جاز للاستشفاء، وبالبول أيضاً إن علم فيه شفاء لا بأس به، لكن لم ينقل، وهذا لأن الحرمة ساقطة عند الاستشفاء، كحل الخمر والميتة للعطشان والجائع اهـ. من البحر. وأفاد سيدي عبد الغني أنه لا يظهر الاختلاف في كلامهم لاتفاقهم على الجواز للضرورة، واشتراط صاحب النهاية العلم لا ينافيه اشتراط من بعده الشفاء، ولذا قال والدي في شرح الدرر: إن قوله لا للتداوي محمول على المظنون، وإلا فجوازه باليقيني اتفاق كما صرح به في المصفى اهـ.

أقول: وهو ظاهر موافق لما مر في الاستدلال، لقول الإمام: لكن قد علمت أن قول الأطباء لا يحصل به العلم. والظاهر أن التجربة يحصل بها غلبة الظن دون اليقين، إلا أن يريدوا بالعلم غلبة الظن وهو شائع في كلامهم. تأمل. قوله: (وظاهر المذهب المنع)

---

(١) أخرجه الدارقطني ١/ ١٢٨ وابن أبي حاتم في العلل (٤٢) وانظر نصب الراية ١/ ١٢٨ والتلخيص ٤/ ١٤٨.

(٢) أخرجه البخاري معلقاً في كتاب الأشربة ٧/ ٢٠٠

رد المحتار

على

الدر المختار شرح تنوير الأبصار

لخاتمة المحققين

محمد أمين الشهير بابن عابدين

مع تكملة ابن عابدين لنجل المؤلف

دراسة وتحقيق وتعليق

الشيخ عادل أحمد عبد الموجود　　الشيخ علي محمد معوض

قدم له وقرظه

الأستاذ الدكتور محمد بكر إسماعيل

كلية الدراسات ـ جامعة الأزهر

مع تقريرات رافعي

الشيخ عبد القادر الرافعي الحنفي مفتي الديار المصريه سابقاً

الجزء الثاني

المحتوى

كتاب الصلاة

مكتبة زكريا

بديوبند: الهند. ٢٤٧٥٥٤

الأقدم إسلاماً، فيقدم شاب على شيخ أسلم؛ وقالوا: يقدم الأقدم ورعاً. وفي النهر زاد: وعليه يقاس سائر الخصال، فيقال يقدم أقدمهم علماً ونحوه، وحينئذ نقلما يحتاج للقرعة (ثم الأحسن خلقاً) بالضم ألفة بالناس (ثم الأحسن وجهاً) أي أكثرهم تهجداً؛ زاد في الزاد: ثم أصبحهم: أي أسمحهم وجهاً، ثم أكثرهم حسباً (ثم الأشرف نسباً) زاد في البرهان: ثم الأحسن صوتاً، وفي الأشباه قبيل ثمن المثل، ثم الأحسن زوجة، ثم الأكثر مالاً، ثم الأكثر جاهاً، ثم الأنظف ثوباً،

على من أسلم في دار الحرب، كما في المعراج ط. قوله: (أي الأقدم إسلاماً) استنبطه صاحب البحر وتبعه في النهر من تعليل البدائع، بأن من امتد عمره في الإسلام كان أكثر طاعة. أقول: بل الظاهر أن المراد بالأسن الأكبر سناً كما هو في بعض روايات الحديث «أكبرهم سناً» وهو المفهوم من أكثر الكتب فيكون الكلام في المسلم الأصلي؛ نعم أخرج الجماعة إلا البخاري «فأقدمهم إسلاماً» وعليه فيكون ذلك سبباً آخر للترجيح فيمن عرض إسلامه، فيقدم شاب نشأ في الإسلام على شيخ أسلم، أما لو كانا مسلمين من الأصل أو أسلما معاً، يقدم الأكبر سناً، لما في الزيلعي من أن الأكبر سناً يكون أخشع قلباً عادة وأعظم حرمة ورغبة الناس في الاقتداء به أكثر فيكون في تقديمه تكثير الجماعة اهـ.

هذا: وما مشى عليه المصنف من تقديم الأورع على الأسن هو المذكور في المتون وكثير من الكتب، وعكس في المحيط. قوله: (عن الزاد) أي زاد الفقير لابن الهمام. قوله: (بالضم) أي ضم الخاء، أما بفتحها فهو المراد بما بعده. قوله: (أكثرهم تهجداً) تفسير بالملزوم فإنه يلزم من كثرة التهجد حسن الوجه، لحديث «مَنْ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ بِاللَّيلِ حَسُنَ وَجْهُهُ بِالنَّهارِ» وإن كان ضعيفاً عند المحدثين. قال في البدائع: لا حاجة إلى هذا التكلف، بل يبقى على ظاهره، لأن صباحة الوجه سبب لكثرة الجماعة كما في البحر ح. قوله: (زاد في الزاد الخ) أقول: ليس فيه زيادة. ونص عبارة الزاد بعد الخلق هكذا. فإن تساووا فأصبحهم وجهاً، وقيده في الكافي بمن يصلي بالليل، فإن تساووا فأشرفهم نسباً الخ. قوله: (أي أسمحهم وجهاً) عبارة عن بشاشته في وجه من يلقاه وابتسامه له. وهذا يغاير الحسن الذي هو تناسب الأعضاء، أفاده ح. قوله: (ثم أكثرهم حسباً) الظاهر أن الحسب بالباء الموحدة لا بالنون، وهو الذي كتب عليه ابن عبد الرزاق في شرحه قال في البحر: وقدم في الفتح الحسب على صباحة الوجه اهـ. وفي القاموس: الحسب ما تعده من مفاخر آبائك، أو المال، أو الدين، أو الكرم، أو شرف في الفعل الخ. قوله: (ثم الأحسن زوجة) لأنه غالباً يكون أحب لها وأعف لعدم تعلقه بغيرها. وهذا مما يعلم بين الأصحاب أو الأرحام أو الجيران، إذ ليس المراد أن يذكر كل منهم أوصاف زوجته حتى يعلم من هو أحسن زوجة. قوله: (ثم الأكثر مالاً) اذ بكثرته مع ما تقدم من الأوصاف يحصل له القناعة

ثم القدس، ثم قبا، ثم الأقدم، ثمّ الأعظم؛ ثم الأقرب، ومسجد أستاذه لدرسه أو لسماع الأخبار.

وفي تسهيل المقاصد للعلامة أحمد بن العماد أن أفضل مساجد الأرض الكعبة لأنه أول بيت وضع للناس، ثم المسجد المحيط بها لأنه أقدم مسجد بمكة، ثم مسجد المدينة، لقوله ﷺ «صَلاَةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا تَعْدِلُ أَلْفَ صَلاَةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلا الْمَسْجِدَ الحَرَامَ» حموي ملخصاً.

وفي البيري: واختلف في المراد في المسجد الحرام الذي فيه المضاعفة المذكورة: فقيل بفاء الحرام، وقيل الكعبة وما في الحجر من البيت، وقيل الكعبة وما حولها من المسجد؛ وجزم به النووي وقال: إنه الظاهر. وقال الشيخ ولي الدين العراقي: ولا يختص التضعيف بالمسجد الذي كان في زمنه ﷺ، بل يشمل جميع ما زيد فيه، بل المشهور عند أصحابنا أنه يعم جميع مكة، بل جميع حرمها الذي يحرم صيده كما صححه النووي. انتهى ما أفاده شيخ مشايخنا محمد بن ظهيرة القرشي الحنفي المكي ا هـ ملخصاً.

تنبيه: هذه المضاعفة خاصة بالفرض لقوله ﷺ «صَلاَةُ أَحَدِكُم فِي بَيْتِهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلاَتِهِ فِي مَسْجِدِي هَذَا إِلَّا المَكْتُوبَةَ» وإلا وقع التعارض بينه وبين الحديث الأول، كذا حكاه ابن رشد المالكي في القواعد عن أبي حنيفة كما في الحلية عن غاية السروجي، وتمامه فيها. قوله: (ثم القدس) لأنه أحد المساجد الثلاثة التي لا تشدّ الرحال إلا إليها، والمنصوص على المضاعفة فيها. قوله: (ثم قبا) بالقصر والمد منصرف وغير منصرف، والقاف مضمومة ط لأنه المسجد الذي أسس على التقوى من أول يوم. قوله: (ثم الأقدم ثم الأعظم) كذا في الحلية عن الأجناس. والذي في البحر بعد القدس: ثم الجوامع، ثم مساجد المحال، ثم مساجد الشوارع لأنها أخف رتبة لأنه لا يعتكف فيها إذا لم يكن لها إمام معلوم ومؤذن، ثم مساجد البيوت لأنه لا يجوز الاعتكاف فيها إلا للنساء ا هـ. وفي القهستاني مساجد الشوارع هي التي بنيت في الصحارى مما ليس لها مؤذن وإمام راتبان كما في الجلابي ا هـ.

والحاصل أن بعد القدس الجوامع: أي المساجد الكبيرة الجامعة للجماعة الكثيرة، لكن الأقدم منها أفضل كمسجد قبا، ثم الأعظم: أي الأكثر جماعة، ثم الأقرب فالأقرب. وفي آخر شرح المنية بعد نقله ما مر عن الأجناس: ثم الأقدم أفضل لسبقه حكماً، إلا إذا كان الحادث أقرب إلى بيته فإنه أفضل حينئذ لسبقه حقيقة وحكماً، كذا في الواقعات. وذكر في الخانية ومنية المفتي وغيرهما أن الأقدم أفضل، فإن استويا في القدم فالأقرب؛ ولو استويا فيهما وقوم أحدهما أكثر، فإن كان فقيهاً يقتدى به يذهب للأقل جماعة تكثيراً لها بسببه وإلا تخير. والأفضل اختيار الذي إمامه أفقه وأصلح، ومسجد حيه وإن قل جمعه أفضل من الجامع وإن كثر جمعه ا هـ ملخصاً.

سلم ٨٦ سلم ٨٦ سلم ٨٦

ردّ المحتار

على

الدرّ المختار شرح تنوير الأبصار

لخاتمة المحققين

محمد أمين الشهير بابن عابدين

مع تكملة ابن عابدين لنجل المؤلف

دراسة وتحقيق وتعليق

الشيخ عادل أحمد عبد الموجود — الشيخ علي محمد معوض

قدّم له وقرّظه

الأستاذ الدكتور محمد بكر إسماعيل

كلية الدراسات - جامعة الأزهر

تصحيح وتعليق تقريرات الرافعي

شبير احمد القاسمي دار الافتاء شاهي مراد آباد

الجزء الثالث

يحتوي على الكتب التالية

تتمة كتاب الصلاة - الزكاة - الصوم - الحج

مكتبة زكريا

بديوبند. الهند. ٢٤٧٥٥٤

ولم ينزل) يعني في غير السبيلين كسرّة وفخذ، وكذا الاستمناء بالكف وإن كره تحريماً لحديث «ناكح اليد ملعون» ولو خاف الزنا يرجى أن لا وبال عليه (أو أدخل ذكره في بهيمة) أو ميتة

كان مما يعاف طبعه ذلك أخذ بقول أبي يوسف، وإلا أخذ بقول زفر. قوله: (ولم ينزل) أما لو أنزل قضى فقط كما سيذكره المصنف: أي بلا كفارة. قال في الفتح: وعمل المرأتين كعمل الرجال جماع أيضاً فيما دون الفرج لا قضاء على واحدة منهما إلا إذا أنزلت ولا كفارة مع الإنزال اهـ. قوله: (يعني في غير السبيلين) أشار لما في الفتح حيث قال: أراد بالفرج كلاً من القبل والدبر، فما دونه حينئذ التفخيذ والتبطين اهـ: أي لأن الفرج لا يشمل الدبر لغة وإن شمله حكماً. قال في المغرب: الفرج: قبل الرجل والمرأة باتفاق أهل اللغة، ثم قال: وقوله الدبر كلاهما فرج: يعني في الحكم اهـ.

مَطْلَبٌ فِي حُكْمِ ٱلاسْتِمْنَاءِ بِٱلكَفِّ

قوله: (وكذا الاستمناء بالكف) أي في كونه لا يفسد، لكن هذا إذا لم ينزل، أما إذا أنزل فعليه القضاء كما سيصرح به وهو المختار كما يأتي، لكن المتبادر من كلامه الإنزال بقرينة ما بعده فيكون على خلاف المختار. قوله: (ولو خاف الزنى إلخ) الظاهر أنه غير قيد، بل لو تعين الخلاص من الزنى به وجب لأنه أخف. وعبارة الفتح: فإن غلبته الشهوة ففعل إرادة تسكينها به فالرجاء أن لا يعاقب اهـ. زاد في معراج الدارية وعن أحمد والشافعي في القديم الترخص فيه، وفي الجديد يحرم، ويجوز أن يستمني بيد زوجته وخادمته اهـ. وسيذكر الشارح في الحدود عن الجوهرة أنه يكره، ولعل المراد به كراهة التنزيه، فلا ينافي قول المعراج. تأمل. وفي السراج: إن أراد بذلك تسكين الشهوة المفرطة الشاغلة للقلب وكان عزباً لا زوجة له ولا أمة، أو كان إلا أنه لا يقدر على الوصول إليها لعذر قال أبو الليث: أرجو أن لا وبال عليه، وأما إذا فعله لاستجلاب الشهوة فهو آثم اهـ.

بقي هنا شيء، وهو أن علة الإثم هل هي كون ذلك استمتاعاً بالجزء كما يفيده الحديث وتقييدهم كونه بالكف ويلحق به ما لو أدخل ذكره بين فخذيه مثلاً حتى أمنى، أم هي سفح الماء وتهييج الشهوة في غير محلها بغير عذر كما يفيده قوله: وأما إذا فعله لاستجلاب الشهوة إلخ؟ لم أر من صرح بشيء من ذلك، والظاهر الأخير لأن فعله بيد زوجته ونحوها فيه سفح الماء لكن بالاستمتاع بجزء مباح. كما لو أنزل بتفخيذ أو تبطين بخلاف ما إذا كان بكفه ونحوه، وعلى هذا فلو أدخل ذكره في حائط أو نحوه حتى أمنى أو استمنى بكفه بحائل يمنع الحرارة يأثم أيضاً، ويدل أيضاً على ما قلنا في الزيلعي حيث استدل على عدم حله بالكف بقوله تعالى: ﴿والذين هم لفروجهم حافظون﴾ الآية. وقال: فلم يبح الاستمتاع إلا بهما: أي بالزوجة والأمة اهـ. فأفاد عدم حل الاستمتاع: أي قضاء

سلام ت ١٤٧ | ٤٧ ت ١٤٧ | ١٤٧ ت ١٤٧

ردّ المحتار

على

الدرّ المختار شرح تنوير الأبصار

لخاتمة المحققين

محمد أمين الشهير بابن عابدين

مع تكملة ابن عابدين لنجل المؤلف

دراسة وتحقيق وتعليق

الشيخ عادل أحمد عبد الموجود — الشيخ علي محمد معوض

قدّم له وقرّظه

الأستاذ الدكتور محمد بكر إسماعيل

كلية الدراسات ـ جامعة الأزهر

الجزء السادس

يحتوي على الحدود ـ السرقة ـ الجهاد ـ اللقيط ـ اللقطة ـ الأبق ـ المفقود ـ الشركة ـ الوقف

مكتبة زكريا

بديوبند: الهند. ٢٤٧٥٥٤

ـت في حق غيره فلا يرث من غيره) حتى لو مات رجل عن بنتين وابن مفقود
ـفقود بنتان وأبناء والتركة في يد البنتين والكل مقرون بفقد الابن واختصموا
ـي لا ينبغي له أن يحرك المال عن موضعه: أي لا ينزعه من يد البنتين.
ـمفتين (ولا يستحق ما أوصى له إذا مات الموصي بل يوقف قسطه إلى
ـ أقرانه في بلده

ـولى لقول القهستاني: لو أفتى به في موضع الضرورة لا بأس به على ما

قلت: ونظير هذه المسألة عدة ممتدة الطهر التي بلغت برؤية الدم ثلاثة أيام ثم امتد
ـها فإنها تبقى في العدة إلى أن تحيض ثلاث حيض. وعند مالك: تنقضي عدتها بتسعة
ـر. وقد قال في البزازية: الفتوى في زماننا على قول مالك. وقال الزاهدي: كان بعض
ـحابنا يفتون به للضرورة.

واعترضه في النهر وغيره بأنه لا داعي إلى الإفتاء بمذهب الغير لإمكان الترافع
ـالكي يحكم بمذهبه، وعلى ذلك مشى ابن وهبان في منظومته هناك، لكن قدمنا
ـكلام عند تحقق الضرورة حيث لم يوجد مالكي يحكم به. قوله: (وميت في حق
ـره) معطوف على قوله: «وهو في حق نفسه حي» كما مر. قوله: (وللمفقود بنتان
ـناء) الظاهر أنه بالمد جمع ابن، إذ لا يصح أن يكون مفرداً منصوباً. وفي بعض النسخ
ـبنان بصيغة المثنى، وفي بعضها «وابن» بصيغة المفرد، والكل صحيح. قوله:
ـتركة في يد البنتين) أي بنتي الرجل الميت. واعلم أن في هذه المسألة ست صور
ـمذكور هنا صورة واحدة منها.

وحاصل الصور أن المال، إما أن يكون في يد أجنبي أو في يد البنتين أو في يد
ـولاد الابن، وعلى كل إما أن يتفقوا على الفقد أو ينكره من في يده المال ويدعي أنه
ـات، وأحكام الكل مبينة في الفتح فراجعه إن شئت. قوله: (أي لا ينزعه من يد
ـبنتين) بل يقضي لهما بالنصف ميراثاً ويوقف النصف في أيديهما على حكم ملك
ـميت، فإن ظهر المفقود حياً دفع إليه، وإن ظهر ميتاً أعطى البنتان سدس كل المال
ـن ذلك النصف والثلث الباقي لأولاد الابن للذكر مثل حظ الأنثيين. فتح. قوله: (ولا
يستحق الخ) أي لا يحكم باستحقاقه للوصية بعد موت الموصي ولا بعدمه، بل يوقف
إلى ظهور الحال، فإن ظهر إلى آخر ما سيذكره المصنف. قوله: (إلى موت أقرانه) هذا
ليس خاصاً بالوصية، بل هو حكمه العام في جميع أحكامه من قسمة ميراثه وبينونة
زوجته وغير ذلك. قوله: (في بلده) هو الأصح. بحر. وقيل: المعتبر موت أقرانه من
جميع البلاد، فإن الأعمار قد تختلف طولاً وقصراً بحسب الأقطار بحسب ما أجراه الله سبحانه

ـه من ٦٨

على المذهب) لأنه الغالب، واختار الزيلعي تفويضه للإمام.

العادة، ولذا قالوا: الصقالبة أطول أعماراً من الروم، لكن في تعرف موت أقرانه في البلاد حرج عظيم، بخلافه من بلده فإنما فيه نوع حرج محتمل. فتح. قوله: (على المذهب) وقيل يقدر بتسعين سنة بتقديم التاء من حين ولادته، واختاره في الكنز، وهو الأرفق. هداية. وعليه الفتوى. ذخيرة. وقيل بمائة، وقيل بمائة وعشرين، واختار المتأخرون ستين سنة، واختار ابن الهمام سبعين لقوله عليه الصلاة والسلام «أَعْمَارُ أُمَّتِي مَا بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى السَّبْعِينَ» فكانت المنتهى غالباً. وذكر في شرح الوهبانية أنه حكاه في الينابيع عن بعضهم. قال في البحر: والعجب كيف يختارون خلاف ظاهر المذهب مع أنه واجب الاتباع على مقلد أبي حنيفة. وأجاب في النهر بأن التفحص عن موت الأقران غير ممكن أو فيه حرج، فمن هذا اختاروا تقديره بالسن اهـ.

قلت: وقد يقال: لا مخالفة بل هو تفسير لظاهر الرواية وهو موت الأقران، لكن اختلفوا، فمنهم من اعتبر أطول ما يعيش إليه الأقران غالباً، ثم اختلفوا فيه هل هو تسعون أو مائة أو مائة وعشرون، ومنهم وهم المتأخرون اعتبروا الغالب من الأعمار، أي أكثر ما يعيش إليه الأقران غالباً لا أطوله فقدروه بستين، لأن من يعيش فوقها نادر والحكم للغالب، وقدره ابن الهمام بسبعين لحديث لأنها نهاية هذا الغالب، ويشير إلى هذا الجواب قوله في الفتح بعد حكاية الأقوال:

والحاصل أن الاختلاف ما جاء إلا من اختلاف الرأي في أن الغالب هذا في الطول أو مطلقاً اهـ. قوله: (واختار الزيلعي تفويضه للإمام) قال في الفتح: فأي وقت رأى المصلحة حكم بموته. قال في النهر: وفي الينابيع: قيل يفوّض إلى رأي القاضي، ولا تقدير فيه في ظاهر الرواية. وفي القنية: جعل هذا رواية عن الإمام اهـ.

قلت: والظاهر أن هذا غير خارج عن ظاهر الرواية أيضاً، بل هو أقرب إليه من القول بالتقدير، لأنه فسره في شرح الوهبانية بأن ينظر ويجتهد ويفعل ما يغلب على ظنه فلا يقول بالتقدير، لأنه لم يرد الشرع بل ينظر في الأقران وفي الزمان والمكان ويجتهد، ثم نقل عن مغني الحنابلة حكايته عن الشافعي ومحمد، وأنه المشهور عن مالك وأبي حنيفة وأبي يوسف. وقال الزيلعي: لأنه يختلف باختلاف البلاد، كذا غلبة الظن تختلف باختلاف الأشخاص، فإن الملك العظيم إذا انقطع خبره يغلب على الظن في أدنى مدة أنه قد مات اهـ. ومقتضاه أنه يجتهد ويحكم القرائن الظاهرة الدالة على موته، وعلى هذا يبتني على ما في جامع الفتاوى حيث قال: وإذا فقد في المهلكة فموته غالب فيحكم به، كما إذا فقد في وقت الملاقاة مع العدو أو مع قطاع الطريق، أو سافر على المرض الغالب هلاكه، أو كان سفره في البحر وما أشبه ذلك حكم بموته، لأنه الغالب ...

ردّ المحتار

على

الدرّ المختار شرح تنوير الأبصار

لخاتمة المحققين

محمد أمين الشهير بابن عابدين

مع تكملة ابن عابدين لنجل المؤلف

دراسة وتحقيق وتعليق

الشيخ عادل أحمد عبد الموجود — الشيخ علي محمد معوض

قدّم له وقرّظه

الأستاذ الدكتور محمد بكر إسماعيل

كلية الدراسات - جامعة الأزهر

مع تقريرات رافعي

الشيخ عبد القادر الرافعي الحنفي مفتي الديار المصريه سابقاً

الجزء التاسع

يحتوي على تتمة كتاب الإجارة - المكاتب - الولاء - الإكراه - الحجر المأذون - الغصب - الشفعة - القسمة - المزارعة المساقاة - الذبائح - الأضحية - الحظر والإباحة

مكتبة زكريا

بديوبند - الهند ٢٤٧٥٥٤

ضميمه ١٦٣

(و) لا لأجل الطاعات مثل (الأذان والحج والإمامة وتعليم القرآن والفقه) ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان.

علموا وإلا تتصدّق به، وإن من غير شرط فهو لها. قال الإمام الأستاذ: لا يطيب، والمعروف كالمشروط اهـ.

قلت: وهذا مما يتعين الأخذ به في زماننا لعلمهم أنهم لا يذهبون إلا بأجر البتة ط.

مَطْلَبٌ فِي الاسْتِئْجَارِ عَلَى الطَّاعَاتِ

قوله: (ولا لأجل الطاعات) الأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم لا يجوز الاستئجار عليها عندنا لقوله عليه الصلاة والسلام: «اقْرَؤوا القُرْآنَ وَلَا تَأْكُلُوا بِهِ» وفي آخر ما عهد رسول الله ﷺ إلى عمرو بن العاص: «وإن اتخذت مؤذناً فلا تأخذ على الأذان أجراً» ولأن القربة متى حصلت وقعت على العامل ولهذا تتعين أهليته، فلا يجوز له أخذ الأجرة من غيره كما في الصوم والصلاة. هداية.

مَطْلَبٌ: تَحْرِيرٌ مُهِمٌّ فِي عَدَمِ جَوَازِ الاسْتِئْجَارِ عَلَى التِّلَاوَةِ وَالتَّهْلِيلِ وَنَحْوِهِ مِمَّا لَا ضَرُورَةَ إِلَيْهِ

قوله: (ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن الخ) قال في الهداية: وبعض مشايخنا رحمهم الله تعالى استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن اليوم لظهور التواني في الأمور الدينية، ففي الامتناع تضييع حفظ القرآن، وعليه الفتوى اهـ. وقد اقتصر على استثناء تعليم القرآن أيضاً في متن الكنز ومتن مواهب الرحمن وكثير من الكتب، وزاد في مختصر الوقاية ومتن الإصلاح تعليم الفقه، وزاد في متن المجمع الإمامة، ومثله في متن الملتقى ودرر البحار، وزاد بعضهم: الأذان والإقامة والوعظ، وذكر المصنف معظمها، ولكن الذي في أكثر الكتب الاقتصار على ما في الهداية، فهذا مجموع ما أفتى به المتأخرون من مشايخنا وهم البلخيون على خلاف في بعضه، مخالفين ما ذهب إليه الإمام وصاحباه، وقد اتفقت كلمتهم جميعاً في الشروح والفتاوى على التعليل بالضرورة وهي خشية ضياع القرآن كما في الهداية، وقد نقلت لك ما في مشاهير متون المذهب الموضوعة للفتوى فلا حاجة إلى نقل ما في الشروح والفتاوى، وقد اتفقت كلمتهم جميعاً على التصريح بأصل المذهب من عدم الجواز، ثم استثنوا بعده ما علمته، فهذا دليل قاطع وبرهان ساطع على أن المفتى به ليس هو جواز الاستئجار على كل طاعة، بل على ما ذكروه فقط مما فيه ضرورة ظاهرة تبيح الخروج عن أصل المذهب من طروّ المنع، فإن مفاهيم الكتب حجة ولو مفهوم لقب على ما صرح به الأصوليون بل هو منطوق، فإن الاستثناء من أدوات العموم كما صرحوا به أيضاً. وأجمعوا على أن الحج عن الغير بطريق النيابة لا الاستئجار، ولهذا لو فضل مع النائب شيء من النفقة يجب عليه رده للأصيل أو ورثته، ولو كان أجيره لما وجب رده،

على الابتداء (واليربوع وابن عرس والرخمة والبغاث) هو طائر دنيء الهمة يشبه الرخمة، وكلها من سباع البهائم. وقيل الخفاش لأنه ذو ناب.

(ولا) يحل (حيوان مائي إلا السمك) الذي مات بآفة ولو متولداً في ماء نجس

الشارح على المعنى الثاني، فافهم. نعم اقتصر الإتقاني على الأول فقال: وكذا الغداف لا يؤكل، وهو غراب القيظ الكبير من الغربان وافي الجناحين اهـ. وهذا يفيد أن العقعق غيره كما يعلم مما سنذكره. تأمل. والقيظ: والحر، سمي به لأنه يجيء في زمن الحر قوله: (على الابتداء) أي ابتداء الإسلام قبل نزول قوله تعالى: ﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ [الأعراف: ١٥٧] للأصل المار قوله: (واليربوع) بوزن يفعول: دويبة نحو الفأرة، لكن ذنبه وأذناه أطول منها ورجلاه أطول من يده عكس الزرافة، والجمع يرابيع، والعامة تقول جربوع بالجيم. أبو السعود قوله: (وابن عرس) دويبة أشتر أصلم أصك جمع بنات عرس، هكذا يجمع الذكر والأنثى. قاموس قوله: (والرخمة) بفتحتين: طائر أبقع يشبه النسر خلقة، ويسمى آكل العظم. غرر الأفكار قوله: (والبغاث) بالغين المعجمة وتثليث الباء. رملي قوله: (وكلها من سباع البهائم) ثم أراد بها من يشمل الطير. وفي القاموس: البهيمة كل ذات أربع قوائم ولو في الماء وكل حيّ لا يميز قوله: (وقيل الخفاش) أي كذلك لا يحل فهو مبتدأ حذف خبره، والقائل قاضيخان. قال الإتقاني: وفيه نظر، لأن كل ذي ناب ليس بمنهيّ عنه إذا كان لا يصطاد بنابه اهـ. وفي القاموس: الخفاش كرمان: الوطواط، سمي لصغر عينيه وضعف بصره.

تتمة: قال في غرر الأفكار: عندنا يؤكل الخطاف والبوم، ويكره الصرد والهدهد، وفي الخفاش اختلاف. وأما الدبسي والصلصل والعقعق واللقلق واللحام فلا يستحب أكلها وإن كانت في الأصل حلالاً، لتعارف الناس بإصابة آفة لآكلها فينبغي أن يتحرز عنه. وحرم الشافعي الخطاف والببغاء والطاوس والهدهد اهـ. ولا يؤكل السنور الأهلي والوحشي والسمور والسنجاب والفنك والدلق كما في القهستاني، وكل ما لا دم له فهو مكروه أكله إلا الجراد كالزنبور والذباب. إتقاني. ولا بأس بدود الزنبور قبل أن ينفخ فيه الروح، لأن ما لا روح له لا يسمى ميتة. خانية وغيرها. قال ط: ويؤخذ منه أن أكل الجبن أو الخل أو الثمار كالنبق بدوده لا يجوز إن نفخ فيه الروح اهـ قوله. (ولو متولداً في ماء نجس) فلا بأس بأكلها للحال لحله بالنص. وكونه يتغذى بالنجاسة لا يمنع حله، وأشار بهذا إلى الإبل والبقر الجلالة والدجاجة، وهي من المسائل التي توقف فيها الإمام فقال: لا أدري متى يطيب أكلها.

وفي التجنيس: إذا كان علفها نجاسة تحبس الدجاجة ثلاثة أيام، والشاة أربعة، والإبل والبقر عشرة، وهو المختار على الظاهر. وقال السرخسي: الأصح عدم التقدير

مطلب ٣٠٣ مطلب ٣٠٣

رد المحتار

على

الدر المختار شرح تنوير الأبصار

لخاتمة المحققين

محمد أمين الشهير بابن عابدين

مع تكملة ابن عابدين لنجل المؤلف

دراسة وتحقيق وتعليق

الشيخ عادل أحمد عبد الموجود

الشيخ علي محمد معوض

قدم له وقرظه

الأستاذ الدكتور محمد بكر إسماعيل

كلية الدراسات - جامعة الأزهر

مع تقريرات رافعي

الشيخ عبد القادر الرافعي الحنفي مفتي الديار المصرية سابقاً

الجزء العاشر

يحتوي على الكتب التالية

إحياء الموات - الأشربة - الصيد - الرهن - الجنايات

الديات - المعاقل - الوصايا - الخنثى - الفرائض

مكتبة زكريا

ديوبند، الهند. ٢٤٧٥٥٤

ليس بنجس العين عند أبي حنيفة على ما في التجريد وغيره، فتأمل (بشرط علمهما) علم ذي ناب ومخلب (وذا بترك الأكل) أما الشرب من دم الصيد فلا يضر. قهستاني ويأتي (ثلاثاً)

لا يعملان للغير، وقد يلحق الحدأة بالدب. مضمرات. وفي ظاهر الرواية الشرط قبول التعليم. وما قال السغناقي: إن الأسد والذب لا يتصوّر فيهما التعليم، فقد صرح بخلافه في البيع والخنزير عند الإمام ليس بنجس العين على ما في التجريد وغيره. على أن الكلب نجس العين عند بعضهم، وقد حل صيده بالاتفاق اهـ ملخصاً.

وحاصله: البحث في استثناء الخنزير والأسد والدب. وفي التعليل: لأن الشرط في ظاهر الرواية قبول التعليم فيحل بكل معلم ولو خنزيراً، وكونه نجس العين لا يمنع بدليل أن الكلب كذلك عند بعضهم مع أنه لم يقل أحد بعدم حل صيده، ووجه الدفع الذي أفاده الشارح الفاضل أن النص ورد في الكلب، وإن قيل بنجاسة عينه فلا يلحق به الخنزير.

والحاصل: أن هذا الجواب دفع به الشارح شيئين: الأول: ما بحثه المصنف من إلحاق الكلب بالخنزير في عدم حل الصيد بناء على القول بنجاسة عين الكلب. والثاني: ما بحثه القهستاني من إلحاق الخنزير بالكلب في حل الصيد.

ووجه الأول أن الكلب وإن قيل بنجاسة عينه، لكن لما ورد النص فيه بخصوصه وجب اتباعه. ووجه الثاني أن الخنزير وإن دخل ظاهراً في عموم قوله تعالى. ﴿وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ﴾. [المائدة: ٤] لكنه مستثنى لحرمة الانتفاع بنجس العين، وما ورد به نص بخصوصه حتى يتبع بل أمرنا باجتنابه فلا يصح قياسه على الكلب المنصوص عليه، ولذا جزم باستثنائه المصنف كالهداية والتبيين والبدائع والاختيار، هذا تقرير كلام الشارح الفاضل، وقد خفي على غير واحد ونسبه بعضهم للغفلة وهو بريء عنها ولله تعالى دره.
نعم فاته الجواب عن قول القهستاني: والخنزير ليس بنجس العين، لكن تركه لظهور أن المذهب خلافه، والتعليل بنجاسة عينه مبني على ما هو المذهب. تأمل. قوله: (بشرط علمهما) بدليل الحديث المار، وقوله تعالى ﴿مكلبين﴾ أي معلمين الاصطياد ﴿تُعَلِّمُونَهُنَّ﴾ [المائدة: ٤] تؤدبوهن. وتمامه في الزيلعي. والمناسب الإتيان بالواو عطفاً على قوله بشرط التعليم، ثم إن هذا الشرط مغن عن ذاك. قوله: (وذا) أي العلم، والباء في «بترك» للتصوير ط. قوله: (بترك الأكل ثلاثاً) أي متواليات. قهستاني. وهذا عندهما، وهو رواية عنه لأن فيما دونه مزيد الاحتمال، فلعله تركه مرة أو مرتين شبعاً، فإذا تركه ثلاثاً دل على أنه صار عادة. وتمامه في الهداية.

ونقل ط عن الحموي: أنه لا بد من ترك الأكل مع الجوع لا الشبع فتأمل. وجم

دلائل محمدی (مکمل)

تالیف: خطیب الہند مولانا محمد صاحب محدث جوناگڑھی رحمہ اللہ

مراجعہ وحواشی: مولانا حافظ عبداللطیف اثری حفظہ اللہ

جس میں سورۂ فاتحہ پڑھنے، رفع الیدین کرنے، اور اونچی آواز سے آمین کہنے کے واضح دلائل احادیث اور حنفی مذہب کی معتبر کتابوں سے درج ہیں، اور حنفی مذہب کے معتبر علماء کا اہل حدیث کے ساتھ اور پیچھے نماز جائز ہونے کا فتویٰ موجود ہے۔

ساتھ ہی ساتھ الحمد نہ پڑھنے کی دلیلوں کے ۱۶۲ جوابات۔ آمین بلند آواز سے نہ کہنے کی دلیلوں کے ۶۸ جوابات۔ رفع الیدین نہ کرنے کی دلیلوں کے ۸۹ جوابات۔ اور ناف تلے ہاتھ باندھنے کی روایت کے دس جوابات ہیں، اور ان چاروں مسائل کا نہایت ٹھوس، زبردست اور نا قابل انکار اور لاجواب ثبوت قرآن و حدیث اور کتب فقہ سے موجود ہے۔

آزادی کے بعد پہلی بار یہ کتاب جدید طبع شدہ کتابوں کے حوالے، مفید حواشی، نفیس طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آگئی ہے۔

شمع محمدی

احادیث رسول اور فقہ حنفی ایک تقابلی جائزہ

تالیف: خطیب الہند مولانا محمد صاحب محدث جوناگڑھی رحمہ اللہ

مراجعہ وحواشی: مولانا حافظ عبداللطیف اثری حفظہ اللہ

یہ وہ کتاب ہے جس میں احادیث رسول اور فقہ حنفی کا تقابل پیش کیا گیا ہے، کہا جاتا ہے کہ حنفی مذہب حدیث کے خلاف نہیں، موجودہ کتب فقہ میں وہی ہے جو حدیث میں ہے، اس دعوے کو غلط ثابت کرنے کے لئے اس کتاب میں ڈیڑھ سو سے زائد حدیثیں جمع کی ہیں جن میں سے ایک کو بھی حنفی مذہب نہیں مانتا، ان حدیثوں کو یکسر اور صریح خلاف فقہ حنفی کے مسائل ہیں، ہر حدیث اس کتاب میں مع عربی عبارت ترجمہ وحوالہ منقول ہے اس کے بالمقابل جو مسئلہ فقہ کا ہے وہ بھی اسی طرح مع عبارت وترجمہ وحوالہ ہے۔

مصنف نے کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ اور آخر میں ایک خاتمہ بھی لکھا ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ فقہ اور چیز ہے، حدیث اور چیز ہے، تقلید شخصی اور چیز ہے، اتباع سنت اور چیز ہے۔

طریق محمدی

تالیف: خطیب الہند مولانا محمد صاحب محدث جوناگڑھی رحمہ اللہ

مراجعہ وحواشی: مولانا حافظ عبداللطیف اثری حفظہ اللہ

جس میں تقلید شخصی کی کماحقہ تردید اور اتباع سنت کی زبردست تاکید ثابت کی گئی ہے، ساتھ ہی اور بھی بہت سی کارآمد بحثیں ہیں، فقہ حنفی کے ایسے دلچسپ مسائل بھی سامنے آگئے ہیں جس کو پڑھ کر آپ انگشت بدنداں رہ جائیں، نیز آپ کو معلوم ہوگا کہ موجودہ دیوبندی حنفی صرف امام ابوحنیفہؒ کے مقلد نہیں ہیں، بلکہ ساتھ ہی ساتھ سیکڑوں لوگوں کی تقلید اپنے اوپر واجب کئے ہوئے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ سچے دل سے جن لوگوں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے ان لوگوں نے تقلید کا قلادہ اتار پھینکا ہے یہ کتاب بہت دنوں سے نایاب تھی، اب جدید طبع شدہ کتابوں کے حوالے، مفید حواشی اور مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری سابق امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے شاندار اور وقیع مقدمہ کے ساتھ خوبصورت اور چہاررنگی ٹائٹل کے ساتھ منظر آم پر آگئی ہے۔

سیف محمدی

تالیف: خطیب الہند مولانا محمد صاحب محدث جوناگڑھی رحمہ اللہ

مراجعہ وحواشی: مولانا حافظ عبداللطیف اثری حفظہ اللہ

جس میں حنفی مذہب کا فوٹو دکھانے کے لئے فقہ کی نہایت ہی معتبر اور مشہور کتابوں سے تقریباً چھ سو مسائل نقل کئے گئے ہیں جو نہایت ہی گندے، گھناؤنے، مکروہ، حیاسوز، شرمناک اور خلاف قرآن وحدیث ہیں، نیز ہر ہر مسئلہ میں حنفی بھائیوں کی جتنی دلیلیں تھیں وہ بیان کردی گئی ہیں اور پھران کے نہایت ہی ٹھوس اور سنجیدہ جواب دیئے گئے ہیں، کتاب اتنی دلچسپ انداز میں لکھی گئی ہے کہ پوری کتاب آپ پڑھے بغیر ہاتھ سے نہیں رکھیں گے، جو بھی سنجیدہ اور باشعور شخص اس کا مطالعہ کرے گا وہ فقہ حنفی کو چھوڑ کر کتاب وسنت پر عمل پیرا ہوجائے گا۔

یہ کتاب جدید طبع شدہ کتابوں کے حوالے، مفید حواشی، کمپیوٹر کتابت، نفیس طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آگئی ہے۔

حواشی کے مراجع

اسماء کتب	مطبع / مکتبہ
قرآن مجید	مجمع الملک فہد۔مدینہ منورہ
تفسیر ابن کثیر	اشرفی بک ڈپو دہلی
تفسیر فتح القدیر	دارالفکر بیروت
فتح البیان فی مقاصد القرآن	دارالکتب العلمیۃ۔بیروت
تفہیم القرآن	مرکزی مکتبہ اسلامی۔دہلی
فتاویٰ ثنائیہ	مکتبہ ترجمان۔دہلی
فتاویٰ نذیریہ	ادارہ نورالایمان۔دہلی
الجامع الصحیح للبخاری	اصح المطابع۔دہلی
الصحیح لمسلم	اصح المطابع۔دہلی
سنن الترمذی/سنن ابی داؤد	اصح المطابع۔دہلی
موطا امام مالک	مکتبہ تھانوی۔دیوبند
مسند احمد	مطبع المیمنیہ۔مصر
مسند حمیدی	علمی پریس۔مالیگاؤں
مصنف ابن ابی شیبہ	الدار السلفیہ۔بمبئی
موطا امام محمد	مکتبہ تھانوی۔دیوبند
سنن الدارمی	دارالکتاب العربی
نسائی	مطبع مجتبائی۔دہلی
السنن الکبریٰ للبیہقی	دارالمعرفہ۔بیروت
دارقطنی	دارالمحاسن۔قاہرہ
طبرانی	

شرح معانی الآثار	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
ابن ماجہ	داراحیاء العربیۃ ۔ مصر
ابن خزیمہ	شرکۃ الطباعۃ العربیۃ السعودیۃ
مجمع الزوائد	دارالکتب العربی ۔ بیروت
مستدرک حاکم/نیل الاوطار	دارالکتاب العربیہ ۔ بیروت
الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی	داراحیاء التراث العربی
کنز العمال	دائرۃ المعارف ۔ حیدرآباد
مراسیل ابی داؤد	اصح المطابع ۔ دہلی
کتاب القرأۃ للبیہقی	مطبع فاروقی ۔ دہلی
مشکوٰۃ المصابیح	اصح المطابع ۔ دہلی
مختصر شعب الایمان للبیہقی	دارابن کثیر ۔ بیروت
مرعاۃ المفاتیح	مکتبہ سلفیہ ۔ بنارس
تحفۃ الأحوذی	مکتبہ اشرفیہ ۔ دیوبند
فتح الباری	مکتبہ اشرفیہ ۔ دیوبند
مرقاۃ المفاتیح	اصح المطابع ۔ دہلی
عون المعبود	نشر السنۃ ۔ ملتان
فتاویٰ ظہیریہ	
احیاء علوم الدین	عالم الکتب
شفا قاضی عیاض	فاروقی کتب خانہ ۔ ملتان
ذخیرۃ العقبیٰ	
حجۃ اللہ البالغہ	مطبع اشرفی ۔ دیوبند
فتاویٰ عالمگیری المعروف بہ فتاویٰ ہندیہ	مکتبہ رشیدیہ ۔ پاکستان
فتاویٰ قاضی خان/فتاویٰ ظفر خانی	مطبع نولکشور ۔ لکھنؤ

حاشیۃ الطحاوی	مکتبہ زکریا۔ دیوبند
طحاوی	
البحر الرائق	مکتبہ زکریا۔ دیوبند
مراقی الفلاح	کتب خانہ امدادیہ۔ دیوبند
ہدایہ	مکتبہ تھانوی
منیۃ المصلی	مکتبہ امدادیہ۔ دیوبند
ردالمحتار	مکتبہ اشرفیہ۔ دیوبند
درمختار	زکریا بک ڈپو۔ دیوبند
شرح وقایہ	ادارہ مرکز ادب۔ دیوبند
فتح القدیر	مکتبہ کوئٹہ۔ پاکستان
بدائع الصنائع	مکتبہ زکریا۔ دیوبند
قدوری	یاسر ندیم اینڈ کمپنی۔ دیوبند
نیل الأوطار	کراچی
نورالانوار	مکتبہ دینیہ۔ دیوبند
توضیح تلویح	نول کشور، کانپور
نورالھدایۃ	
تقریرات الرافعی	مکتبہ زکریا۔ دیوبند
شرح عقائد نسفی	کتب خانہ امدادیہ۔ دیوبند
اصول الشاشی	فاروقیہ ڈپو۔ دہلی
حسامی	مکتبہ زکریا۔ دیوبند
دلیل الطالب علی ارجح المطالب	مطبع شاہجہانی
بدور الاھلۃ من ربط المسائل بالادلۃ	مطبع شاہجہانی
عرف الجادی	مطبع شاہجہانی

فہرست مضامین

ooo

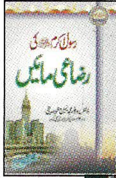
منہج سلف صالحین کے فروغ کے لئے کوشاں

مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی

ہماری بعض اہم خوبصورت اور معیاری مطبوعات





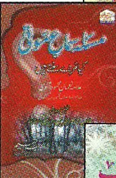
رسول اکرم ﷺ کی رضاعی مائیں — ڈاکٹر پروفیسر محمد یسین مظہر صدیقی

فقہ الاسلام شرح بلوغ المرام (کامل) — شارح مترجم ومخرج: حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ



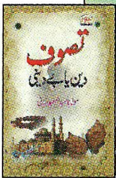
ایک دن رسول اکرم ﷺ کے گھر میں — عبدالملک القاسم

اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ ہر جگہ یا عرش پر — علامہ امام نواب محمد صدیق حسن خان حسینی بخاری بھوپالی



مسئلہ سماعِ موتی — علامہ نعمان محمود آلوسی

توشۂ خطیب — مولانا عبدالغفار زاہد بنارسی



تصوف دین یا بے دینی — مولانا عبدالمعید مدنی

توبہ وتقویٰ — ابو شرحبیل شفیق الرحمٰن الدراوی



علماء کے امتیازی اوصاف — مولانا عبدالمعید مدنی

MAKTABA AL-FAHEEM
Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email :faheem.books@gmail.com
WWW.faheembooks.com

₹ 110/-

PRINT ART Delhi- Ph. 23634222